آگاہی سیّد امیر کلال قدس سرہ

حضرت مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

محمد نذیر رانجھا

آگاہی سیّد امیر کلال قدس سرہٗ

(م۷۷۲ھ/۱۳۷۰ء)

تصنیف

حضرت مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

(نواسۂ حضرت سیّد امیر حمزہؒ بن حضرت سیّد امیر کلالؒ)

ترجمہ، مقدمہ، تخریج آیات و احادیث

محمد نذیر رانجھا

الفتح پبلی کیشنز

راولپنڈی

اشاعت اوّل ۲۰۱۰ء

۲۹۷.۴۰۹۲

ش۱۰ا شہاب الدین

آگاہی سیّد امیر کلال قدس سرہٗ/ شہاب الدین؛ مترجم: محمد نذیر رانجھا۔

راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء

۱۹۱ ص

اشاریہ

۱. اسلام ۲. تذکرہ

297.4092

SHA Shahab-ud-Din

Aagahi Syed Ameer Kulaal Quds'sarahu/ by Shahab-ud-Din; translated by Muhammad Nazir Ranjha.- Rawalpindi: Al-Fath Publications, 2010

191 p.

ISBN 978-969-9400-00-1

Includes Index

1. Islam 2. Biography

■ + 92 322 517 741 3
■ alfathpublications@gmail.com

الفتح پبلی کیشنز

distributor

VPrint Book Productions

• + 92 51 581 479 6
• + 92 300 519 254 3
• vprint.vp@gmail.com
• www.vprint.com.pk

فہرست

باب اوّل
احوال ومناقب حضرت سیّد امیر کلال قدس سرہٗ

باب دوّم
حضرت امیر کلالؒ کے فرزندانِ گرامی کے حالات

تقریظ

از طرف

سلطان الاولیاء قدوۃ العلماء مرجع الخواص والعوام

ابوالخلیل حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ وسجادہ نشین خانقاہ سراجیہ، کندیاں، ضلع میانوالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہمارے شجرۂ طیبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی سند میں ایک عظیم شخصیت قدوۃ السالکین حضرت خواجہ سیّد شمس الدین میر کلال قدس سرہٗ بھی ہیں، جو اخلاص وللّٰہیت، عبادت وریاضت، تقویٰ وپرہیز گاری کے مجسمہ تھے۔ جن کی رَگ رَگ ولُوں لُوں میں اتباعِ سنت رَچی بسی ہوئی تھی۔ اپنے متوسلین اور رُفقاء کو بھی اس کی تعلیم دیتے رہتے تھے۔ چنانچہ ان کا ارشاد ہے کہ:

"اگر تمہاری رات عبادت میں کمان کی مانند خمیدہ ہو جائے اور تمہارا پیٹ حضرت رب العزت کے جلال سے کمان کی زِہ کی طرح باریک ہو جائے تو بھی کام ہرگز مقصود کو نہیں پہنچتا، جب تک کہ تم اپنے لقمہ اور خرقہ کو پاک نہ رکھو۔ جب تک حضرت (محمد) مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کی پیروی نہ کرو گے، اُس وقت تک مقصود تک نہیں پہنچ سکو گے، کیونکہ تمام کاموں کی اصل شریعت کی پیروی ہے۔"

(دیکھئے: ص ۶۴)

ایسی مقدس شخصیات وقدسی ذوات کی صحبت اختیار کرنے، ان کے تذکرے کرنے اور اُن

کے احوال، اقوال، افعال کو پڑھنے سننے اور اپنانے میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم مل جاتا ہے، اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کو استقامت، حلاوت ولذت ایمانی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت سیّد میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے احوال ومناقب پر اُن کے صاحبزادے سیّد امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے حضرت مولانا شہاب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی تھی، جو فارسی زبان میں تھی، جس کے کئی تراجم اُردو میں شائع بھی ہوئے۔ زیرِ نظر ترجمہ ''آگاہی سیّد امیر کلال قدس سرہٗ'' فارسی سے کیا گیا ہے۔ مترجم عزیز محترم جناب محمد نذیر رانجھا صاحب ہیں، جو ماشاء اللہ صاحبِ قلم، صاحبِ فصاحت وبلاغت ہیں۔ بڑے آسان انداز میں حضرت سیّد میر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے احوال ومناقب کو فارسی سے اُردو زبان میں منتقل کیا ہے۔ مطالعہ کی سہولت کے پیشِ نظر جگہ جگہ ابواب بندی اور عنوانات قائم کیے ہیں۔ فقیر عرض رساں ہے کہ اس کتاب سے ہر خاص وعام کو ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ محترم رانجھا صاحب کی اِس عظیم کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

نوٹ: خانقاہ سراجیہ کی طرف سے شائع شدہ شجرہ طیبہ میں سیّد میر گُلال (بغیر ہمزہ) لکھا ہوا ہے، جبکہ زیرِ نظر کتاب میں سیّد امیر گُلال (ہمزہ کے ساتھ) لکھا گیا ہے۔

والسّلام

مسیر ابو الخلیل خان محمد عفی عنہ

۱۲ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

حرفِ آغاز

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ زَیَّنَ السَّمَآءَ الدُّنۡیَا بِمَصَابِیۡحَ وَجَعَلَهَا رُجُوۡمًا لِّلشَّیَاطِیۡنَ، وَزَیَّنَ الۡاَرۡضَ بِالرُّسُلِ وَالۡاَوۡلِیَآءِ وَالۡعُلَمَآءِ وَجَعَلَهُمۡ حُجَجًا وَّبَرَاهِیۡنَ، یَرۡفَعُ بِهِمُ الظُّلُمَاتِ وَالشُّکُوۡکَ مِنَ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَاَتۡبَاعِهٖ اَجۡمَعِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ وَرَحۡمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلٰی اَسَاتِذَتِنَا وَمَشَائِخِنَا وَاَسۡلَافِنَا وَاَوۡلَادِنَا وَاَصۡحَابِنَا وَجَمِیۡعِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ. اَمَّا بَعۡدُ:

قدر گل و مل بادہ پرستاں دانند
نہ خود منشاں و تنگدستاں دانند

از نقش تواں بسوئے بے نقش شدن
کین نقش غریب نقشبنداں دانند

خوشا روز اوّل کہ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ/ جولائی ۱۹۶۹ء میں حضرات کرام دامت برکاتہم العالیہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کے محب ومخلص اور اپنے مہربان و مشفق اور محسن صادق جناب صوفی شان احمد بھلوانہ (م ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء)، برادرِ گرامی جناب صوفی احمد یار بھلوانہ (م ۱۴۲۸ھ/ ۲۰۰۷ء)، اللہ کریم دونوں بھائیوں کو غریقِ رحمت فرمائے (ساکن پرانا بھلوال، ضلع سرگودھا)، کی تشویق وراہنمائی سے یہ ننگ جہاں کشاں کشاں خانقاہ سراجیہ شریف جا پہنچا اور اس خانقاہ عالیہ کی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز سلطانِ طریقت وشہنشاہِ حقیقت، آفتابِ عالم تاب ومہتاب ضیاء بار خواجہ خواجگان، شیخ المشائخ، مخدوم زماں سیّدنا ومرشدنا ومخدومنا حضرت مولانا

ابوالخلیل خان محمد صاحب بسط اللہ ظلہم العالی کی زیارت و دست بوسی کا اسے شرف نصیب ہوا۔

خوشا روز دوّم کہ بعد از نمازِ فجر اور حلقہ و مراقبہ اس پُر تقصیر کو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی سلک تاجدار کے اس گوہر نامدار و درّ شاہوار اور زنجیرہ روحانی کے عروۃ الوثقیٰ کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی سعادت ازلی ارزائی ہوئی اور تلقین وارشاد کے سبقِ اوّل، مثلِ آخر کا حظ وافر اور شافی وکافی عطا ہوا:

شالا مڑ آون اوہ گھڑیاں
جدوں سنگ سجناں دے رلیاں

در گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند برسر من روزِ قیامت

تا جان دارم در غمت آویزم
تا اشک بود برسر کویت ریزم
چون صبح قیامت بدمد با عشقت
از خاکِ درت نعرہ زنان برخیزم

رب کریم نے اپنے کرمِ عمیم کے صدقے توفیق رفیق ارزانی فرمائی اور ۲۹رشعبان المعظم ۱۴۲۶ھ/ ۴راکتوبر ۲۰۰۵ءکو اس روسیاہ نے ''آگاہی سیّد امیر کلالؒ'' کے ترجمہ کا آغاز کر دیا۔ دفتر سے چھٹی کے روز اور گاہے گاہے شبِ تار کے منور لمحات و اوقات میں یہ کام جاری و ساری رہا، اور فضلِ الٰہی کے طفیل بروز سوموار مؤرخہ ۲ر ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ/ یکم مئی ۲۰۰۶ء صبح کے سات بجے اختتام پذیر ہو گیا تھا، لیکن بوجوہ اس کی اشاعت میں تاخیر ہوتی گئی۔ بالآخر مسبب الاسباب نے ازخود اِس کی اشاعت کا یہ سبب پیدا فرمایا کہ برادرِ محترم جناب محمد صفدر ملک زاد لطفہ نے اسے طبع کرنے کا عزم کیا۔ احقر اُن کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ اللہ کریم انہیں اپنے نیک مقاصد میں کامران فرمائے۔ آمین۔

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جو حضرت خواجہ سیّد امیر کلال قدس سرہ (م ۷۷۲ھ/ ۱۳۷۰ھ) کے صاحبزادے، خلیفہ اور جانشین حضرت خواجہ امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۸ھ/ ۱۳۹۸ء) کے نواسے تھے۔ وہ اپنے عہد کے شیخ و مرشد تھے اور اُس

دَور کے اُمرا و حکام ان کے عقیدتمندوں میں شامل تھے۔ امیر تیمور (م ۸۰۷ھ/ ۱۴۰۵ء) کا بیٹا سلطان اولوغ بیگ (م ۸۵۳ھ/ ۱۴۴۹ء) اُن کا نیاز مند تھا۔

مصنف نے اس کتاب میں حضرت خواجہ سیّد امیر کلالؒ کے احوال و مناقب کو مدوّن کیا ہے، جس کے ساتھ ان کے صاحبزادگان و خلفاء کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ مصنف محترم نے اپنی والدہ محترمہ حضرت خاتون کلانؒ کے مناقب اور بعض اپنے حالات بھی قلمبند کیے ہیں۔ آخر میں سلسلہ خواجگان، سالکین کی قسمیں اور تلقینِ ذکر کی سند کے بارے مختصر و جامع تحریر پیش کی ہے۔ کتاب اپنے موضوع کا بنیادی مآخذ ہے اور صاحب ''رشحات عین الحیات'' نے بھی اسی سے حضرت سیّد امیر کلالؒ کے احوال و مناقب جمع کیے ہیں۔

یہ کتاب بار اوّل ''مقامات امیر کلال'' کے نام سے ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۰۹ء میں بخارا سے طبع ہوئی۔ (دیکھیے: فہرست کتب فارسی مؤسسہ علوم شرقی لینن گراد، جلد۱: ۳۱؛ برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۱۹۷)

بعدازاں حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء) نے اس کے مخطوطہ کی تصحیح فرمائی اور یہ ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء میں ادارہ مجددیہ، کراچی کی جانب سے منصۂ شہود پر آیا۔ پھر زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، کراچی نے بھی اسے زیورِ طبع سے آراستہ کیا۔

اس کا ایک مختصر اُردو ترجمہ محترم و مکرم جناب ڈاکٹر محمد ریاض مرحوم (م ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۴ء) نے کیا تھا، جو سیّد شاہد حامد صاحب نے راولپنڈی سے طبع کیا تھا۔ (دیکھیے: ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی، ص ۲۰۳؛ برصغیر میں پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات، ص ۲۳)

احقر نے زیرِ نظر ترجمہ ''آگاہی سیّد امیر کلالؒ (فارسی)'' سے کیا ہے۔ اور اہلِ مطالعہ کے ذوق و سہولت کے پیشِ نظر کتاب میں ابواب بندی و عناوین کا اہتمام از خود کیا ہے۔ نیز بعض اشخاص و جگہوں کے نام کتاب ''رشحات'' کی مدد سے درست کیے ہیں۔ پھر بھی کوئی سقم یا کوتاہی نظر آئے تو عفو و درگذر کی درخواست ہے۔

بارگاہِ الٰہی میں التماس ہے کہ میرے کریم رب! جو تھوڑی بہت زندگانی رہ گئی ہے، اُسے بھی اپنی ہی محبت و کام میں مستغرق و صَرف فرما۔ میرے کریم مولیٰ! مجھ ضعیف و نحیف اور بے ہنر و بے کل کو اپنے لطف و کرم کے صدقے صحت و عافیت کے ساتھ زندہ رکھ، اور خاتمہ بالخیر کے ساتھ

موت نصیب فرمانا۔ قبر و حشر کی سختیوں سے محفوظ فرمانا۔ آمین، ثم آمین!

آنچہ از کرمِ تو منِ گدا می خواہم
افزون ز ہزار بادشا می خواہم
ہر کس بہ درِ تو حاجتے می خواہد
من آمدہ ام از تو ترا می خواہم

خاکِ پائے اولیاءِ عظام
محمد نذیر رانجھا غفر ذنوبہ وستر عیوبہ
مکان نمبر ۱۳۱، غازی آباد،
کمال آباد، راولپنڈی
۸/ ذیقعد ۱۴۳۰ھ/ ۲۸/ اکتوبر ۲۰۰۹ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

مختصر احوال ومناقب حضرت خواجہ سیّد امیر کلال قدس سرہٗ

نسب ووطن

حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ کے والد بزرگوار کا نام حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ تھا، جو صحیح النسب سیّد تھے۔

آپ موضع سوخار (سوخاری) بخارا میں رہتے تھے، جو قصبہ سماس (سماسی) سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کا پیشہ کوزہ گری تھا۔[1]

ولادت سے قبل کرامت

آپ کی والدہ ماجدہ انتہائی متقی وپرہیز گار خاتون تھیں۔ حضرت امیر کلال طَیَّبَ سَبِقَ اللّٰہُ ثَرَاہُ وَجَعَلِ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ کے اکابر احباب آپ کی والدہ (ماجدہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے بطن میں آپ کو پیدا فرمایا تو جب شبہ والا لقمہ میرے پیٹ میں جاتا تو مجھے ایسا شدید درد ہوتا کہ میں بیہوش ہو جاتی اور مجھے اپنی کوئی خبر نہ رہتی۔ جب یہ قصہ اکثر ہوا تو میں سمجھ گئی کہ یہ اس عظیم فرزند کی برکت سے ہے۔ یہ اس چیز کی علامت ہے کہ میں پاکیزہ فرزند ہوں، میرا باپ بھی پاکیزہ ہے اور ماں بھی عفیفہ ہے:

دلم پاک است و مذہب پاک دارم

طریق راست راہِ راست دارم

یعنی: میرا دل پاک ہے اور مذہب (بھی) پاک رکھتا ہوں، (نیز میری) طریقت راست ہے (اور) راہ (بھی) راست رکھتا ہوں۔ (۲)

کُشتی لڑنا

منقول ہے کہ جب سیّد السادات حضرت امیر کلالؒ پندرہ برس کے ہوئے تو ایک رات کُشتی کرنے میں مشغول تھے۔ آپ اس کام میں یوں منہمک تھے کہ اس کی کوئی حد نہ تھی۔ کیونکہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے، مرد کو گمنامی سے ملتا ہے:

ہر کہ را روے در نکو نامی است
طمعِ عاشقی ازو خامی است
رَو تو بدنام باشد در رہِ عشق
کین سعادت ہمہ ز بدنامی ست

یعنی: ہر شخص جسے نیک نامی سے لگاؤ ہے، اس سے عاشقی کی امید رکھنا خام خیالی ہے۔
❁ جا تُو عشق کے راستے میں بدنام بن جا، کہ یہ سعادت سراسر بدنامی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ (۳)

بشارت سعادتمندی

منقول ہے کہ قابلِ اعتماد راوی روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کے والد (بزرگوار) ''افشنہ'' کے مبارک دیہات میں مقیم تھے، حضرت سیّد اتا (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے (شہر) مدینہ (منورہ) سے (واپس) آتے ہوئے اپنے برگزیدہ احباب کی ایک جماعت کے ہمراہ اس دیہات سے گزرے۔ حضرت اتا (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے والد (بزرگوار) کے درمیان برادری کا تعلق تھا اور جب بھی حضرت سیّد اتا (رحمۃ اللہ علیہ) یہاں تشریف فرما ہوتے تو سب سے پہلے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے اور بعد ازاں بخارا تشریف لے جاتے تھے۔

ایک روز حضرت اتا (رحمۃ اللہ علیہ) ''افشنہ'' (کے گاؤں) میں تشریف لائے اور انہوں

نے حضرت امیر کلال (رحمۃ اللہ علیہ) کے والد (بزرگوار) سے فرمایا کہ اے بھائی! اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں ایک ایسا فرزند عطا کرے گا کہ سارا جہاں اس کی خدمت کرے گا اور اُن کا نام ''امیر کلال'' ہوگا۔ جب چند سال گزرے تو حضرت اتا رحمۃ اللہ علیہ پھر موضع افشنہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ایک قول کے مطابق یوں ہے کہ حضرت سیّد اتا (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اے بھائی! اپنے فرزند کو ہمارے پاس لائیں۔ جب حضرت امیر (کلال رحمۃ اللہ علیہ) کو لایا گیا تو حضرت اتا (رحمۃ اللہ علیہ) نے انہیں اپنی گود میں بٹھالیا۔ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت امیر (کلالؒ) بچوں کے ساتھ تھے، لیکن کھیل نہیں رہے تھے۔ جب آپ نے حضرت اتاؒ کو دیکھا تو فوراً چل پڑے اور سیّد اتاؒ کے پاس آ گئے۔ حضرت سیّد اتاؒ انہیں لے کر گھر میں آئے اور انہیں اپنی آغوش میں بٹھالیا اور اپنا عمامہ لے کر اُس کے دو برابر حصے بنائے، آدھا اپنے سر مبارک پر باندھ لیا اور دوسرا آدھا (حضرت) امیر (کلالؒ) کے سر پر باندھ دیا۔ ساعت بھر نہ گزری تھی کہ حضرت سیّد اتاؒ نے فرمایا کہ امیر (کلالؒ) کو میرے پاس لایا جائے۔ جب ان کو لایا گیا تو انہوں نے حضرت امیر کی آدھی پگڑی کو اپنی آدھی پگڑی کے ساتھ ناپا تو وہ دو دھاگے زیادہ نکلی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے تین بار ناپا۔ ہر بار ناپنے پر ایک گز زیادہ نکلتا تھا۔ جب حضرت اتاؒ نے یہ حال دیکھا کہ (حضرات) مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواحِ طیبہ نے سب ولایت کو پوری طرح اِس فرزند کو دے دیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے ان کے مرتبہ کو عالی پایا ہے اور اِن کا مرتبہ ہم سے بھی زیادہ ہوگا۔ اور یہ مشاہدہ ۶۸۳ سال ہجرت (حضرت) مصطفیٰ علیہ السّلام والاکرام میں ہوا ہے۔ اس طرح:

دولت ہمہ از خدائے بے چوں آید
تا در حقِ ہر بندہ نظر چوں آید
آن را کہ خدائے دولتے خواہد داد
ناگاہ ز سنگِ خارا بیروں آید

یعنی: سب دولت خدائے بے چوں سے نصیب ہوتی ہے، تا کہ ہر بندے کے حق میں نظر ایسی ہو۔

۞ وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ کوئی دولت دے گا، وہ اچانک سنگِ خارا (ایک قیمتی نیلگوں پتھر،

یعنی مبارک جگہ) سے باہر آئے گا۔ (۴)

انتخاب مرشد و مرید

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ رامیتن کلاں کے گاؤں میں کشتی کرنے میں مشغول تھے۔ (حضرت) خواجہ محمد بابا (سماسی رحمۃ اللہ علیہ) ایک دیوار کے سایہ میں کھڑے تھے اور (حضرت) امیرؒ کے احوال میں مستغرق ہو چکے تھے۔ (حضرت) خواجہ بابا (سماسی رحمۃ اللہ علیہ) کے محرمین میں سے ایک نے عرض کیا کہ اے مخدوم! یہ لوگ تو بدعت میں مشغول ہیں، آپ کیوں متحیر ہو گئے ہیں؟ حضرت خواجہ بابا (سماسی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے دوستو! اس میدان میں ایک مرد ہے اور اِس شکار گاہ میں ایک شکار ہے کہ تمام کاملین اس کی صحبت سے بہرہ مند ہوں گے اور ہم اس مرد کے منتظر ہیں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں ہمارے جال میں لے آئے، کیونکہ وہ بہت بلند پرواز پرندہ ہے اور ہم نے ان کے مقامات کو بہت بلند دیکھا ہے۔ (حضرت) خواجہؒ یہ فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت امیرؒ کی نظر (حضرت) خواجہ محمد بابا (سماسیؒ) پر پڑی، اور اُن کا دل حضرت خواجہ کی کمند کا شکار ہو گیا اور عنانِ اختیار (حضرت) امیرؒ کے ہاتھ سے نکل گئی۔ پس اُسی روز انہوں نے آپ کو فرزندی میں قبول کر لیا اور اُس دن کے بعد جب تک کہ آپ اس دنیا میں حیات رہے، کسی آدمی نے کبھی حضرت امیرؒ کو کسی اکھاڑے اور بازار میں نہیں دیکھا۔ (۵)

ریاضت و عبادت

اس واقعہ کے بعد آپ حضرت خواجگانؒ کے طریقہ کے مطابق ریاضت میں مشغول رہے، یہاں تک کہ حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۵۵ھ/۱۳۵۴ء) کی تربیت کے سایہ میں درجۂ تکمیل وارشاد پر پہنچے۔ نقل ہے کہ متواتر آٹھ برس تک آپ ہمیشہ سوموار اور جمعۃ المبارک کے روز نمازِ مغرب سوخار میں پڑھتے اور نمازِ عشاء سماس میں حضرت محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ادا کرتے، اور نمازِ فجر سوخار میں آ کر گزارتے۔ کسی کو بھی آپ کے اِس حال کی خبر نہ ہوتی۔ (۶)

تقویٰ و پرہیز گاری

آپ کے بڑے احباب سے منقول ہے کہ حالت مجردی میں ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو اتفاق ہوا کہ اپنے اور اپنے احباب کے کپڑوں کو دھوئیں اور (موضع) رامیتن کلاں کے باغوں میں سے ایک باغ کی سیر کریں۔ جب کپڑے دھل گئے اور اُن کو خشک کرنا چاہا تو حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اے دوستو! کپڑوں کو کانٹوں کی باڑھ پر ڈال دو، تاکہ جانوروں کا چارہ خراب نہ ہو۔ سب دوست (اس سے) عاجز ہو گئے تو حضرت امیرؒ نے دوستوں سے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر ڈالتا ہوں اور (اسے) سورج کی طرف کرتا ہوں، یہاں تک کہ (وہ) خشک ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے میرے دوستو! اگر دیوار گر پڑے، یا کانٹوں کی باڑھ گر پڑے، یا جانوروں کا چارہ خراب ہو جائے تو تم اِس باغ کے مالک کے سامنے کیا عذر پیش کرو گے؟ خبردار! غیر شرعی کام، خواہ وہ کتنا چھوٹا ہو، معمولی مت سمجھو کہ آدمی گناہ کو معمولی سمجھنے کی وجہ سے دوزخ میں جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: ''لَاصَغِیْرَۃَ مَعَ الْاِصْرَارِ وَلَا کَبِیْرَۃَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ.'' (اتحاف السادۃ المتقین، جلد ۸: ۵۷۰؛ کشف الکفاء، جلد ۲: ۵۰۸)۔ یعنی: بار بار کرنے سے کوئی (گناہ) صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار کرنے سے کوئی کبیرہ نہیں رہتا۔

نیز حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر راستے کو کشادہ نہیں فرماتا جو تقویٰ کو اپنے حال کا شعار نہیں بناتا۔ یہ حالات (درجات) ان کے بیعت (طریقت) سے پہلے کے تھے، اور اُس وقت تک (حضرت) خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ والرضوان نے انہیں فرزندی میں قبول نہیں کیا تھا۔ (۷)

قلبی خیال سے آگاہی

ایک روز حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کشتی کرنے میں مشغول تھے۔ ایک جماعت جسے باطنی صفائی حاصل نہ تھی، وہ حضرت امیرؒ کی غیبت کر رہی تھی کہ ایسے سیّد زادہ کو اِس طرح کے بدعت کے کام میں مصروف نہیں ہونا چاہیے، اور انکار کرنے والے انکار کر رہے تھے۔ ان لوگوں

نے اپنے ساتھ نشہ والی چیزیں رکھی ہوئی تھیں، تاکہ ان کو اپنے درمیان رکھیں۔ اچانک اسی مجلس میں لوگوں پر نیند غالب آ جاتی ہے اور وہ دیکھتے ہیں کہ میدانِ حشر برپا ہے اور یہ جماعت ایک گڑھے میں گر پڑتی ہے۔ ہر چند لوگ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، لیکن کسی طرح بھی باہر نہیں نکل سکتے۔ وہ اچانک حضرت امیر کو دیکھتے ہیں کہ آپ آ پہنچے ہیں اور آپ ان لوگوں کو کانوں سے پکڑ کر گڑھے سے باہر نکال لائے ہیں، اور آپ نے یوں فرمایا ہے کہ اے دوستو! میں اس طرح کے کام کو ایسی جگہوں کے لیے کرتا ہوں۔ ہم پھنس جانے والوں کو حق تعالیٰ وتقدس کی عنایت سے باہر نکال لاتے ہیں۔ خبردار! بدگمان مت بنو اور حقارت کی نظر سے مت دیکھو:

گر آفتاب ملکی و گر سایۂ الٰہ

در ہیچ کس بہ چشم حقارت مکن نگاہ

دل را بہ آہ صبح صفادہ کہ گفتہ اند

آئینہ دل است کہ روشن شود بہ آہ

خواہی کہ چشم اہل دلے برتو افتدت

افتادہ باش در رہِ عزت چو خاک راہ

یعنی: اگر تو جہان کا سورج ہے یا ظل الٰہی ہے تو پھر کسی آدمی کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔

۞ (اپنے) دل کو صبح کی آہ سے پاکیزہ بنا، کیونکہ کہتے ہیں کہ دل کا آئینہ ایسی چیز ہے جو آہ کے ذریعے روشن ہوتا ہے۔

۞ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ کسی اہلِ دل کی نظر تیرے اوپر پڑ جائے تو پھر رہِ عزت میں راستے کی خاک کی مانند گرا پڑا رہ۔ (۸)

درسِ وسعتِ قلبی

منقول ہے کہ ایک روز (حضرت) سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ معرفت میں مستغرق تھے اور اپنے دوستوں سے حج کے مناسک کا قصہ اور بعض منازل کا حال بیان کر رہے تھے اور علماء کا اس بارے میں جو اتفاق اور اختلاف ہے، وہ سب بتا رہے تھے۔ چنانچہ حاضرین مجلس حیران رہ گئے۔ اس مجلس میں ایک بے اعتقاد تھا، وہ کہنے لگا کہ حضرت امیر نے کعبہ کب دیکھا ہے کہ (وہاں کا)

بیان کرر ہے ہیں؟ آدمی اس چیز کا ذکر کرتا ہے جسے اس نے دیکھا ہو۔ ابھی ایک ساعت نہ گزری تھی کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے اور اُس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اپنی آنکھیں کھولو اور اوپر دیکھو کہ تمہیں نظر آئے۔ جب اُس آدمی نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ کعبہ حضرت امیرؒ کے سر پر گھوم رہا ہے۔ جب اس آدمی نے یہ حالت دیکھی تو وہ حضرت (امیرؒ) کے (مبارک) قدموں میں گر پڑا اور توبہ کی۔ اس پر حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اے ناسمجھ! جب آدمی کے پاس ایک درم نہ ہو تو اُس کے گمان میں ہوتا ہے کہ کسی کے پاس بھی کوئی شے نہیں ہے۔ جب تک تو اپنے دل کے آئینہ کو کشادہ نہیں کرتا، اس وقت تک تو کچھ نہیں دیکھ سکتا:

این دیدہ بپوش تا دلت دیدہ شود
زان دیدہ جہان دیگرے دیدہ شود
گر روزنِ دل ز ذکر حق بکشائی
بر بام فلک ہر چہ بود دیدہ شود

یعنی: اس آنکھ کو بند کرتا کہ تیرا دل بینا بن جائے (کیونکہ) اس آنکھ سے ایک دوسرا جہان نظر آتا ہے۔

۞ اگر تو دل کا روشندان ذکرِ حق سے کشادہ کرلے (تو) پھر آسمان کے چھت پر جو کچھ ہے، اسے دیکھنے لگے گا۔

یہ قصہ حق کی طرف سے خلقت کے مرشد، خلقت کی طرف سے لوگوں کی حجت، قول و عمل میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے مطیع یعنی (حضرت) خواجہ ابو حفص کبیر بخاری نَوَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَرْقَدَہٗ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو روشن فرمائے) کی مسجد میں رونما ہوا تھا، جب حضرت امیرؒ اپنے سب ساتھیوں کے ساتھ اس مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس (بے اعتقاد) شخص نے جب یہ حالت مشاہدہ کی تو (فوراً) توبہ کی اور (پھر وہ) راہِ حق کے مقبولوں میں سے ہو گیا۔(۹)

شیر کی ارادت

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر (کلال رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے عقیدتمندوں کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت خواجہ اتا (رحمۃ اللہ علیہ) کے مزارِ پُر انوار کی زیارت کا شوق دامن گیر ہو

گیا۔ جب کچھ راستہ چلے تو اُسی رات ایک شیر آیا اور اُن کے راستے کے کنارے پر کھڑا ہو گیا اور کسی طرح بھی (آگے سے) ہٹتا نہیں تھا۔ آپ کے عقید تمند پریشان ہو گئے، اور جب حضرت امیرؒ (وہاں) پہنچے اور یہ حالت دیکھی تو فوراً جذبہ میں آ کر شیر کی گردن پکڑ لی اور اسے راستے سے (کھینچ کر) باہر لائے۔ پھر وہاں رکے رہے اور جب آپ کے ساتھی وہاں سے گزرتے تو دیکھتے کہ شیر نے اپنا سر نیچے کیے ہوا ہے اور اُسے زمین پر رکھا ہے اور پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے، جیسے کوئی آدمی کسی کی تعظیم کرتا ہے۔ جب آپ کے عقید تمندوں نے یہ حالت دیکھی تو حضرت امیرؒ سے پوچھا کہ اے مخدوم! یہ کیسی حالت ہے؟ بعد ازاں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے میرے دوستو! جان لو اور آگاہ رہو کہ جو کوئی ظاہر و باطن میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتا ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ ساری مخلوق کو اُس سے ڈراتا ہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے اور وہ اُسے ڈراتی ہے:

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
که گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ
چو خسرو بہ فرمان داور بود
خدائیش نگہبان و یاور بود

یعنی: تو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ نہ موڑ، تا کہ کوئی بھی تیری نافرمانی نہ کرے۔
✿ جب بادشاہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا نگہبان اور مددگار ہوتا ہے۔ (۱۰)

امیر تیمور کی ارادتمندی و فتح یابی

منقول ہے کہ ایک روز امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نمازِ جمعہ ادا فرمانے کے بعد بخارا کے شہر سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب کلاباد پہنچے تو فتح آباد اور کلاباد کے درمیان ایک سبزہ زار میں (لوگوں کی) ایک جماعت کو پایا، جو شرعی صحبت میں مصروف تھے۔ آپ نے درویشوں کے مقامات کے کچھ واقعات اُن سے سنے۔ اور یہ (لوگ) اولیاء اللہ کی ولایت اور کرامات بیان کر رہے تھے۔ اس جماعت میں امیر تیمور بھی تھے۔ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقید تمندوں کے ساتھ گزر رہے تھے۔ جب امیر تیمور کی نگاہ اس جماعت پر پڑی تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کونسے

درویشوں کی جماعت ہے؟ ان کے درمیان سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ حضرت امیر کلال ہیں۔
جب امیر تیمور نے سنا تو وہ فوراً ہوا کی طرح چلے اور حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گئے۔ سرِ نیاز سامنے کیا اور یوں فرمایا کہ اے بزرگوارِ دین! اور اے راہنمائے راہِ یقین! میں آپ کے کرم سے اس طرح کی امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی کام فرمائیں، تاکہ وہ درویشوں کی تسکین خاطر کا سبب بنے۔ اس پر حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درویشوں کی باتیں مخفی ہوا کرتی ہیں اور ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم خود بات کریں، جب تک کہ (خواجہ) عزیزان (رحمۃ اللہ علیہ) کی روحانیت اشارہ نہ کرے ہم کچھ نہیں کہتے، کیونکہ (اہل اللہ) نے (کبھی) اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا ہے۔ لیکن آپ انتظار کریں، اور غافل مت رہیں کہ میں آپ کے کام کے لیے ایک بڑی روشنی دیکھ رہا ہوں، جو آپ تک پہنچے گی۔
جب حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر پہنچے تو خلوت گاہ میں تشریف لے آئے۔ پھر اس سے باہر آئے اور نمازِ عشاء کو باجماعت ادا فرمایا۔ اس کے بعد مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی روحانیت سے آپ کو ایک خبر ملی۔ فوراً اپنے محرموں (خدام) میں سے ایک، جس کا نام شیخ منصور تھا اور وہ قرامان میں مقیم تھا، کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جلدی جاؤ اور امیر تیمور کو کہو کہ ذرا بھر دیر نہ کریں اور فوراً خوارزم کی طرف چلے جائیں۔ کسی چیز کو خاطر میں نہ لائیں، اگر بیٹھے ہوں تو کھڑے ہو جائیں اور کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں کہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواح مبارک نے اشارہ فرمایا ہے کہ تمام مملکت ایک سرے سے دوسرے تک آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو دے دی گئی ہے۔ جب خوارزم آپ کے تصرف میں آ جائے تو پھر سمرقند کی طرف متوجہ ہو جائیں۔
جب شیخ منصور امیر تیمور کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ امیر تیمور کھڑے ہیں اور وہ جواب کے منتظر تھے۔ جب شیخ منصور نے یہ خبر پورے اہتمام اور کمال سے بتائی تو امیر تیمور بلاتوقف روانہ ہو گئے۔ جب کچھ راستہ طے کر لیا تو ایک جماعت کو آتے ہوئے دیکھا، جس نے آ کر امیر تیمور کے خیمے کو گھیر لیا۔ ہر چند انہوں نے (امیر تیمور) کو ڈھونڈا، لیکن (انہیں) نہ پایا۔ نیز کسی آدمی نے بھی نہ بتایا۔ اور یہی (سبب) تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں مملکت عنایت فرمائی۔ جب وہ خوارزم سے فاتح و کامران واپس لوٹے تو پھر سمرقند آ گئے اور یہاں مقیم ہو گئے۔ یہی (چیز) تھی کہ ان کا کام لحظہ بہ لحظہ اور روز بہ روز زیادہ ہوتا گیا اور اُن کا مقام بلند ہونے لگا۔ (۱۱)

اللہ والوں سے دشمنی کی سزا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلالؒ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جامع مسجد بخارا کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ایک آدمی اپنے غلام کے ہمراہ اپنے کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ اس غلام نے کہا کہ اے مالک! یہ کون لوگ ہیں جو آ رہے ہیں؟ مالک نے کہا، یہ مفت خور ہیں۔ جب اس شخص نے اپنے غلام سے یہ بات کی تو حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے دوستو! حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی درویشوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے، جب تک وہ ذلیل نہ ہو جائے، دنیا سے نہیں جاتا۔ سب عقیدتمند حیران ہو گئے کہ کیا (ماجرا) ہوا ہے کہ آپ کی مبارک زبان پر یہ بات آئی ہے؟ لیکن وہ اس (واقعہ) سے آگاہ نہ تھے۔ جب وہ جامع مسجد (بخارا) سے واپس لوٹے اور اُسی جگہ پہنچے تو اُس آدمی کے اندر (باطن) میں آگ لگی تھی اور وہ کسی طرح بھی (اسے) برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ جب اس کی نظر (درویشوں پر) پڑی تو سمجھ گیا کہ اس نے بُری بات کہی ہے۔ وہ آدمی بولا: "مجھے (حضرت) امیرؒ کے پاس لے چلو کہ میں نے بیہودہ بات کی ہے۔" جب اسے (حضرت) امیرؒ کے پاس لائے تو (حضرت) امیرؒ نے فرمایا کہ اے عزیزو! اس نے ایک ایسا کاری تیر کھایا ہے جس کا علاج نہیں ہو سکتا، اسے واپس گھر لے جاؤ۔ ابھی وہ گھر نہیں پہنچا تھا کہ اس جہاں سے چل بسا:

زنہار ازین قوم گریزاں می باش

صد سر برند کہ درمیان دست نہ بود

یعنی: خبردار! اس جماعت (صوفیہ کی دشمنی) سے تو باز رہ (کہ یہ لوگ) سینکڑوں سر (یوں) کاٹ ڈالتے ہیں کہ کوئی ہاتھ نظر نہیں آتا۔

جی ہاں! جو کوئی (اپنا) ہاتھ اللہ والوں کے ہاتھ میں دیتا ہے تو اُس کی وجہ سے (یہ ہوتا) ہے کہ (اللہ والے) اس کا ہاتھ دنیا سے روک لیتے ہیں اور اُس کے چہرے کو پاکیزہ بنا ڈالتے ہیں۔ (۱۲)

وصال مبارک

آپ نے صبح صادق کے وقت بروز جمعرات ۸؍جمادی الاوّل ۷۷۲ھ/ ۲۸؍نومبر ۱۳۷۰ء

کو موضع سوخار (بخارا) میں وصال فرمایا اور اِسی جگہ آخری آرامگاہ پائی۔ آپ کا مزار مرجع الخلائق ہے۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً.

وصال مبارک سے قبل اپنے خلفاء وعقیدتمندوں کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ (م۷۹۱ھ/ ۱۳۸۸ء) کی متابعت کا حکم فرمایا۔ آپ کے خلفائے طریقت کی تعداد ایک سو چار کے لگ بھگ مذکور ہے۔(۱۳)

ملفوظات مبارک

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اپنے معارف میں احباب سے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عبادت میں تمہاری پیٹھ کبڑی ہو جائے اور ریاضت میں تمہارا جسم کمان کے چلّے کی طرح باریک ہو جائے تو خدائے خالق کے جلال وعظمت کی قسم کہ تم ہرگز مقصود تک نہ پہنچو گے، جب تک کہ اپنے لقمہ اور خرقہ کو پاک نہ رکھو اور حضرت مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کی پیروی نہ کرو، کیونکہ تمام کاموں کی اصل اسی پر ہے۔ آیہ ــــ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (سورۃ المدثر: ۴۔ یعنی: اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے) ـــ سے اسی بات کی تاکید وتائید ہوتی ہے۔

جب حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ پر ضعف غالب ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادوں اور احباب کو جمع کیا اور یوں خطاب فرمایا:

۱۔ جب تک تم زندہ رہو، طلبِ علم سے ایک قدم دُور نہ رہو، کیونکہ طلبِ علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اوّل علم ایمان؛ دوّم علم نماز؛ سوّم علم روزہ؛ چہارم علم زکوٰۃ؛ پنجم علم حج، اگر استطاعت ہو؛ ششم والدین کی خدمت کا علم؛ ہفتم صلہ رحم اور رعایت ہمسایہ کا علم؛ ہشتم خرید وفروخت کا علم، اگر ضرورت ہو؛ نہم حلال وحرام کا علم، کیونکہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بے علمی کے سبب سے تباہی کے بھنور میں گر پڑتے ہیں۔

۲۔ چاہیے کہ تم خدادان بنو اور خداخواں بھی۔ اور ایسے کام میں مشغول رہو کہ جس سے دنیا کے خیال میں تمہارا دین نہ جاتا رہے۔ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ کوئی عبادت خداترسی سے بہتر نہیں ہے۔ نیز چاہیے کہ جب تم ذکر خدا میں مشغول ہو تو کلمہ لا الٰہ سے تمام ماسوائے حق کی نفی کرو اور غیر شرع باتیں نہ کرو۔ اور کلمہ الا اللہ سے تمام مشروعات کا

اثبات کرو۔ اور اپنے دل میں اس امر پر نگاہ رکھو کہ کوئی عبادت وسجدے کے لائق نہیں سوائے خدا تعالیٰ کے، جو باپ بیٹے اور معاونت ومدد سے بے نیاز ہے۔ جب تم نے یہ بات مان لی تو تم ذاکرین میں سے ہوگے۔ اور جان لو کہ کپڑے کو پانی، زبان کو خدا تعالیٰ کا ذکر اور تمہارے جسم کو نماز کا ہمیشہ ادا کرنا پاک کردیتا ہے۔ اور تمہارے مال کو زکوٰۃ اور تمہاری راہ کو مطالبۂ حقوق کرنے والوں کی رضامندی اور تمہارے دین کو شرک سے بچنا پاک کردیتا ہے۔ یارو! اخلاص کرو اور اخلاص کے ساتھ رہو۔

۳۔ چاہیے کہ تم توبہ کرتے رہو، کیونکہ توبہ تمام بندگیوں کا سر ہے۔ توبہ یہ نہیں کہ زبان سے کہو کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ توبہ یہ ہے کہ تم پہلے اپنے گناہوں سے دل میں پشیمان ہو اور نیت کرو کہ آئندہ اس گناہ کی طرف نہ جاؤ گے، اور ہمیشہ رب العزت سے ڈرتے رہو، اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو، اور اپنے مطالبہ حقوق کرنے والوں کو راضی کرو، اور گریہ وزاری ایسی کرو کہ توبہ کا اثر اپنے باطن میں مشاہدہ کرو، تاکہ تائب کا نام تم پر صادق آئے۔

۴۔ چاہیے کہ روزی کا غم تم اپنے دل سے نکال دو، اور آخرت اور ادائے بندگی کے غم کو اپنے دل میں جگہ دو، کیونکہ تمام کاموں میں اصل یہ ہے۔

۵۔ فرمایا کہ ارادت کیا ہے؟ ارادت خدا کی طلب، ترکِ عادت، وفائے عہد، ادائے امانت، ترک خیانت، اپنی تقصیر کی دید اور اپنے عمل کی نادید کا نام ہے۔

۶۔ ہر حال میں امر معروف اور نہی منکر بجالاؤ۔ اور ہمیشہ دل میں غیر شرع امر اور بدعت کے منکر رہو۔ اور آیہ ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ'' (سورۃ التحریم:۶) یعنی: اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں—— پر غور کرو، تاکہ قیامت کے دن تم درماندہ نہ ہو۔ اور جو بات کہ عتیبۃ الغلام علیہ الرحمۃ نے فضیل عیاض علیہ الرحمۃ سے ارشاد فرمائی، اس سے آگاہ رہو۔ ایک دن ہوا نہایت سرد تھی۔ عتیبۃ الغلام باریک کپڑے پہنے ہوئے سرد ہوا میں کھڑے تھے اور اُن سے پسینہ جاری تھا۔ فضیل نے پوچھا کہ اس ٹھنڈی ہوا میں پسینہ کیوں ہے اور کس لیے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ باوجود اس کے کہ مجھ میں نیک کام کے کرنے کا حکم کرنے کی طاقت تھی اور برے کام سے روکنے کی بھی

طاقت تھی، مگر میں نے منع نہ کیا، اور نیکی کا حکم کرنے کو ترک کیا۔ اس لیے اب تک اس شرمندگی میں ہوں اور اس پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوں۔ اب تم اپنے دل میں خیال کرو کہ ہم سے ہر روز کتنے امر معروف اپنے حق میں، (اور) خاص کر کے دوسروں کے حق میں ترک ہوتے ہیں۔ اپنے عملوں کو زرِ خالص خیال نہ کرنا چاہیے، بلکہ شریعت کی کسوٹی پر پَرکھنا چاہیے۔ اگر نیک ہو تو قبول، ورنہ رَد کر دینا چاہیے۔

۷۔ تمام کاموں میں اصل شریعت اور اُن حدود کی حفاظت ہے جو حق تعالیٰ نے مقرر کر دی ہیں، لیکن عمل کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے دل میں خیال کرے کہ اس حد کے بارے میں، جو بندوں میں باہم ہے، کتنی وعید نازل ہوئی ہے۔ پس جو حد کہ بندے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہے، اس کا کیا حال ہوگا؟ وہ حدیں مکان و زمان میں، نظر اور گفت وشنید میں، چلنے، کھانے، پینے اور نفقہ وصدقہ کے لینے اور نہ لینے میں ہیں۔ اس جگہ ان کی رعایت کر سکتے ہیں، کیونکہ موقع اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اور وہ کام کرنا چاہیے جو نجات کا سبب ہو۔ اور کسب حلال کے لیے غنا و کفاف کے طریقہ سے متوجہ ہو، نہ کہ لاف واسراف کے واسطے۔ اس کے بعد نفقہ کی طرف شرع کے مطابق متوجہ ہو، نہ کہ بطریق اسراف یا بخل، بلکہ میانہ روی اختیار کرو۔ اگر صدقہ کرو تو حلال کمائی سے کرو۔ رہے حدود روزہ جو سال میں ایک بار آتے ہیں، سو وہ خود کو صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے روکنا ہے۔ یہ نگہداشت روزے کا ظاہر ہے۔ اور اپنے کان کو حرام سننے سے، ہاتھ کو حرام پکڑنے سے اور پاؤں کو حرام چلنے سے روکنا روزے کا باطن ہے۔ روزے کی حقیقت یہ ہے کہ روزہ دار اپنے دل کو تمام حالات میں، خاص کر کے روزے کے وقت میں تکبر، حسد، طمع، ریا، نفاق، کینہ اور خود پسندی سے پاک رکھے۔ اور چاہیے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی حدود کی نگہداشت میں نہایت کوشش کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا، اس کی نماز، حج اور کوئی کام قبول نہیں ہوتا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ بخیل اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے دلوں سے دُور ہے۔ نیز بہشت سے دُور اور دوزخ سے نزدیک ہے۔ اور سخی خدا کی رحمت اور بندگانِ خدا کے دلوں کے نزدیک اور دوزخ سے دُور ہے۔ نیز تمہیں معلوم رہے کہ آدمی کے دین کو کوئی چیز اِس طرح درست

نہیں کرتی جیسا کہ حسنِ خلق اور سخاوت۔

۸۔ یارو! تمہیں معلوم رہے کہ لوگ اس وجہ سے مقصودِ حقیقی تک پہنچنے سے محروم رہتے ہیں کیونکہ انہوں نے راہِ وصول کو چھوڑ دیا ہے اور کمینی دنیا پر قانع ہو گئے ہیں۔ لیکن صوفی کو چاہیے کہ معرفت و توحید باری تعالیٰ میں اپنے اعتقاد کو درست رکھے، اور گمراہی اور بدعت سے دُور رہے، اور اپنے اعتقاد میں مقلّد نہ بنے، اور ہر بات میں دلیل و برہان رکھتا ہو، تا کہ بوقت حاجت حتی الامکان اسے بیان کر دے۔

اے یارو! اس سے بری کوئی چیز نہیں کہ لوگ تم سے مذہب کی بات کہیں اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ یہ دلیل عقلی ہے، کیونکہ اگر دوسروں کے لیے غیبت ہے تو اس گروہ کے لیے کشف ہے، جو کچھ معرفت ہے، دوسروں کا مقصود ہے، ان کے لیے حق سے موجود ہے۔ کیونکہ دوسرے لوگ اہلِ استدلال ہیں اور ہمارے احباب اہلِ وصال ہیں۔ اس گروہ کو اس جماعت سے کیا نسبت ہے؟

یارو! جان لو کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں کہ جس میں خدا کے دوستوں میں سے کوئی ایسا دوست موجود نہ ہو، جس کی برکت سے خدا تعالیٰ سب کو سختیوں اور مصیبتوں سے بچاتا ہے۔ خبردار! تم ایسے مردوں (اولیاء) کے طالب رہنا، تا کہ ہر دو جہان کی دولت تمہیں نصیب ہو۔

۹۔ چاہیے کہ تم علماء کی خدمت میں رہو، اور اُن کے پاس بیٹھا کرو، کیونکہ وہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے چراغ ہیں۔ جاہلوں اور اُن کی صحبت سے دُور رہو اور دنیا داروں سے صحبت نہ رکھو، کیونکہ ان کی صحبت تم کو خدا سے دُور رکھتی ہے۔

۱۰۔ چاہیے کہ سماع یعنی رقاصوں کی مجلس میں حاضر نہ ہو اور اُن کے ساتھ نہ بیٹھو، کیونکہ سماع کی کثرت اور اہلِ سماع کی صحبت دل کو مردہ بنا دیتی ہے۔ رخصتوں سے دُور رہو، اور جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کرو، کیونکہ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ اگر تمہیں زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو حضرت قطب الاقطاب خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی وصیتوں کا مطالعہ کرو۔ سالک کے لیے اتنا ہی کافی ہے، لِلْعَاقِلِ يَكْفِيهُ الْإِشَارَةِ. یعنی: عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

جب حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وصیتیں فرمائیں تو فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اور ہمارے احباب کے کام کا سرانجام اِن وصیتوں کی نگہداشت پر ہو۔ پھر فرمایا کہ پہلے مشائخ نے اپنے اپنے مریدوں سے ارشادات فرمائے جن کو وہ بجالائے۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے احباب کو ہماری وصیتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ گوشۂ تنہائی میں تشریف لے گئے اور تین دن تک آپ نے کسی صاحبزادے سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا اور خدا کی بہت حمد کی۔ حاضرینِ مجلس نے سوال کیا کہ اے مخدوم! آپ نے اس مقام میں بہت حمد کی، ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تین دن سے میں مراقبہ میں تھا اور تنہائی کے گوشہ میں لوگوں کی ملاقات سے متنفر تھا۔ میں دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا کہ ہمارا اور ہمارے احباب کا کیا حال ہوگا؟ ہاتف غیبی نے ہمارے باطن میں یہ ندا دی کہ اے امیر کلال! ہم نے تجھ پر، تیرے احباب پر، تیرے دوستوں پر اور اُن لوگوں پر جن پر آپ کے مطبخ کی مکھی بیٹھی ہو، رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کردیے۔ تم خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمائے گا۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ اسی دن جوارِ رحمت الٰہی میں جابسے۔ (۱۴)

اولادِ امجاد

آپ کے چار صاحبزادے تھے، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت سیّد امیر برہان رحمۃ اللہ علیہ

سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار فرمایا کرتے تھے کہ یہ فرزند میری برہان ہے۔ آپ کی تربیت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۸ء) کے سپرد تھی۔ (۱۵)

۲۔ حضرت سیّد امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے دوسرے فرزند تھے۔ آپ نمک کی تجارت کرتے تھے۔ والد بزرگوار نے ان کی تربیت حضرت شیخ یادگار کے سپرد فرمائی تھی۔ (۱۶)

۳۔ حضرت سیّد امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے والد بزرگوارؒ کے جانشین بنے۔ حضرت مولانا حسام الدین شاشی بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا کمال الدین میدانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امیر بزرگؒ و حضرت امیر خردؒ (فرزندانِ حضرت امیر برہان رحمۃ اللہ علیہ)، حضرت بابا شیخ مبارک بخاریؒ آپ کے خلفاء تھے۔ آپ نے یکم شوال ۸۰۰ھ/ ۱۷ر جون ۱۳۹۸ء کو وصال فرمایا۔ رشحات میں تاریخ وصال یکم شوال ۸۰۸ھ مذکور ہے۔ (۱۷)

۴۔ حضرت سیّد امیر عمر رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی صاحب کرامات و خوارق تھے۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کے خلیفہ مجاز حضرت شیخ جمال الدین دہستانی رحمۃ اللہ علیہ سے تربیت پائی اور مقامات بلند حاصل کیے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے ۸۰۳ھ/ ۷-۱۴۰۶ء میں وصال فرمایا۔ (۱۸)

خلفائے عظام

حضرت سیّد امیر کلال قدس سرہٗ کے خلفاء کی تعداد ایک سو چار مذکور ہے۔ اپنے صاحبزادگان کے علاوہ دوسرے بعض خلفائے عظام درج ذیل ہیں:

۲۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۸ء)۔ آپ کے خلیفہ نامدار، جن کے نام نامی سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مشہور ہوا۔

۳۔ حضرت مولانا عارف دیگ گرانی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ موضع دیگ گرانی کے رہنے والے تھے، جو قصبہ ہزارہ کا دیہات تھا اور بخارا سے چند فرسنگ دُور تھا۔ آپ کا مرجع اپنے گاؤں سے باہر واقع ہے۔ حضرت سیّد امیر کلال قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ میرے خلفاء میں ان دو آدمیوں جیسا کوئی اور نہیں ہے، خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) اور مولانا عارفؒ۔ وہ گویا سب سے چھین لے گئے ہیں۔ (۱۹)

۴۔ حضرت شیخ یادگار کنسروانی رحمۃ اللہ علیہ۔ موضع کن سرون کے رہنے والے تھے، جو بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ (۲۰)

۵۔ حضرت شیخ جمال الدین دہستانی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۱)

۶۔ حضرت شیخ محمد خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ جس روز حضرت خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ (م۷۷۲ھ/ ۱۳۷۰ء) نے وصال فرمایا، آپ کے تمام احباب (خلفاء و مریدین) حضرت شیخ محمد خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اب آپ ہمارے "امیر" ہیں۔ حضرت شیخ محمد خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ لوگ یہ چیز مجھ سے مت طلب کریں، حضرت سیّد امیر کلال قدس سرہٗ کے فرزند حضرت سیّد امیر حمزہ (رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کے لائق) ہیں۔ پس آپ سب لوگوں کے ہمراہ حضرت سیّد امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اُن کی خدمت کو اختیار فرمایا۔(۲۲)

۷۔ حضرت امیر کلان واشی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے اجلہ احباب میں سے ہیں۔ بخارا کے توابع موضع "واش" میں رہتے تھے، جو یہاں سے تین فرسنگ دور ہے۔(۲۳)

۸۔ حضرت شیخ شمس الدین کلال رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے کبار احباب میں سے تھے۔ پیادہ پا حج کے لیے گئے تھے۔(۲۴)

۹۔ حضرت شیخ وارزونی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰۔ حضرت مولانا جلال الدین کبشی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۱۔ حضرت مولانا بہاء الدین طواسی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۲۔ حضرت مولانا بدر الدین میدانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۳۔ حضرت مولانا سلیمان کرمینی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۴۔ حضرت شیخ ایمن کرمینی رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۵۔ حضرت خواجہ محمد وابکنوی رحمۃ اللہ علیہ۔(۲۵)

۱۶۔ حضرت مولانا طاہر رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۷۔ حضرت پہلوان محمود حلاج سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ۔(۲۶)

حواشی مقدمہ

۱۔ دیکھئے: ص۳۹؛ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۹۳

۲۔ دیکھئے: ص۳۹ ۳۔ دیکھئے: ص۴۲

۴۔ دیکھئے: ص۴۰ ۵۔ دیکھئے: ص۴۵

۶۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۱۲۵ ۷۔ دیکھئے: ص۴۳

۸۔ دیکھئے: ص۴۲ ۹۔ دیکھئے: ص۵۰

۱۰۔ دیکھئے: ص۵۱ ۱۱۔ دیکھئے: ص۶۷

۱۲۔ دیکھئے: ص۷۱

۱۳۔ دیکھئے: ص۱۰۷؛ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۹۷

۱۴۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، ص۹۷-۱۰۱؛ نیز دیکھئے: ص۹۰-۱۰۳، ۱۰۵-۱۰۶

۱۵۔ دیکھئے: ص۱۰۴؛ رشحات، ص۷۷-۷۹

۱۶۔ دیکھئے: ص۱۰۴؛ رشحات، ص۷۹-۸۰

۱۷۔ دیکھئے: ص۱۰۴؛ رشحات، ص۷۹-۸۵

۱۸۔ دیکھئے: ص۱۰۴؛ رشحات، ص۸۵

۱۹۔ رشحات، ص۸۵-۹۰ ۲۰۔ ایضاً ص۹۰

۲۱۔ ایضاً ۲۲۔ ایضاً

۲۳۔ ایضاً ص۹۰-۹۲ ۲۴۔ ایضاً ص۹۲

۲۵۔ ایضاً

۲۶۔ نیز دیکھئے: ص۹۲، ۱۱۳-۱۲۲؛ رشحات، ص۷۹، ۸۵-۹۰

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

دیباچہ

اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ الَّذِیۡ نَوَّرَ اَسۡرَارَ الۡاَنۡبِیَآءِ بِاِشۡرَاقِ مَشَارِقِ الۡاَنۡوَارِ وَ طَهَّرَ نُفُوۡسَهُمۡ عَنۡ شَوَائِبِ ظُلۡمَةِ الۡاِنۡكَارِ وَ اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡکَ لَهٗ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُهٗ وَ رَسُوۡلُهٗ سَيِّدُ الۡاَنَامِ وَاَصۡحَابُهٗ مَفَاتِيۡحُ الۡاَظۡلَامِ وَسَلَّمَ تَسۡلِيۡمًا وَّاِيۡمَانًا كَثِيۡرًا.

یعنی: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے نبیوں کے اسرار کو مشارق انوار کے اُجالے سے منور فرمایا، اور اُن کی جانوں کو اِنکار کی تاریکی کے شبہات سے پاکیزہ بنایا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ ایسا یکتا ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیّد الانام حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں، اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اندھیروں کو دُور کرنے کی چابیاں ہیں، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر کثرت سے درود وسلام ہو اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر ایمان میں اضافہ ہو۔

اَمَّا بَعۡدُ، طالبوں کے روشن ضمیر کے صحیفے، جو مشائخ کبار کے انوار و آثار کے فیض سے منور ہوئے ہیں، پر پوشیدہ نہ رہے کہ شیخوں کے شیخ، اربابِ تصرف کے رئیس، طریقت کے بادشاہ، حقیقت کی برہان، سالکوں کے مرشد، عارفوں کے سردار، صوفیہ کے شرف، عابدوں کی زینت، محققین کے امیر، بلند شان حضرت، یعنی سیّد امیر کلال سوخاری، لوگوں میں معروف بہ امیر کلال **قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰی رُوۡحَهٗ وَ نَوَّرَ مَرۡقَدَهٗ** (اللہ تعالیٰ ان کی روح کو پاکیزہ بنائے اور اُن کی قبر کو منور کرے) کے خاندان کے سرچشمہ حیات کے لوگ (اس) فقیر حقیر سے التماس کرتے اور کہتے تھے کہ آپ ہمارے تیمّم فائدہ کی خاطر بلند شان حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے

مناقب و مراتب میں سے کچھ حصہ اور چند کلمات مختصر طور پر لکھ دیں، اس لیے کہ اتنا جاننا مریدوں کے راستے کے لیے ضروری ہے، تاکہ وہ اپنے شیخ کے مقامات کے سب حالات، (یعنی) شروع سے آخر تک غیبی واردات اور قدسی کمالات (کی صورت میں) اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ۔ (سورۃ طٰہٰ: ۱۳۰)۔ یعنی: رات کے وقت میں اور دن کے اوّل و آخر میں بھی تسبیح (الٰہی) کرتے رہیں (کے تحت)، ان کے زمانے اور اُن کے سلسلہ (طریقت) کے بارے میں جو کچھ ہو گزرا ہے، اس سے واقف ہو جائیں، اور (یہ چیز) ان کے طالبوں کے مزید اعتقاد کا ذریعہ بن جائے۔

میں نے چاہا کہ معذرت کی زبان میں اپنی عاجزی و لاچاری کا اقرار کروں اور کہوں کہ اے دوستو! اِس حقیر کے بارے میں تمہارا عقیدہ تقلید و تالیف کا ہے۔ اور یہ کام کرنے کی میں قدرت نہیں رکھتا، اور اِس قدر مشغولیت کا بوجھ مجھ پر ہے کہ تالیف کے لیے وقت نہیں نکل سکتا۔

اچانک سحری کے وقت اس فقیر کے نانا (بزرگوار)، ولیوں کے قطب، دنیا کے شیخ، کَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا (سورۃ التوبہ: ۴۰۔ یعنی: اور بات تو خدا ہی کی بلند ہے) کے مظہر، عارفوں کے سلطان، محققین کی سند، دریائے ملکوت کے شناور، جبروت کی منزلوں کو طے کرنے والے، یعنی حضرت امیر حمزہ عَلَيْهِ الرَّحْمَةَ وَالرِّضْوَان، جو حضرت امیر کلال نَوَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَرْقَدَهُمَا کے فرزند تھے، کی (طرف سے) ایک صدا اور اشارہ میرے کان میں کیا گیا اور اِس کام کے (کرنے کے) بارے میں ایک اشارہ فرمایا گیا اور اِس کا پورا اہتمام کیا گیا۔ پس میں عاجز فقیر نے عذر کو ترک کر دیا اور اِس مہم کے لیے کھڑا ہو گیا، یہاں تک کہ تمام دوستوں کی ہمت کی برکت سے اِسے مکمل کر لیا ہے اور اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (یہ) سب دلوں میں مقبول ہو جائے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ (یعنی: اللہ ہی زیادہ جانتا ہے کہ کیا اچھا ہے)۔

باب اوّل

احوال ومناقب حضرت سیّد امیر کلال قدس سرہٗ

فصل اوّل

ابتدائی احوال

نسبِ حضرت سیّد امیر کلالؒ

اب جان لے اے سچے طالب! کہ حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ایسے سادات میں سے ہیں، جن کے حسب اور نسب میں کوئی کمی نہیں ہے۔ حقیقت میں سیّد وہ آدمی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یوں فرمایا ہے کہ حُسْنُ الْاَدَبِ یَسْتُرُ قُبحَ النَّسَبِ (اخلاق کی خوبی نسب کے عیب کو چھپا ڈالتی ہے)، اور ایسے ہی فرمایا گیا ہے کہ ''کُلُّ تَقِيٍّ نَقِيٍّ فَهُوَ آلِيْ.'' (جامع صغیر، جلد ۱: ۱۳، احادیث مثنوی، ۱۸۶)۔ یعنی: ہر متقی اور نیک آدمی میری آل سے ہے۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد

فدائے یک تنِ بیگانہ آشنا باشد

یعنی: ہزار ایسا جو خدا سے بیگانہ ہو، وہ ایسے ایک بیگانے پر قربان کیا جا سکتا ہے جو خدا سے آشنا ہو۔

فَاِنَّهٗ لَیْسَ مِنِّیْ (مجمع الزوائد، ۸: ۹۱۔ یعنی: پس وہ مجھ سے نہیں ہے) میں اِسی طرف اشارہ ہے۔

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ ہر آن (حضرت محمد) مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کی پیروی کرتے تھے، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ایسی گونا گوں کرامتوں، ولایتوں، اچھے اوصاف اور پسندیدہ صفات سے موصوف فرمایا تھا جو واصفین کی صفات میں نہیں پائے جاتے، ان میں سے کچھ یہاں منقول ہیں۔

ظہور برکت

منقول ہے کہ حضرت امیر کلال طَیَّبَ سَبِقَ اللّٰهُ ثَرَاهُ وَجُعِلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ کے اکابر

احباب آپ کی والدہ (ماجدہ) سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے بطن میں آپ کو پیدا فرمایا تو جب شبہ والا لقمہ میرے پیٹ میں جاتا تو مجھے ایسا شدید درد ہوتا کہ میں بیہوش ہو جاتی اور مجھے اپنی کوئی خبر نہ رہتی۔ جب یہ قصہ اکثر ہوا تو میں سمجھ گئی کہ یہ اس عظیم فرزند کی برکت سے ہے۔ یہ اس چیز کی علامت ہے کہ میں پاکیزہ فرزند ہوں، میرا باپ بھی پاکیزہ ہے اور ماں بھی عفیفہ ہے:

دلم پاک است و مذہب پاک دارم
طریق راست راہِ راست دارم

یعنی: میرا دل پاک ہے اور مذہب (بھی) پاک رکھتا ہوں، (نیز میری) طریقت راست ہے (اور) راہ (بھی) راست رکھتا ہوں۔

بشارت سعادتمندی و بچپن

منقول ہے کہ قابلِ اعتماد راوی روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کے والد (بزرگوار) ''افشنہ'' کے مبارک دیہات میں مقیم تھے، حضرت سیّد اتا (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے (شہر) مدینہ (منورہ) سے (واپس) آتے ہوئے اپنے برگزیدہ احباب کی ایک جماعت کے ہمراہ اس دیہات سے گزرے۔ حضرت اتا (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے والد (بزرگوار) کے درمیان برادری کا تعلق تھا اور جب بھی حضرت سیّد اتا (رحمۃ اللہ علیہ) یہاں تشریف فرما ہوتے تو سب سے پہلے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے اور بعد ازاں بخارا تشریف لے جاتے تھے۔

ایک روز حضرت اتا (رحمۃ اللہ علیہ) ''افشنہ'' (کے گاؤں) میں تشریف لائے اور انہوں نے حضرت امیر کلال (رحمۃ اللہ علیہ) کے والد (بزرگوار) سے فرمایا کہ اے بھائی! اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں ایک ایسا فرزند عطا کرے گا کہ سارا جہاں اس کی خدمت کرے گا اور اُن کا نام ''امیر کلال'' ہوگا۔ جب چند سال گزرے تو حضرت اتا رحمۃ اللہ علیہ پھر موضع افشنہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ایک قول کے مطابق یوں ہے کہ حضرت سیّد اتا (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ اے بھائی! اپنے فرزند کو ہمارے پاس لائیں۔ جب حضرت امیر (کلال رحمۃ اللہ علیہ) کو لایا گیا تو حضرت اتا

(رحمۃ اللہ علیہ) نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا۔ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت امیر (کلالؒ) بچوں کے ساتھ تھے، لیکن کھیل نہیں رہے تھے۔ جب آپ نے حضرت اتاؒ کو دیکھا تو فوراً چل پڑے اور سیّد اتاؒ کے پاس آ گئے۔ حضرت سیّد اتاؒ انہیں لے کر گھر میں آئے اور انہیں اپنی آغوش میں بٹھا لیا اور اپنا عمامہ لے کر اُس کے دو برابر حصے بنائے، آدھا اپنے سر مبارک پر باندھ لیا اور دوسرا آدھا (حضرت) امیر (کلالؒ) کے سر پر باندھ دیا۔ ساعت بھر نہ گزری تھی کہ حضرت سیّد اتاؒ نے فرمایا کہ امیر (کلالؒ) کو میرے پاس لایا جائے۔ جب ان کو لایا گیا تو انہوں نے حضرت امیر کی آدھی پگڑی کو اپنی آدھی پگڑی کے ساتھ ناپا تو وہ دو دھاگے زیادہ نکلی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے تین بار ناپا۔ ہر بار ناپنے پر ایک گز زیادہ نکلتا تھا۔ جب حضرت اتاؒ نے یہ حال دیکھا کہ (حضرات) مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواحِ طیبہ نے سب ولایت کو پوری طرح اِس فرزند کو دے دیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے ان کے مرتبہ کو عالی پایا ہے اور اِن کا مرتبہ ہم سے بھی زیادہ ہوگا۔ اور یہ مشاہدہ ۶۸۳ سال ہجرت (حضرت) مصطفیٰ علیہ السلام والاکرام میں ہوا ہے۔ اس طرح:

دولت ہمہ از خدائے بے چوں آید
تا در حقِ ہر بندہ نظر چوں آید
آن را کہ خدائے دولتے خواہد داد
ناگاہ ز سنگِ خارا بیروں آید

یعنی: سب دولت خدائے بے چوں سے نصیب ہوتی ہے، تاکہ ہر بندے کے حق میں نظر ایسی ہو۔

❁ وہ شخص کہ جسے اللہ تعالیٰ کوئی دولت دے گا، وہ اچانک سنگِ خارا (ایک قیمتی نیلگوں پتھر، یعنی مبارک جگہ) سے باہر آئے گا۔

کُشتی کرنا

منقول ہے کہ جب سیّد السادات حضرت امیر کلالؒ پندرہ برس کے ہوئے تو ایک رات کُشتی کرنے میں مشغول تھے۔ آپ اس کام میں یوں منہمک تھے کہ اس کی کوئی حد نہ تھی۔ کیونکہ جو

کچھ حاصل ہوتا ہے، مرد کو گمنامی سے ملتا ہے:

ہر کہ را روے در نکو نامی است
طمعِ عاشقی ازو خامی است
رَو تو بدنام باشد در رہِ عشق
کین سعادت ہمہ ز بدنامی ست

یعنی: ہر شخص جسے نیک نامی سے لگاؤ ہے، اس سے عاشقی کی امید رکھنا خام خیالی ہے۔

❁ جا تُو عشق کے راستے میں بدنام بن جا، کہ یہ سعادت سراسر بدنامی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

قلبی خیال سے آگاہی

ایک روز حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کُشتی کرنے میں مشغول تھے۔ ایک جماعت جسے باطنی صفائی حاصل نہ تھی، وہ حضرت امیرؒ کی غیبت کر رہی تھی کہ ایسے سیّد زادہ کو اِس طرح کے بدعت کے کام میں مصروف نہیں ہونا چاہیے، اور انکار کرنے والے انکار کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے اپنے ساتھ نشہ والی چیزیں رکھی ہوئی تھیں، تا کہ ان کو اپنے درمیان رکھیں۔ اچانک اسی مجلس میں لوگوں پر نیند غالب آ جاتی ہے اور وہ دیکھتے ہیں کہ میدانِ حشر برپا ہے اور یہ جماعت ایک گڑھے میں گر پڑتی ہے۔ ہر چند لوگ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں، لیکن کسی طرح بھی باہر نہیں نکل سکتے۔ وہ اچانک حضرت امیر کو دیکھتے ہیں کہ آپ آ پہنچے ہیں اور آپ ان لوگوں کو کانوں سے پکڑ کر گڑھے سے باہر نکال لائے ہیں، اور آپ نے یوں فرمایا ہے کہ اے دوستو! میں اس طرح کے کام کو اِیسی جگہوں کے لیے کرتا ہوں۔ ہم پھنس جانے والوں کو حق تعالیٰ و تقدس کی عنایت سے باہر نکال لاتے ہیں۔ خبردار! بدگمان مت بنو اور حقارت کی نظر سے مت دیکھو:

گر آفتاب ملکی و گر سایۂ الٰہ
در ہیچ کس بہ چشم حقارت مکن نگاہ
دل را بہ آہ صبح صفادہ کہ گفتہ اند
آئینہ دل است کہ روشن شود بہ آہ

خواہی کہ چشم اہل دلے برتو افتدت

افتادہ باش در رہِ عزت چو خاک راہ

یعنی: اگر تو جہان کا سورج ہے یا ظل الٰہی ہے تو پھر کسی آدمی کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھو۔

- (اپنے) دل کو صبح کی آہ سے پاکیزہ بنا، کیونکہ کہتے ہیں کہ دل کا آئینہ ایسی چیز ہے جو آہ کے ذریعے روشن ہوتا ہے۔
- اگر تو یہ چاہتا ہے کہ کسی اہلِ دل کی نظر تیرے اوپر پڑ جائے تو پھر رہِ عزت میں راستے کی خاک کی مانند گرا پڑا رہ۔

اس جماعت کی جب آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت امیرؒ اس مجلس میں ان کے آس پاس مشغول ہیں۔ جب آپ ان کے قریب پہنچے تو اُن کے کانوں کو پکڑ کر فرمایا کہ اے بھائیو! ہم اس کام کو اُس دن کے لیے کرتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی گناہ کے گڑھے میں میدان (حشر) کے اندر بے بس ہو جائے تو ہم ذوالجلال تبارک وتعالیٰ کی عنایت سے اسے باہر نکال لائیں۔ اور تم لوگ درویشوں کے ساتھ بدگمانی اور بے اعتقادی مت رکھو اور انکار مت کرو۔ کیونکہ تم اس کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ جب ان لوگوں نے اس حالت کو دیکھا تو سب نے توبہ کی اور (سب) واصلانِ حق بن گئے۔ جس آدمی کا حال کُشتی کرتے وقت یوں ہو، پس ان کے باقی مراتب کو اِسی پر خیال کر کہ وہ کیسے ہوں گے؟

زہد جوانی

آپ کے بڑے احباب سے منقول ہے کہ حالت مجردی میں ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو اتفاق ہوا کہ اپنے اور اپنے احباب کے کپڑوں کو دُھوئیں اور (موضع) رامیتن کلاں کے باغوں میں سے ایک باغ کی سیر کریں۔ جب کپڑے دُھل گئے اور اُن کو خشک کرنا چاہا تو حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اے دوستو! کپڑوں کو کانٹوں کی باڑھ پر ڈال دو، تاکہ جانوروں کا چارہ خراب نہ ہو۔ سب دوست (اس سے) عاجز ہو گئے تو حضرت امیرؒ نے دوستوں سے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر ڈالتا ہوں اور (اسے) سورج کی طرف کرتا ہوں، یہاں تک کہ (وہ) خشک ہو جائیں۔ اس کے بعد حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے میرے دوستو! اگر دیوار گر

پڑے، یا کانٹوں کی باڑھ گر پڑے، یا جانوروں کا چارہ خراب ہو جائے تو تم اِس باغ کے مالک کے سامنے کیا عذر پیش کرو گے؟ خبردار! غیر شرعی کام، خواہ وہ کتنا چھوٹا ہو، معمولی مت سمجھو کہ آدمی گناہ کو معمولی سمجھنے کی وجہ سے دوزخ میں جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: ''لَا صَغِیْرَۃَ مَعَ الْاِصْرَارِ وَلَا کَبِیْرَۃَ مَعَ الْاِسْتِغْفَارِ۔ ''(اتحاف السادۃ المتقین، جلد۸: ۵۷۰؛ کشف الخفاء، جلد۲: ۵۰۸) یعنی: بار بار کرنے سے کوئی (گناہ) صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار کرنے سے کوئی کبیرہ نہیں رہتا۔

نیز حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر راستے کو کشادہ نہیں فرماتا جو تقویٰ کو اپنے حال کا شعار نہیں بناتا۔ یہ حالات (درجات) ان کے بیعت (طریقت) سے پہلے کے تھے، اور اُس وقت تک (حضرت) خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ والرضوان نے انہیں فرزندی میں قبول نہیں کیا تھا۔

فصل دوّم

سلوک باطنی

انتخاب مرشد و مرید

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ رامیتن کلاں کے گاؤں میں کُشتی کرنے میں مشغول تھے۔ (حضرت) خواجہ محمد بابا (سماسی رحمۃ اللہ علیہ) ایک دیوار کے سایہ میں کھڑے تھے اور (حضرت) امیرؒ کے احوال میں مستغرق ہو چکے تھے۔ (حضرت) خواجہ بابا (سماسی رحمۃ اللہ علیہ) کے محرمین میں سے ایک نے عرض کیا کہ اے مخدوم! یہ لوگ تو بدعت میں مشغول ہیں، آپ کیوں متحیر ہو گئے ہیں؟ حضرت خواجہ بابا (سماسی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے دوستو! اس میدان میں ایک مرد ہے اور اِس شکار گاہ میں ایک شکار ہے کہ تمام کاملین اس کی صحبت سے بہرہ مند ہوں گے اور ہم اس مرد کے منتظر ہیں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ انہیں ہمارے جال میں لے آئے، کیونکہ وہ بہت بلند پرواز پرندہ ہے اور ہم نے ان کے مقامات کو بہت بلند دیکھا ہے۔ (حضرت) خواجہؒ یہ فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت امیرؒ کی نظر (حضرت) خواجہ محمد بابا (سماسیؒ) پر پڑی، اور اُن کا دل حضرت خواجہ کی کمند کا شکار ہو گیا اور عنانِ اختیار (حضرت) امیرؒ کے ہاتھ سے نکل گئی۔ پس اُسی روز انہوں نے آپ کو فرزندی میں قبول کر لیا اور اُس دن کے بعد جب تک کہ آپ اس دنیا میں حیات رہے، کسی آدمی نے کبھی حضرت امیرؒ کو کسی اکھاڑے اور بازار میں نہیں دیکھا۔

توضیح کرامت

منقول ہے کہ ایک روز (حضرت) خواجہ محمد بابا (سماسی) رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے ایک نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ سے اولیاء کی کرامات اور اُن کی ولایت کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اولیاء کی کرامت برحق ہے، اور (یہ) عقل اور نیز نقل سے

بھی جائز ہے۔ نیز (یہ) مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے طبقات سے منقول ہے اور مشہور و معروف ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جس کسی کی چشمِ بصیرت نورِ ایمان سے منور ہے، وہ اس گروہ کا معتقد ہے اور اسے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حضرت سلیمان (علیہ السلام) پیغمبر کے وزیر کا قصہ بیان کیا کہ اس نے کہا کہ میں بلقیس کے تخت کو آپ کے آنکھ جھپکنے کی دیر میں حاضر کرتا ہوں، حالانکہ وہ پیغمبر نہیں تھا۔ نیز امیر المومنین (حضرت) عمر خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ معروف ہے کہ آپ نے حضرت (رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے منبر (مبارک) پر خطبہ دیتے ہوئے، یَا سَارِیَۃُ اِلَی الْجَبَلِ (یعنی: اے ساریہؓ! پہاڑ کی طرف دیکھو) فرمایا اور امیر المومنین (حضرت) عمر خطاب رضی اللہ عنہ کی آواز (مبارک) پہنچی، جبکہ آپ کے احباب عراق میں (موجود) تھے۔ اور (کیا) یہ خبر کرامت نہ تھی؟ اور اگر کوئی گمان کرے کہ یہ کرامت معجزہ سے کم نہیں ہے، تو میں جواب میں کہوں گا کہ یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ (اس سے) ولی کو نبی پر فضیلت (حاصل) ہو جاتی ہے اور دستور ہے کہ کوئی ولی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا، اور اُس کے خلاف کب روا ہوسکتا ہے۔ اس سوال کے جواب میں مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے کہا ہے کہ اولیاء میں سے جس کسی کی کرامت ظاہر ہو، وہ پیغمبر کے معجزہ کی دلیل (ہوتی) ہے اور ہر اُمت کے لیے یوں ہی ہے، اس لیے کہ ولی کو جو کچھ ملتا ہے وہ نبی کی تصدیق سے ملتا ہے۔ اور اسے (یہ) نبی کی شریعت کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسّلام) صادق القول نہ ہوتے تو اُن کے اُمتیوں کو اُن کی پیروی کے سبب یہ کرامت حاصل نہ ہوتی۔ لیکن اس قدر جاننا چاہیے کہ جمہور علمائے اسلام کے مطابق کسی طرح (بھی) اولیاء کا درجہ انبیاء کے برابر نہیں ہوسکتا۔

حضرت سلطان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی کرامات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یوں فرمایا کہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ سے (ان کا حصول) مشک اور شہد کی مانند ہے۔ اولیاء کے لیے (یہ) ایک قطرہ کی طرح ہے جو مشک سے باہر پھوٹتا ہے اور اولیاء تک آ پہنچا ہے، بلکہ یہ ایک ایسے پانی کی نم ہے جو مشک سے پیدا ہوا ہے۔ جو کچھ مشک ہے، وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ (والسّلام) کے لیے ہے اور ان کی خاصیت ہے۔

اب ہوسکتا ہے کہ یہ کرامت دعا کی قبولیت کی صورت میں (ظاہر) ہو، یا حاجت کے وقت طعام کا بغیر ظاہری سبب کے مل جانا اور پیاس کے وقت پانی کا پالینا، یا لمبے راستے کا (اتنے) وقت

میں طے کر لینا جو اُس کے علاوہ خلقت کے معمول کے کاموں میں محال (ثابت) ہو۔

حضرت امیر کلالؒ کے خدام کا مرتبہ و مقام

منقول ہے کہ حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو ایک روز دریا پر جانے کا اتفاق ہوا اور آپ ہر سال جایا کرتے تھے۔ جب آپ دریا کے کنارے پہنچے تو ساتھیوں سے الگ ہو کر ساعت بھر توقف کیا۔ حضرت امیرؒ تفکر میں (مشغول) تھے کہ اچانک سر اُٹھایا اور فرمایا کہ اے دوستو! علی صوفی آ رہا ہے۔ جو آپ کے خدام میں سے تھا اور آپ اسے بخارا میں خدمت کے لیے چھوڑ آئے تھے۔ سب ساتھی اس وجہ سے متعجب ہو گئے کہ آپ نے اسے بخارا میں چھوڑا ہے، وہ کیسے آ سکتا ہے؟ اچانک انہوں نے دیکھا کہ علی صوفی پانی پر ہوا کی مانند چل رہا ہے اور اُس کا قدم تر نہیں ہو رہا۔ جب وہ (دریا سے) گزر گیا اور حضرت امیرؒ کے سامنے آیا تو آپ نے اِس پر عتاب کیا اور فرمایا کہ گھر سے کس وقت نکلے ہو؟ پھر علی صوفی نے کہا، اے مخدوم! آپ کی زیارت کا شوق مجھ پر یوں غالب آ گیا تھا کہ مجھے اپنے اوپر کوئی اختیار نہ رہا اور میں نے اپنی آنکھ کھولی (تو) خود کو یہاں (موجود) پا رہا ہوں اور آپ کی زیارت کی خواہش نے مجھے یوں مستغرق بنا لیا کہ میرے اختیار میں کچھ بھی نہ رہا۔ بعد ازاں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس طرح تم آئے ہو، واپس جاؤ اور خدمت میں لگے رہو، یہاں تک کہ ہم واپس آئیں۔ پھر علی صوفی نے حضرت امیرؒ کے اشارے سے پانی پر قدم رکھا اور ہوا کی مانند چلنے لگا اور اُسی وقت گھر جا پہنچا۔

جی ہاں! آپ کے مریدوں میں سے ایک آدمی کو یہ درجہ (بھی) ہاتھ لگتا ہے، تاکہ تو جان لے کہ ان کا حال و مقام کتنا (بلند) ہے اور کس طرح (کا) تھا؟ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ پچیس برس تک ہمیشہ منگل اور جمعہ کو نمازِ مغرب سوخار میں ادا فرماتے تھے اور نمازِ عشاء کو سماس میں پڑھتے تھے، اور فجر کی نماز پھر سوخار میں (جا کر) ادا فرماتے تھے اور کسی آدمی کو آپ کے ان حالات کی کوئی خبر نہیں ہوئی:

گر شہرہ شوی بہ خلق شر الناسی
ور گوشہ نشین شوی ہمہ وسواسی

بہ ازان نبود چو خضر و چون الیاسی
کس نشناسد ترا و تو کس نہ شناسی

یعنی: اگر خلقت میں مشہور ہو جائے تو تُو ایک بُرا آدمی ہے، اور اگر تو گوشہ نشین ہو جائے تو تُو بالکل وسواس ہے۔

٭ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تو (حضرت) خضر (علیہ السّلام) اور (حضرت) الیاس (علیہ السّلام) کی مانند ہو جائے کہ کوئی آدمی تجھے نہ پہچانے اور تُو کسی کو نہ پہچانے۔

مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں حضرت امیر کلالؒ کے مریدین

منقول ہے کہ حضرت امیر (رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال (مبارک) کے بعد ایک روز مکہ (مکرمہ) اور حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے (مبارک شہر) مدینہ (منورہ) کے بعض اہلِ تصوف کی ایک جماعت بخارا میں آئی۔ ان لوگوں نے موضع سوخار کا پتہ پوچھا تو لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کس سے ملنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں، تاکہ ان سے ملاقات کریں۔ بخارا کے لوگوں نے کہا کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ اس جہانِ فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت فرما گئے ہیں۔ ان عزیزوں نے فرمایا کہ اس بار جو حضرت امیرؒ کا دیدار میسر نہیں ہوا تو پھر ہم آپ کی اولاد کی زیارت کرتے جائیں۔ پس جب سوخار آکر (حضرت) امیر کی اولاد سے ملے تو انہوں نے پوچھا کہ کیا تم (حضرت) امیرؒ کے بارے میں جانتے ہو کہ (حضرت) امیرؒ کبھی مدینہ (منورہ) اور مکہ (مکرمہ) میں نہیں گئے ہیں؟ نیز انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہم بھی اس جگہ کبھی نہیں آئے ہیں، (لیکن) ہم حضرت امیرؒ کے مرید ہیں، مکہ (مکرمہ) اور مدینہ (منورہ) کے سب لوگ حضرت امیرؒ کے بیعت ہیں اور بتیس سال ہو رہے ہیں کہ ہم آپ کے قدم مبارک (ہمراہی) میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور حج ادا کر رہے ہیں، لیکن اِس دفعہ اور اِس سال آپ تشریف نہیں لائے۔ حضرت (امیرؒ) کے دیدار کے ہمارے شوق نے غلبہ پایا تو ہم آگئے ہیں، تاکہ آپ کے جمال مبارک کی زیارت کریں، وہ بھی میسر نہیں ہوئی۔ وہ لوگ حضرت امیرؒ کی قبر (مبارک) پر گئے۔ وہ اپنے سر میں خاک ڈالتے تھے اور خیر باد کہتے تھے:

خیر باد اے ہم نشینان این سرائے آب و گل

در حقوق صحبت دیرینہ می خواہم بحل

اے دوستان چو برسر خاکم گذر کنید

در حالِ من بدیدۂ عبرت نظر کنید

اے عاقلان رباط جہان منزل فنا است

زین حال عاقلانِ جہان را خبر کنید

یعنی: الوداع اے ہم نشینو! یہ سرائے آب وگل، صحبت دیرینہ کے حقوق میں چھوڑ جاؤں گا۔

- اے دوستو! جب میری قبر کے پاس سے گزر وتو میرے حال کو عبرت کی نظر سے ملاحظہ کرو۔
- اے عقلمندو! جہان کا مسافر خانہ فنا کی جگہ ہے، اس حالت سے دنیا کے داناؤں کو آگاہ کرو۔

(پھر) انہوں نے اسی روز (حضرت) امیرؒ کی اولاد (امجاد) سے اجازت طلب کی اور چلے گئے، اور اپنے اصلی وطن کی راہ لی۔ وقت روانگی ان عزیزوں نے فرمایا کہ اے عزیزو! افسوس کہ اس ملک میں لوگوں نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کا قدر و مرتبہ نہیں سمجھا۔ آپ کے قدر و مرتبہ کو ملک عرب کے لوگ جانتے ہیں اور آپ کے حال کے کمال کو مکہ (مکرمہ) اور مدینہ (منورہ) کے لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ کتنا بلند ہے، تم لوگ اس کو نہیں سمجھ سکے:

قدرِ زر زرگر شناسد

قدرِ جوہر جوہری شناسد

قدر گل و مل بادہ پرستان دانند

نے تنگ دلان و تنگ دستان دانند

اے بے خبر از بے خبری معذوری

سرّی ست درین شیوہ کہ مستان دانند

یعنی: زر کی قدر زرگر جانتا ہے (اور) جوہر کی قدر جوہری جانتا ہے۔

- ساقی اور شراب کی قدر بادہ پرست (ہی) جانتے ہیں، نہ کہ تنگ دل اور تنگ دست!
- اے بے خبر! تو بے خبری کی وجہ سے معذور ہے، اس ادا میں ایک راز ہے جسے مست (ہی) جانتے ہیں۔

ان کے حال کے کمال کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

درس وسعت قلبی

منقول ہے کہ ایک روز (حضرت) سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ معرفت میں مستغرق تھے اور اپنے دوستوں سے حج کے مناسک کا قصہ اور بعض منازل کا حال بیان کر رہے تھے اور علماء کا اس بارے میں جو اتفاق اور اختلاف ہے، وہ سب بتا رہے تھے۔ چنانچہ حاضرین مجلس حیران رہ گئے۔ اس مجلس میں ایک بے اعتقاد تھا، وہ کہنے لگا کہ حضرت امیر نے کعبہ کب دیکھا ہے کہ (وہاں کا) بیان کر رہے ہیں؟ آدمی اس چیز کا ذکر کرتا ہے جسے اس نے دیکھا ہو۔ ابھی ایک ساعت نہ گزری تھی کہ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے اور اُس آدمی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اپنی آنکھیں کھولو اور اوپر دیکھو کہ تمہیں نظر آئے۔ جب اُس آدمی نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ کعبہ حضرت امیرؒ کے سر پر گھوم رہا ہے۔ جب اس آدمی نے یہ حالت دیکھی تو وہ حضرت (امیرؒ) کے (مبارک) قدموں میں گر پڑا اور توبہ کی۔ اس پر حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اے ناسمجھ! جب آدمی کے پاس ایک درم نہ ہو تو اُس کے گمان میں ہوتا ہے کہ کسی کے پاس بھی کوئی شے نہیں ہے۔ جب تک تو اپنے دل کے آئینہ کو کشادہ نہیں کرتا، اس وقت تک تو کچھ نہیں دیکھ سکتا:

این دیدہ بپوش تا دلت دیدہ شود
زان دیدہ جہان دیگرے دیدہ شود
گر روزنِ دل ز ذکر حق بکشائی
بر بام فلک ہر چہ بود دیدہ شود

یعنی: اس آنکھ کو بند کر تا کہ تیرا دل بینا بن جائے (کیونکہ) اس آنکھ سے ایک دوسرا جہان نظر آتا ہے۔

۞ اگر تو دل کا روشندان ذکر حق سے کشادہ کر لے (تو) پھر آسمان کے چھت پر جو کچھ ہے، اسے دیکھنے لگے گا۔

یہ قصہ حق کی طرف سے خلقت کے مرشد، خلقت کی طرف سے لوگوں کی حجت، قول و عمل میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطیع یعنی (حضرت) خواجہ ابو حفص کبیر بخاری نَوَّرَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَرْقَدَہٗ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو روشن فرمائے) کی مسجد میں رونما ہوا تھا، جب حضرت امیرؒ اپنے سب ساتھیوں کے ساتھ اس مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس (بے اعتقاد) شخص نے جب یہ حالت مشاہدہ کی تو (فوراً) توبہ کی اور (پھر وہ) راہِ حق کے مقبولوں میں سے ہو گیا۔

شیر کی ارادت

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر (کلال رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنے عقیدتمندوں کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت خواجہ اتا (رحمۃ اللہ علیہ) کے مزارِ پُر انوار کی زیارت کا شوق دامن گیر ہو گیا۔ جب کچھ راستہ چلے تو اُسی رات ایک شیر آیا اور اُن کے راستے کے کنارے پر کھڑا ہو گیا اور کسی طرح بھی (آگے سے) ہٹتا نہیں تھا۔ آپ کے عقیدتمند پریشان ہو گئے، اور جب حضرت امیرؒ (وہاں) پہنچے اور یہ حالت دیکھی تو فوراً جذبہ میں آ کر شیر کی گردن پکڑ لی اور اسے راستے سے (کھینچ کر) باہر لائے۔ پھر وہاں رکے رہے اور جب آپ کے ساتھی وہاں سے گزرتے تو دیکھتے کہ شیر نے اپنا سر نیچے کیا ہوا ہے اور اُسے زمین پر رکھا ہے اور پیچھے مڑ کر دیکھتا ہے، جیسے کوئی آدمی کسی کی تعظیم کرتا ہے۔ جب آپ کے عقیدتمندوں نے یہ حالت دیکھی تو حضرت امیرؒ سے پوچھا کہ اے مخدوم! یہ کیسی حالت ہے؟ بعد ازاں حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے میرے دوستو! جان لو اور آگاہ رہو کہ جو کوئی ظاہر و باطن میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتا ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ ساری مخلوق کو اُس سے ڈراتا ہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے اور وہ اُسے ڈراتی ہے:

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
که گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ

چو خسرو بہ فرمان داور بود
خدایش نگہبان و یاور بود

یعنی: تو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ نہ موڑ، تاکہ کوئی بھی تیری نافرمانی نہ کرے۔

❁ جب بادشاہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا نگہبان اور مددگار رہتا ہے۔

نیز فرمایا گیا ہے:

لَا تَخَافُوْا[1] مژدۂ ترسندہ است
ہر کہ می ترسد مبارک بندہ است

۱۔ یعنی: خوف نہ کھاؤ۔ اشارہ بہ آیت کریمہ ۳۰، سورۃ حم السجدۃ

ترسکاری　　رستگاری　　آورد

ہر کہ درد آرد عوض درمان بود

یعنی: ''مت ڈرو''، ڈرنے والے کے لیے بشارت ہے۔ جو کوئی ڈرتا ہے وہ مبارک بندہ ہے۔

ڈرنا کامیابی لاتا ہے، جو کوئی درد کھائے اس کا بدلہ آرام ہوتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ حضرت باری تبارک وتعالیٰ آدمی پر کسی چیز کو مسلّط نہیں فرماتا کہ وہ ڈر جائے، بلکہ وہ سب چیزیں آدمی سے ڈرتی ہیں، بشرطیکہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرے۔ ہمیشہ حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہیے:

بترس از خدائے میازار کس

رہ رستگاری ہمین است و بس

یعنی: اللہ تعالیٰ سے ڈر (اور) کسی کو دُکھ مت دے، کہ کامیابی کا راستہ یہی ہے اور بس!

تقویٰ وخوفِ الٰہی

حضرت امیر (رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمہارے ساتھ یہ پیش آئے کہ تم ایک باغ میں ہو اور اُس جگہ بے شمار درخت ہوں، اور ہر شاخ پر اَن گنت پتے ہوں، اور ہر پتے پر پرندہ بیٹھا ہو جو فصیح زبان میں کہے: اے اللہ کے ولی! تم پر سلام ہو۔ خبردار! تم اس وقت مغرور نہ ہونا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا خوف اپنے ظاہر وباطن میں رکھنا اور ڈرتے رہنا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تم کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے قہر سے یوں ڈرو کہ جیسے اس نے دوزخ میرے لیے پیدا کی ہے اور خود کو کوڑے کی طرح لرزاؤ۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوش ہو جاؤ اور سارے جہاں کے گناہ کو اس کی نظر میں ہیچ سمجھو۔ واصل (ہونا) سب کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے:

مرغِ ایمان را دو پر خوف ورجا است

مرغِ بے پر را پرانیدن خطا است

یعنی: ایمان کے پرندے کے دو پَر ''خوف واُمید'' ہیں، بغیر پَر کے پرندے کو اُڑانا غلطی ہے۔

فصل سوّم

کرامات

کرامت

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ سماس کے گاؤں میں تھے اور اُس گاؤں میں لوگوں کی ایک جماعت کا آپس میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس دوران ایک آدمی کے دانت اپنی جگہ سے اُکھڑ گئے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ حاکم کے پاس جائیں اور اُس آدمی سے دانتوں کی دیت لیں۔ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ ہم حضرت خواجہ محمد بابا (سماسیؒ) کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کریں گے۔ سب سے پہلے ان کی خدمت میں جا کر عرض کرتے ہیں اور جو آپ فرمائیں گے، اُس پر عمل کریں گے۔ پس یہ لوگ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں آئے اور صورتِ حال پیش کی۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ تم دانتوں کو ہمارے پاس لے آؤ۔ جب وہ لے آئے اور حضرت خواجہ محمد بابا (سماسیؒ) کے ہاتھ (مبارک) میں دے دیے تو پھر حضرت خواجہؒ نے (یہ) دانت حضرت امیرؒ کو دیے کہ اے بیٹا! تم ایسا کام کرو کہ ان کے درمیان جھگڑا ختم ہو جائے۔ حضرت امیرؒ نے وہ دانت پکڑ کر اُن کی جگہ پر رکھ دیے اور ارواح مشائخ کی استعانت طلب کر کے دعا فرمائی۔ اس نیک مرد کی دعا سے وہ فوراً محکم ہو گئے اور دانتوں والا شخص متحیر ہو گیا اور دشمنی سے باز آ گیا۔ جب لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو توبہ کی اور وہ مردانِ حق میں سے ہو گئے:

آنہا کہ دلے از الست مست آوردند   جان را ز عدم قرب بدست آوردند
از دیدہ قدم نہادہ اند برسرِ جان   تا یک دل دیوانہ بدست آوردند

یعنی: وہ لوگ جنہوں نے (نعرہ) اَلَسۡتُ[1] سے مست ایک دل پایا ہے، انہیں عدم سے جان

ا۔ اشارہ بہ آیت کریمہ ''اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ط قَالُوۡا بَلٰی ''(سورۃ الاعراف: ۱۷۲) یعنی: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے، کیوں نہیں۔

(محبوب) کا قرب (وصال) ہاتھ آیا ہے۔

- آنکھوں کے بل چل کر وہ جان (محبوب) تک پہنچے تو پھر ایک دل دیوانہ ان کے ہاتھ آیا ہے۔

مرید کی وفات سے آگاہ ہونا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیرؒ ایک گاؤں میں تھے، جس کا نام ''درازون کلاں'' ہے۔ ایک عزیز (مرید) اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پڑوس میں جا بسا تھا اور اس نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضرت امیر کلالؒ پڑھائیں۔ کبار مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کی ایک جماعت جمع ہو گئی تھی۔ حضرت امیر واشویؒ، مولانا شمس الدین وابکنویؒ اور مولانا تاج الدین غجدوانیؒ چاہتے تھے کہ ایک قاصد (حضرت امیر کلالؒ کے پاس) روانہ کیا جائے۔ حضرت شیخ صوفی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کو کسی آدمی کے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آپ خود آ جائیں گے، کیونکہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے آپ کو صفائے باطن کرامت فرما رکھی ہے، (لہٰذا) آپ قاصد کے بغیر تشریف لے آئیں گے۔ دو آدمیوں نے اس دوران تمسخر اُڑایا تھا کہ ہم حضرت امیر سے اجازت و اشارت کے بارے میں سوال کریں گے، کیونکہ آپ کو کسی شیخ و مرشد سے اجازت (حاصل) نہیں ہے۔ پس اچانک حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ آ پہنچے۔ جب ان لوگوں نے یہ (حالت) دیکھی تو سب حضرت امیرؒ کے استقبال کے لیے باہر آ گئے اور آپ کے باکمال حال سے آگاہ ہوئے۔ اس کے بعد اُس عزیز کا جنازہ پڑھایا گیا اور اُسے سپردِ خاک کیا گیا۔ پھر یہ جماعت مسجد میں اکٹھی ہوئی اور لوگوں کی بہت ہی زیادہ تعداد جمع تھی۔ اچانک ان دو عزیزوں نے درمیان میں سوال پیش کیا کہ ہم ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ آپ کو اجازت (حاصل) نہیں ہے اور یہ (حضرات) یعنی امیر واشویؒ اور مولانا شمس الدینؒ کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت و اشارت سے متعلق اپنے مقصد سے آگاہی ہو جائے گی۔

اچانک حضرت (امیر کلالؒ) نے فرمایا کہ اے بھائیو! امیر واشوی (ہی) سے تم خود پوچھ لو، وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ نیز جناب مولانا (شمس الدین) بھی اہلِ علم ہیں، وہ بھی جھوٹ نہیں بولیں گے۔ وہ تمہارے دل کے آئینہ میں خود موجود دیکھ رہے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ تم دونوں نے

کہا ہے کہ (مجھے) کسی سے اجازت (حاصل) نہیں ہے۔ اس لیے کہ حضرت رسول (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یوں فرمایا ہے:

اَلْقَلْبُ اِلَی الْقَلْبِ تُشَاهِدٌ.

یعنی: دل دل کو دیکھ لیتا ہے۔

نیز حضرت رسول (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے کہ اَلْمُؤْمِنُ مِرْأٰتُ الْمُؤْمِنِ. (جامع الصغیر، جلد۲: ۶۶۰؛ کنوز الحقائق، ص۱۳۶)

یعنی: مومن (کا دل) مومن (کے دل) کا آئینہ ہے۔

حضرت رسول (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یوں فرمایا ہے کہ کُلٌّ یَنْفَذُ مِمَّا عِنْدَهُ.

یعنی: کوزہ سے وہی چیز پھوٹتی ہے جو اُس کے اندر ہوتی ہے۔

پھر جب حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلام بیان فرمایا، سب لوگ آپ کے کمالات کے معترف ہوگئے اور سب کہنے لگے کہ ہم سب آپ کے کمالات سے بے خبر تھے۔ اس کے بعد ان دو عزیزوں نے کہا کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَوْلِيَآئِیْ تَحْتَ قِبَآئِیْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِیْ. (احیاء علوم الدین، جلد۴: ۲۵۶)۔ یعنی: اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے (کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے): میری قبا کے نیچے میرے دوست ہیں، جن کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

مولانا تاج الدین غجدوانیؒ کی ارادت

اس کے بعد حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا ہے کہ یہ کلمات اسی طرح حضرت رسول (اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے منقول ہیں۔ اس گفتگو کے دوران (دل میں) خیال گزرا کہ جب کسی آدمی کو حضرت نبی (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کا محرم نہیں بنایا گیا تو پھر انہیں اسرار نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا محرم کیونکر بنائیں گے؟ جب یہ وسوسہ پیدا ہوا تو مولانا تاج الدینؒ نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ سے التماس کی کہ ایک شکستہ (خاطر) درست اعتقاد کو خدمتگاری کے لیے قبول فرمائیں، یہ فقیر چاہتا ہے کہ میرا ہاتھ آپ کے دامن اور ہاتھ (مبارک) میں ہو۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے کہ خدمتگاری میں قبول کریں، کسی وقت تمہیں

فرزندی میں قبول کرلیں گے۔ اور (پھر) اسی وقت قبول فرمالیا اور اسی وقت اجازت و اشارت (بھی عطا) فرمادی۔ اس طرح جس کسی کو حق تبارک وتعالیٰ معرفت (کی) روزی (نصیب) فرماتا ہے (اسے) سب مطالب ومقاصد عطا ہوجاتے ہیں:

ہر کرا علم و عمل پیرایہ است
ہر کرا این نیست آن بے مایہ است
علم باید تا عمل گنجے بود
زانکہ بے دانش عمل رنجے بود

یعنی: جس کسی کو علم وعمل کا زیور حاصل ہے، جس کسی کو یہ (حاصل) نہیں ہے، وہ بے مایہ ہے۔
۞ علم (حاصل ہونا) چاہیے تاکہ عمل ایک خزانہ بن جائے، کیونکہ علم کے بغیر عمل ایک دُکھ بن جاتا ہے۔

جی ہاں! علم ہی ہے جو آدمی کو حق تعالیٰ سے ملاتا ہے، کیونکہ علم ہی ہے جو راستہ سلجھاتا ہے، نہ کہ ڈاکہ زنی کرتا ہے:

علم صورت بیشۂ آب و گل است
علم معنی رہبر جان و دل است

یعنی: علم آب وگل کے بیابان کی صورت ہے، علم کا مطلب جان ودل کا رہبر ہے۔

علماء فریق کی ضد بن گئے ہیں۔ تمام علموں کا مقصود خداشناسی ہے۔ جب عالم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی یگانگی کی پہچان ہوئی اور تعلیم الرحمٰن کے مکتب میں اسے علم القرآن سے کچھ پڑھایا گیا اور اُس نے سیکھ لیا تو عالم بن گیا اور (عنایتوں کی) سب نظروں کا مستحق بن گیا اور اُس نے تمام مقاصد اور مطالب کو پالیا اور وہ حضرت باری تبارک وتعالیٰ وتقدس کی عنایت تک جا پہنچا، جیسا کہ حضرت رسول (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:

اَلْعَالِمُ وَالْمُتَعَلِّمُ شَرِيْكَانِ فِي الْاَجْرِ وَ سَائِرُ النَّاسِ هَمَجٌ لَا خَيْرَ فِيْهِمْ.
(کنز العمال، جلد ۱۰: ۱۳۴؛ شعب الایمان، جلد ۲: ۲۵)

یعنی: عالم اور طالب علم اجر میں شریک ہیں اور دوسرے سب لوگ بیکار ہیں، ان میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

سیرِ عالم

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کی ایک جماعت کبش کے علاقے میں جناب مولانا جلال الدین کبشیؒ کی خدمت میں بیٹھی تھی اور اہلِ تصوف اور مشائخ کی ولایات و کرامات کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ مولانا جلال الدینؒ نے فرمایا کہ اب ہمارے اس زمانے میں ایسا آدمی جو شریعت مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے راستے پر (پوری طرح) گامزن ہو اور اُسے یہ حالات (درجات) نصیب ہوں، کم پایا جاتا ہے۔ حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک نے فرمایا کہ اے مخدوم! ہمارے اس زمانے میں کچھ لوگ ہیں جو سب صفات سے آراستہ ہیں، اور اُن کا کمال اِس درجہ پر ہے کہ وہ آنکھ جھپکنے کی دیر میں مشرق سے مغرب تک سیر کر لیتے ہیں۔ حضرت مولانا جلال الدینؒ نے فرمایا: ''ایسے مرد کہاں ہیں؟'' حضرت امیر (کلالؒ) کے مریدوں میں سے اس آدمی نے کہا کہ اے مخدوم! اس طرح کے جو مرد بتائے گئے ہیں، وہ میرے شیخ و سیّد ہیں اور اُن کا نام (گرامی) ''امیر کلال'' ہے۔ مولانا (جلال الدینؒ) نے کہا کہ تم ہمیں ان کی صحبت میں لے جا سکتے ہو، تاکہ ہم ان کے قدم کی خاک کو اپنی آنکھ کا سرمہ بنائیں؟ حضرت امیر (کلالؒ) کے اصحاب میں سے اس مرد نے فرمایا کہ آپ کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ توجہ صادق رکھتے ہیں تو جب ان کی جانب متوجہ ہوں گے، وہ اسی وقت آ جائیں گے۔ جب مولانا (جلال الدینؒ) متوجہ ہوئے، حضرت امیر (کلالؒ) اُسی آن اس مجلس میں آ گئے۔ وہ آدمی اور اصحاب کھڑے ہو گئے اور حضرت امیرؒ کے قدموں میں گر پڑے۔ جب حضرت مولانا (جلال الدینؒ) نے یہ حال دیکھا تو کہا کہ اے مخدوم! آپ کے اس ولایت میں آنے کا سبب کونسی چیز بنی؟ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا: آپ کی طلب ہمیں اس ملک میں لے آئی ہے اور حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے ہمیں (یہاں) پہنچایا ہے، اس لیے کہ جب کوئی طلب میں ثابت قدم ہوتا ہے تو جو کچھ وہ طلب کرتا ہے، حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اسے عطا فرماتا ہے:

ہر کہ اُو در عشق صادق آمدہ است
برسرش معشوق عاشق آمدہ است

یعنی: جو کوئی عشق میں صادق ہو جاتا ہے، اس کے سر پر معشوق عاشق بن کر آ جاتا ہے۔

مولانا جلال الدینؒ کی ارادت

اس کے بعد مولانا (جلال الدینؒ) نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس فقیر کو اپنی خدمت کے لیے قبول فرما لیں، تا کہ میرا ہاتھ آپ کے دامن دولت سے پیوستہ ہو جائے۔ اس پر حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں فرزندی میں قبول کیا۔ اور اسی آن انہیں گوناگوں (عنایات کی) نگاہوں سے مشرف فرمایا۔

اس کے بعد (حضرت امیرؒ کے) مریدوں میں سے اس مرد نے کہا کہ اے مخدوم! ہم مدتوں اور عرصہ دراز سے آپ کی خدمت کرتے ہوئے عمریں بسر کر رہے ہیں، کیا وجہ ہے کہ مولانا جلال الدین اسی وقت ایسی (عنایات کی) نگاہوں سے مشرف ہو گئے ہیں؟ اس پر حضرت امیر (کلال) قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اے عزیزو! تم اپنے حال کو اُن کے حال کے برابر سمجھتے ہو! جبکہ انہوں نے بہت ریاضتیں کی ہیں اور کئی منازل طے کی ہیں، اور بس ہماری اس ایک اشارت کی کسر باقی تھی۔ جیسا کہ قطب ہروی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رحمت ناگاہ (اچانک) آتی ہے لیکن دلِ آگاہ پر ہوتی ہے۔ پس جس آدمی نے اپنے وجود کو ریاضت کے صحرا میں جلایا ہو، دینی علوم کی تحصیل میں اپنی عمر صَرف کی ہو اور شریعت مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں مسافرت کرتے ہوئے جوانی سے بڑھاپے میں پہنچ گیا ہو، کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت بے بہرہ رہے؟

تا دل صدفِ دُرّ حقیقت نہ شود
جان محرم اسرار طریقت نہ شود
بگذار جوانی کہ کسے در رہِ عشق
بانفس جوان پیرِ طریقت نہ شود

یعنی: جب تک دل حقیقت کی سیپ کا موتی نہ بن جائے، اس وقت تک طریقت کے راز کا محرم نہیں بن سکتا۔

٭ جوانی کو چھوڑ، کہ کوئی آدمی عشق کے راستے میں نفس جوان رکھتے ہوئے پیر طریقت نہیں

بن سکتا۔

عالم وعارف کی تعریف

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ .(سورۃ آل عمران:۲۶)۔

یعنی:(اللہ) جسے چاہتا ہے، ملک عطا فرماتا ہے۔

لیکن بہت سے اہلِ علم ہیں جن کی زبان عالم ہے اور اُن کا دل عالم نہیں ہے، اور وہ اہل اللہ کی نظر کے مستحق نہیں ہیں۔ جس طرح کہ قطب العارفین مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

آہ ازین زشتان کہ خوبی می نمایند از نقاب

از برون شو آفتاب و از درون شو کامیاب

یعنی: ان بُروں پر افسوس جو نقاب سے خوبی دکھلاتے ہیں، تُو باہر سے سورج (کی طرح روشن) بن جا اور اندر (باطن) سے کامیاب ہو جا۔

عالم وہ ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اُس کی صفات کے راز (حقیقت) سے پہچانتے ہیں، جس طرح کہ وہ نظر آتی ہیں، وہ ایسے ہی ہیں اور جیسی ہیں ویسی دکھائی دیتی ہیں۔ حضرت رسالت (پناہ) صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ مرد وہ ہے کہ اس کا ہونا اُس کے نظر آنے سے بہتر ہو۔ یہ (بات) مشہور ہے کہ ایک روز سلطان العارفین اور برہان المحققین سلطان بایزید بسطامی قدس سرہٗ ایک ایسے ہیجڑے کے پاس پہنچے جس نے اپنے زنانہ پن کو آراستہ کر رکھا تھا۔ (حضرت) سلطان (بایزید بسطامیؒ) نے اپنا چہرہ مبارک اس سے پھیر لیا۔ جب اس ہیجڑے نے (حضرت) سلطان (بایزید بسطامیؒ) کا یہ حال دیکھا تو عرض کیا کہ اے دین کے بزرگوار! اور اے راہِ یقین کے دانا! ہم جیسے لوگوں کو نظر آتے ہیں ویسے ہی ہیں، اور آپ بھی جس طرح نظر آتے ہیں ویسے ہی ہیں!

حق تعالیٰ کے راستے کے بعض سالکین اور صالحین نے بتایا ہے کہ عالم کون ہے اور عارف کون ہے؟ انہوں نے کہا ہے کہ عالم وہ ہیں جن کی گفتار اُن کی رفتار سے بہتر ہے۔ اور عارف وہ ہیں جن کا کردار اُن کی گفتار سے بہتر ہے۔ تمام علوم سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا ہے، اور جسے جانتا ہے، اس پر عمل کرنا ہے:

سخرۂ شیطان بود مردِ دغل
خندۂ دیو است و آتش بے عمل

گر عمل باعلم تو پیوند نیست
جبّہ و دستار دانشمند نیست

رو عمل باعلم اندر دست آر
تاشوی خاص خدا روز شمار

یعنی: فسادی آدمی شیطان کا ٹھٹھا ہے، (اور) بے عمل (شخص) شیطان کی ہنسی اور آگ ہے۔

- اگر تیرا عمل تیرے علم کے ساتھ جڑا ہوا نہیں ہے تو (تیرا) جبّہ اور پگڑی دانشمندی (کی علامت) نہیں ہے۔
- جا عمل علم کے ساتھ کرنے کا گُر سیکھ لے، تا کہ تو روزِ محشر خاصانِ خدا میں شمار ہو جائے۔

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے معارف میں سے ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ باعمل عالم اپنی عالمیت کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا سے مشرف بناتا ہے:

ہر کہ او ترسد ز من شادش کنم
و ز عذاب دوزخ آزادش کنم

طاعت از بہرِ خدا شرکت نہ دید
یا خدا را باش یا عقبیٰ طلب

یعنی: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو کوئی مجھ سے ڈرتا ہے، میں اسے خوش کروں گا اور اُسے عذابِ دوزخ سے آزاد کردوں گا۔

- اللہ کی عبادت میں شرک نہیں ہوتا، (پس) یا تو اللہ کا ہو جا، یا جنت کا طالب بن۔

خداشناسی کی نشانی یہ ہے کہ آدمی ظاہر و باطن میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرے، کیونکہ تمام کاموں کی اصل خوفِ الٰہی ہے۔ جب تو نے اللہ تعالیٰ کی معرفت پالی ہے تو پھر اُس سے ڈر۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا. (سورۃ فاطر:۲۸)

یعنی: اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اُس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔

جو کوئی خدا سے ڈرنے والا بنا، وہ بہشت میں آگیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ. (سورۃ بیّنہ:۸)

یعنی: یہ جنت جس کے بارے میں تو نے سنا ہے، اس (رحمٰن) سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔

پس معلوم ہوا، جو ڈرنے والا ہے وہ فلاح پانے والا ہے۔ جس کسی نے ڈرنے کو اپنا پیشہ بنا لیا، وہ تمام مفاسد (گناہوں) سے خوف کھاتا ہے اور دیدارِ حق کو پالیتا ہے۔ اگر تو روئے زمین کی سب کتابوں کو پڑھے اور تجھے یاد ہو جائیں اور جب تو اُن پر عمل نہ کرے تو تیرا علم شرمندگی کے سوا کچھ نہیں ہوگا:

علمے کہ معلمیش نہ در سینہ بود
درسی نہ بود ہر آنچہ در سینہ بود
صد خانہ کتاب خوانی سودت نکند
آن بہ کہ کتاب خانہ در سینہ بود

یعنی: جس علم کا معلّم سینہ میں نہ ہو، وہ ایک درس (کے برابر) نہیں، جس قدر (بھی) سینہ میں ہو۔

- کتب خانوں کو پڑھ لے تو (بھی) تجھے (کوئی) فائدہ نہیں دے گا۔ یہ بہتر (ہوگا) کہ کتاب خانہ تیرے سینے میں ہو۔

نفع دینے والا علم وہ ہے جو آدمی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے علاوہ ہر چیز سے روک لے اور باطل کی خواہش و ہوس سے دور کر دے:

علمے کہ ہمِ لا و نعمش بہ رہاند
وز درد سر معلّمش بہ رہاند
یک منع بہ توجیہ بکن نفست را
تا از ہمہ لا نسلّمش بہ رہاند

یعنی: جو علم ماسویٰ اللہ کی حب و نعمت سے رہائی دلائے اور اپنے معلّم کے دردسر سے چھڑائے۔

- تو ایک منع سے اپنے نفس کو یوں سمجھا کہ وہ تجھے تمام ماسویٰ اللہ سے رہائی دلا دے۔

جاننا چاہیے کہ سلطان العارفین، برہان المحققین اور مرشد السالکین خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت کی اور فرمایا کہ جاہل صوفیہ سے دُور رہو، کیونکہ یہ دین کے دشمن ہیں اور مسلمانوں کے ڈاکو ہیں۔ پس کوشش کرو کہ یہ (تمہارے) راستے میں نہ آئیں، تاکہ تم لوٹ مار سے محفوظ رہو۔ جس طرح کہ حضرت رسول (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْق. (اتحاف،۶:۳۹۸؛ جامع الصغیر،۱:۱۴۳)

یعنی: پہلے ساتھی، پھر راستہ۔

اور جیسا کہ اس عارف نے بھی فرمایا ہے:

یکے پندے دہم اے صاحب دین

یکے پندِ دل آویز خوش آئین

دمے منشین بہ پہلوئے حریصان

کہ جان گرگین شود از جان گرگین

یعنی: اے صاحبِ دین! میں تجھے ایک نصیحت کروں، ایک دل آویز اور خوش آئین نصیحت!

٭ ایک لحظہ بھی لالچیوں کے پہلو میں مت بیٹھ، کیونکہ بھیڑیا خصلت کے ساتھ (رہ کر) آدمی بھیڑیا بن جاتا ہے۔

اہلِ سنت و جماعت کی سعادتمندی

منقول ہے کہ حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بڑے ہی خوش نصیب اور سعادت مند ہیں وہ لوگ جو حضرت رسول (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت و خدمت میں رہیں۔ اور اگر (ہمیں) یہ میسر نہیں آئی تو (اے کاش کہ ہم) ایک بار ان لوگوں کی خدمت میں ہوتے جو حضرت رسول (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت و خدمت میں رہے۔ اور (اگر) یہ (سعادت) بھی ہاتھ نہیں لگی تو (اے کاش ہم) ایک بار تبع تابعین کی صحبت میں ہی ہوتے، کیونکہ انہیں بھی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور شرفِ بزرگی حاصل ہے۔ جب اس جماعت نے (دنیا سے) پردہ پوشی اختیار کر لی تو لوگوں کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اور وہ (ایک دوسرے کے) مخالف بن گئے اور انہوں نے بلا مقصد دعوے کر دیے اور خود کو زاہدوں اور عابدوں میں سے کہنے

لگے۔ لیکن حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے خاص بندے وہ ہیں جو رسول (اکرم) صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا اتباع کرتے ہیں اور اہلِ سنت و جماعت کے مذہب پر زندگی (بسر) کرتے ہیں۔ وہ شریعت سے باہر ایک قدم بھی نہیں رکھتے اور اپنی چیزوں کو حق کی خدمت کے لیے وقف کرتے ہیں، دلوں کو غفلت کے پردہ سے محفوظ رکھتے ہیں اور ہر آن کلام اللہ (قرآن مجید) کی تلاوت میں زندگی گزارتے ہیں۔ جیسا کہ صوفیہ کے نام سے موسوم کون لوگ تھے؟ اور اہلِ تصوف کیسے ہیں؟ اور جیسا کہ شیخ الطریقت، کاشف اسرار الحقیقت خواجہ ابوبکر اسحاق کلابادی قدس سرہٗ کی تعریف میں مذکور ہے اور وہ اربابِ یقین میں سے مشہور ہیں۔ اگر ہم ان سب کے القاب (ناموں) کے بیان میں لگ جائیں تو یہ کتاب بہت زیادہ ضخیم ہو جائے گی اور یہ مسودہ اس کا متحمل نہیں ہے۔ لیکن چند بزرگ کہ جن کے تعارف کی ہمیں ضرورت ہے، ان کا ذکر کتاب کے آخر میں کیا جائے گا۔ اِنْ شَــآءَ اللّٰــہُ! اس لیے کہ زمانہ آخر کو پہنچ گیا ہے اور لوگوں کو اِس کمینی دنیا سے بہت زیادہ رغبت ہوگئی ہے۔ یہ چیز خلقت میں باقی نہیں رہی اور نیز نہیں رہے گی اور وہ (اس بارے میں) پوچھیں گے۔ لوگوں کی حق تعالیٰ سے دوری بے علمی (جہالت) کی وجہ سے ہے، جیسا کہ اس سالک نے فرمایا ہے:

تا خانۂ دل خالی ز اغیار نہ بینی
خلوت گہہ جان در حرم یار نہ بینی

یعنی: جب تک تو دل کا خانہ غیروں سے خالی نہیں پائے گا، اس وقت تک حرم یار میں محبوب کی خلوت گاہ نہیں پائے گا۔

جب تک تو دنیا اور دنیا والوں سے پوری طرح منہ نہیں موڑتا، اس وقت تک حقیقی مقصود نہیں پا سکتا:

نے یار ہر کسے را دیدار می نماید
نے ہر حقیر دل را رخسار می نماید

یعنی: محبوب ہر کسی کو دیدار نہیں کراتا، اور نہ ہر گھٹیا دل والے کو رُخسار دِکھلاتا ہے۔

حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے:

تا در نہ زنی بہرچہ داری آتش
ہرگز نشود حقیقت وقت تو خوش

یعنی: جب تک تو اُسے آگے نہ لگا دے جو کچھ رکھتا ہے، اُس وقت تک تو حقیقی طور پر خوش وقت نہیں ہو سکتا۔

لقمہ حلال اور خرقہ پاک کی اہمیت

آپ اکثر اوقات اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ اگر تمہاری رات عبادت میں کمان کی مانند خمیدہ ہو جائے اور تمہارا پیٹ حضرت رب العزت کے جلال سے کمان کی زِہ کی طرح باریک ہو جائے تو بھی کام ہرگز مقصود کو نہیں پہنچتا، جب تک کہ تم اپنے لقمہ اور خرقہ کو پاک نہ رکھو۔ جب تک حضرت (محمد) مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کی پیروی نہ کرو گے، اُس وقت تک مقصود تک نہیں پہنچ سکو گے۔ کیونکہ تمام کاموں کی اصل شریعت کی پیروی ہے:

خلاف پیغمبرؐ کسی رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نہ خواہد رسید

یعنی: جس شخص نے نبی (اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت) کے خلاف راستہ اختیار کیا، وہ ہرگز منزل (مقصود) پر نہ پہنچے گا۔

وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ (سورۃ المدثر: ۴)۔ یعنی: اور اپنے لباس کو پاک رکھیے (کا ارشادِ الٰہی)، نیز اِس قول کی تائید ہے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے لباس کو پاک رکھنا مقصود ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ اچھا اخلاق رکھنا مراد ہے، کیونکہ آدمی کے لیے اچھے اخلاق سے بہتر کوئی شے نہیں ہے:

چو عیسیٰ باش خندان و شگفتہ
کہ خر باشد ترش روئے گرفتہ

یعنی: تو (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کی طرح ہنس مکھ اور خوش رُو رہ، کیونکہ تُرش رو (غصے میں) رہنے والا گدھا ہے۔

اچھا اخلاق آدمی کو ہر مقصد اور ہر مراد تک جو پہنچاتا ہے، اس کی یہی وجہ ہے۔ اس طرح

حضرت نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صفات (مبارک) بہت زیادہ تھیں اور سبھی نیک، لیکن پروردگارِ عالم، جس کا ذکر (سب سے) بلند ہے اور جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی کسی صفت (مبارک) کو عظیم نہیں فرمایا، لیکن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خلق (اخلاق) کو عظیم فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اچھا اخلاق سب سے زیادہ اچھی چیز ہے۔

فصل چہارم

شہرتِ خاصہ

ترکستان میں حضرت امیر کلالؒ کی شہرت

منقول ہے کہ ایک روز ترکستان سے ایک جماعت بخارا کے شہر میں آئی اور وہ لوگ بخارا کے لوگوں سے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ بخارا کے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تم حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو کیسے جانتے ہو، کیونکہ آپ ہرگز تمہارے ملک میں تشریف نہیں لے گئے؟ اس جماعت نے کہا کہ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ملک میں یوں مشہور ہیں کہ اس کی کوئی انتہا نہیں ہے، اور ہم سب آپ کے مرید ہیں اور آپ سے بیعت رکھتے ہیں۔ اس طرح ہمیں جو کچھ بھی کبھی پیش آتا ہے، آپ کی ہمت سے اللہ تعالیٰ (اسے) کافی فرما دیتا ہے۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ ہم نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کا نام مبارک کیا ہے؟ تو آپ نے یوں فرمایا کہ ہمیں ''امیر کلال'' کہتے ہیں۔ ہم سب آپ کے دامن (مبارک) سے وابستہ ہیں اور آپ کے مرید ہو چکے ہیں اور آپ سے بیعت رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے حضرت امیر (کلالؒ) کے اتنے اوصاف بیان کیے کہ حاضرینِ مجلس حیران رہ گئے۔

سیرِ عالم

نیز حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اپنے معارف میں بیان فرماتے تھے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جو آنکھ جھپکنے کی دیر میں مشرق سے مغرب تک یوں سیر کر لیتے ہیں کہ مخلوق میں سے کسی کو اُن کے احوال کی خبر نہیں ہوتی:

ع   بہ ترکستان خود مقدار راہ است

یعنی: ترکستان تک خودراستے کی ایک مقدار ہے۔

امیر تیمور کی ارادتمندی وفتح یابی

منقول ہے کہ ایک روز امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نمازِ جمعہ ادا فرمانے کے بعد بخارا کے شہر سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب کلاباد پہنچے تو فتح آباد اور کلاباد کے درمیان ایک سبزہ زار میں (لوگوں کی) ایک جماعت کو پایا، جو شرعی صحبت میں مصروف تھے۔ آپ نے درویشوں کے مقامات کے کچھ واقعات اُن سے سنے۔ اور یہ (لوگ) اولیاء اللہ کی ولایت اور کرامات بیان کر رہے تھے۔ اس جماعت میں امیر تیمور بھی تھے۔ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقیدتمندوں کے ساتھ گزر رہے تھے۔ جب امیر تیمور کی نگاہ اس جماعت پر پڑی تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کونسے درویشوں کی جماعت ہے؟ ان کے درمیان سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ حضرت امیر کلال ہیں۔ جب امیر تیمور نے سنا تو وہ فوراً ہوا کی طرح چلے اور حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گئے۔ سرِ نیاز سامنے کیا اور یوں فرمایا کہ اے بزرگوارِ دین! اور اے راہنمائے راہِ یقین! میں آپ کے کرم سے اس طرح کی امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے کوئی کام فرمائیں، تاکہ وہ درویشوں کی تسکین خاطر کا سبب بنے۔ اس پر حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ درویشوں کی باتیں مخفی ہوا کرتی ہیں اور ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم خود بات کریں، جب تک کہ (خواجہ) عزیزان (رحمۃ اللہ علیہ) کی روحانیت اشارہ نہ کرے، ہم کچھ نہیں کہتے، کیونکہ (اہل اللہ) نے (کبھی) اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا ہے۔ لیکن آپ انتظار کریں، اور غافل مت رہیں کہ میں آپ کے کام کے لیے ایک بڑی روشنی دیکھ رہا ہوں، جو آپ تک پہنچے گی۔

جب حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر پہنچے تو خلوت گاہ میں تشریف لے آئے۔ پھر اس سے باہر آئے اور نمازِ عشاء کو با جماعت ادا فرمایا۔ اس کے بعد مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کی روحانیت سے آپ کو ایک خبر ملی۔ فوراً اپنے محرموں (خدام) میں سے ایک، جس کا نام شیخ منصور تھا اور وہ قرامان میں مقیم تھا، کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جلدی جاؤ اور امیر تیمور کو کہو کہ ذرا بھر دیر نہ کریں اور فوراً خوارزم کی طرف چلے جائیں۔ کسی چیز کو خاطر میں نہ لائیں، اگر بیٹھے ہوں تو کھڑے ہو جائیں اور کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں کہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواح مبارک

نے اشارہ فرمایا ہے کہ تمام مملکت ایک سرے سے دوسرے تک آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو دے دی گئی ہے۔ جب خوارزم آپ کے تصرف میں آجائے تو پھر سمرقند کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

جب شیخ منصور امیر تیمور کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ امیر تیمور کھڑے ہیں اور وہ جواب کے منتظر تھے۔ جب شیخ منصور نے یہ خبر پورے اہتمام اور کمال سے بتائی تو امیر تیمور بلا توقف روانہ ہو گئے۔ جب کچھ راستہ طے کر لیا تو ایک جماعت کو آتے ہوئے دیکھا، جس نے آکر امیر تیمور کے خیمے کو گھیر لیا۔ ہر چند انہوں نے (امیر تیمور) کو ڈھونڈا، لیکن (انہیں) نہ پایا۔ نیز کسی آدمی نے بھی نہ بتایا۔ اور یہی (سبب) تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں مملکت عنایت فرمائی۔ جب وہ خوارزم سے فاتح و کامران واپس لوٹے تو پھر سمرقند آگئے اور یہاں مقیم ہو گئے۔ یہی (چیز) تھی کہ ان کا کام لحظہ بہ لحظہ اور روز بہ روز زیادہ ہوتا گیا اور اُن کا مقام بلند ہونے لگا۔

امیر تیمور کا حضرت امیر کلالؒ کو سمرقند بلانا

منقول ہے کہ جب امیر تیمور سمرقند میں مقیم ہو گئے تو ایک قاصد کو بخارا میں حضرت امیر بزرگ (کلال) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا کہ اگر حضرت امیر لطف فرمائیں اور یہاں تشریف لے آئیں تو ساری مملکت آپ کے قدم مبارک سے مشرف ہو جائے۔ اور اگر عنایت (حکم) فرمائیں کہ (ہم) آپ کے ہاں حاضر ہوں تو ایک جماعت کو پریشانی لاحق ہوگی، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا. (سورۃ النمل: ۳۴)۔ یعنی: جب بادشاہ (کسی) شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ کر دیتے ہیں۔

اس وجہ سے (آپ کے درویشوں کی) ایک جماعت کو زحمت ہوگی اور دوسرے ان لوگوں کو، جو حکام ہیں، جس طرح آپ حکم فرمائیں گے، اُسی طرح تعمیل کروں گا۔

جب یہ قاصد حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو حضرت امیرؒ نے عذر پیش کیا اور فرمایا کہ ہم دعا میں مشغول ہیں، کہیں جانا ہمارا کام نہیں ہے۔ آپ نے اپنے صاحبزادوں میں سے ایک صاحبزادے، جن کا نام (حضرت) امیر عمرؒ تھا، کو عذر خواہی کے لیے (قاصد کے ہمراہ) امیر تیمور کے پاس روانہ فرمایا اور (انہیں) فرمایا کہ اے بیٹا! امیر تیمور سے کہیں کہ اگر چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں آپ کو ایک جگہ (مقام) ملے تو سن لیں، تقویٰ و عدل کو اپنے وقت کا

شعار بنائیں۔ دوسرا یہ کہ درویش (صوفیہ) ہمیشہ مومنوں کے لیے دعا میں مشغول ہیں، اگر وہ دنیا کی طرف رغبت کریں تو اُن کی دعا پردے میں رہتی ہے۔ جب (حضرت) امیر عمرؒ کو یہ وصیتیں فرما چکے تو اُس کے بعد روانہ فرمایا۔

جب (امیر عمرؒ) امیر تیمور کے پاس پہنچے تو امیر تیمور نے چند روز تک انہیں (اپنے ہاں) ٹھہرائے رکھا۔ پھر امیر عمرؒ نے اجازت طلب کی۔ امیر تیمور نے نیازمندانہ انداز میں فرمایا کہ بخارا کا سارا ملک آپ کی نیاز (میں پیش) ہے۔ امیر عمرؒ نے فرمایا کہ (اسے لینے کی) اجازت نہیں ہے۔ اس پر امیر (تیمور) نے فرمایا کہ صرف بخارا شہر ہی قبول فرمالیں۔ امیر عمرؒ نے فرمایا: ''نیز (اس کی بھی) اجازت نہیں ہے۔'' پھر امیر (تیمور) نے فرمایا کہ ایک بار وہی گاؤں جس میں آپ رہتے ہیں، قبول فرمالیں۔ انہوں نے یہ بھی قبول نہ کیا۔ اس کے بعد امیر تیمور نے فرمایا کہ ہم کونسی چیز بھیجیں جو حضرت امیر کلال کے لائق ومناسب (حال) ہو اور ہمیں آپ کے حضور قرب نصیب ہو جائے؟ جب امیر تیمور نے یہ آرزو ظاہر کی تو امیر عمرؒ نے فرمایا کہ ہمارے والد بزرگوار نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ اہل اللہ کے دل میں جگہ (مقام) پائیں تو آپ تقویٰ و عدل کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں کہ یہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے اور یوں (آپ) سب دلوں (لوگوں) میں مقبول ہو جائیں گے:

قدرِ دنیا می ندارد کہ برو دست بزنند
باوجودِ عدمش را غم بیہودہ خورند
نظر آنہا کہ نہ کردند بدین مشتِ خاک
حق انصاف تواں داد کہ صاحب نظر اند

یعنی: دنیا اتنی قدر نہیں رکھتی کہ اس سے رغبت رکھی جائے، (لوگ) اس کے خالی وجود کے لیے بیہودہ غم کھاتے ہیں۔

- جن لوگوں نے اس مٹھی بھر خاک (دنیا) کی طرف اپنی نگاہ نہیں کی، حق (اللہ تعالیٰ) فیصلہ دے گا کہ (یہ لوگ) صاحبِ نظر ہیں۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی (سورۃ النجم: ۱۷)۔ یعنی: نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی — میں یہی بیان ہوا ہے۔ حضرت رسول (اکرم) صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (مبارک) میں آیا ہے: ''فقراء

امیروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔" اُس جہان (آخرت) کا آدھا دن اِس دنیا کے پنج ہزار سالوں کے برابر ہے۔ پس درویش (صوفی) کو اس معنی میں تامل کرنا چاہیے اور اسے دنیا اور اہلِ دنیا کے فریب میں نہیں آنا چاہیے کہ (یہ) حق (تعالیٰ) سے دوری کا سبب ہے۔

حضرت شمس الدین کلال کبشیؒ اور امیر تیمور کی ارادت

منقول ہے کہ ایک بار حضرت امیر تیمور (حضرت) شیخ شمس الدین کلال کبشی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایک رات حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آئے۔ راستے میں ایک اور آدمی بھی ایک بھیڑ لیے ہوئے حضرت امیر کلالؒ کی زیارت کے لیے آ رہا تھا۔ جب وہ اس دیہات کے قریب پہنچے تو انہیں کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو حضرت امیر (کلالؒ) کے گھر کا پتہ بتاتا۔ اچانک حضرت امیر (کلالؒ) تشریف لے آئے اور انہیں ساتھ لے کر (اپنے) گھر لے آئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آپ حضرت امیر (کلالؒ) ہیں تو آپ کے پاؤں (مبارک) میں گر پڑے اور عرض کیا کہ اے مخدوم! معاف فرمائیں، ہم نہیں جانتے تھے۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے بھائی! جب کوئی آدمی کسی درویش کی طرف چلتا ہے تو وہ راستہ نہیں بھولتا۔

پھر اُس آدمی نے بھیڑ حضرت امیر (کلالؒ) کے سامنے پیش کی۔ بھیڑ اُس آدمی کے ہاتھ سے چھوٹ کے چل پڑی۔ وہ آدمی (بھی) چل پڑا۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے (اُس آدمی سے) فرمایا کہ اے بھائی! آپ پریشان نہ ہوں، وہ خود ہی آ جائے گی۔ شیخ شمس الدین، امیر تیمور اور وہ آدمی سب ابھی جماعت خانہ میں بیٹھے تھے کہ بھیڑ جماعت خانہ میں آ گئی اور سر زمین پر رکھ دیا۔

اس کے بعد حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے شیخ شمس الدین! جو کوئی حق تعالیٰ کے کام کو یوں کرے کہ کسی کو خبر نہ ہو تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے سب کاموں کے لیے اس طرح کافی ہو جاتا ہے کہ درمیان میں کوئی ہاتھ نہیں ہوتا اور کوئی نہیں جانتا۔ جب شیخ شمس الدینؒ اور امیر تیمور نے یہ حالت دیکھی اور ملاحظہ کی تو وہ آپ کے کمال کے معترف ہو گئے۔ (حضرت شیخ شمس الدین) اسی وقت (حضرت) امیر (کلالؒ) کے دامن (طریقت) سے وابستہ ہو گئے اور حضرت امیر (کلالؒ) نے انہیں فرزندی (مریدی) میں قبول فرما لیا اور اُسی وقت اُن کو بشارت و اجازت (عطا) فرمائی۔ اور شیخ شمس الدینؒ سے امیر تیمورؒ کی سفارش فرمائی اور (ارشاد) فرمایا کہ

تیمور کی تربیت سے دریغ نہ کرنا۔ اور اِسی محافظت کی وجہ سے امیر تیمور اس مرتبہ پر پہنچے کہ جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔

اللہ والوں سے دشمنی کی سزا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلالؒ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جامع مسجد بخارا کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ایک آدمی اپنے غلام کے ہمراہ اپنے کھیتوں میں کام کر رہا تھا۔ اس غلام نے کہا کہ اے مالک! یہ کون لوگ ہیں جو آ رہے ہیں؟ مالک نے کہا، یہ مفت خور ہیں۔ جب اس شخص نے اپنے غلام سے یہ بات کی تو حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے دوستو! حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی درویشوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے، جب تک وہ ذلیل نہ ہو جائے، دنیا سے نہیں جاتا۔ سب عقیدتمند حیران ہو گئے کہ کیا (ماجرا) ہوا ہے کہ آپ کی مبارک زبان پر یہ بات آئی ہے؟ لیکن وہ اس (واقعہ) سے آگاہ نہ تھے۔ جب وہ جامع مسجد (بخارا) سے واپس لوٹے اور اُسی جگہ پہنچے تو اُس آدمی کے اندر (باطن) میں آگ لگی تھی اور وہ کسی طرح بھی (اسے) برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ جب اس کی نظر (درویشوں پر) پڑی تو سمجھ گیا کہ اس نے بُری بات کہی ہے۔ وہ آدمی بولا: ''مجھے (حضرت) امیرؒ کے پاس لے چلو کہ میں نے بیہودہ بات کی ہے۔'' جب اسے (حضرت) امیرؒ کے پاس لائے تو (حضرت) امیرؒ نے فرمایا کہ اے عزیزو! اس نے ایک ایسا کاری تیر کھایا ہے جس کا علاج نہیں ہو سکتا، اسے واپس گھر لے جاؤ۔ ابھی وہ گھر نہیں پہنچا تھا کہ اس جہان سے چل بسا:

زنہار ازین قوم گریزاں می باش

صد سر برند کہ درمیان دست نہ بود

یعنی: خبردار! اس جماعت (صوفیہ کی دشمنی) سے تو باز رہ (کہ یہ لوگ) سینکڑوں سر (یوں) کاٹ ڈالتے ہیں کہ کوئی ہاتھ نظر نہیں آتا۔

جی ہاں! جو کوئی (اپنا) ہاتھ اللہ والوں کے ہاتھ میں دیتا ہے تو اُس کی وجہ سے (یہ ہوتا) ہے کہ (اللہ والے) اس کا ہاتھ دنیا سے روک لیتے ہیں اور اُس کے چہرے کو پاکیزہ بنا ڈالتے ہیں۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کی ارادت

منقول ہے کہ ایک روز (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) قضان سلطان بادشاہ کے پاس جلادی (کے کام) میں مشغول تھے۔[۱] ایک آدمی کو کسی گناہ کے الزام میں پکڑا گیا اور (اسے) قضان سلطان بادشاہ کے پاس حاضر کیا گیا۔ قضان سلطان نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (حضرت) خواجہ بہاء الدینؒ اسے قصاص گاہ میں لائے۔ اسے بٹھایا اور تلوار نکالی اور درود پڑھ کر اُس آدمی کی گردن پر تلوار چلائی۔ تلوار نے کوئی اثر نہ کیا۔ دوسری بار بھی تلوار نے کچھ نہ کیا۔ تیسری مرتبہ (حضرت) خواجہؒ نے غصے میں آکر پورے زور کے ساتھ تلوار ماری تو بھی اس نے نہ کاٹا۔ لیکن (حضرت) خواجہ بہاء الدینؒ نے دیکھا کہ جب آپ تلوار چلاتے ہیں تو وہ آدمی لبوں کو ہلاتا ہے۔ اس کے بعد (حضرت) خواجہؒ نے فرمایا کہ اس اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ساری مخلوقات ہیں! اِدھر آ اور بتا کہ تو کیا پڑھ رہا ہے کہ تلوار تیرے اوپر اثر نہیں کر رہی؟ اس آدمی نے کہا کہ میں اپنے شیخ کو یاد کر رہا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ تمہارے شیخ کون ہیں؟ کہنے لگا کہ میں حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں۔

حضرت خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) نے حضرت امیر کلالؒ کا (نام مبارک) سُن رکھا تھا۔ جب اس حال کو دیکھا تو تلوار ہاتھ سے گرا دی اور حضرت امیرؒ کی طرف متوجہ ہو گئے، اور فرمایا کہ جب مجھے یوں دولت ہاتھ لگے تو میں کیوں نہ ایسے مرد کی خدمت میں حاضری دوں اور اِس کام (تصوف) میں مشغول نہ ہو جاؤں۔ جو بزرگ اپنے مرید کو تلوار کے نیچے محفوظ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے کرم وعنایت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ آخرت میں اسے جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے:

مردان خدا خدا نہ باشند
لیکن ز خدا جدا نہ باشند

یعنی: اللہ کے بندے خدا نہیں ہوتے، لیکن وہ اللہ سے جدا نہیں ہوتے۔

یقین جانیں کہ کوئی کام بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کفایت نہیں کرتا، چنانچہ اگر ایک بال

۱۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کے احوال ومناقب کے کسی اور مآخذ میں یہ واقعہ قبل ازیں مذکور نہیں ہوا، اور نہ ہی آپ کا تعلق اس پیشے سے ممکن ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ.

بھی ہے تو وہ اللہ کے امر کے بغیر نہیں اُکھڑتا۔ حضرت خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) کا حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنے کا یہی سبب تھا اور آپ حضرت امیر (کلالؒ) کے دامن سے وابستہ ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے کے مردوں میں سے بن گئے۔

اللہ اور اللہ والوں کی آتشِ محبت کا اثر

منقول ہے کہ جن دنوں حضرت خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) حضرت امیر (کلالؒ) کے عقیدتمندوں میں سے ایک تھے اور حضرت امیر (کلالؒ) کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے تھے، حضرت امیر (کلالؒ) قریۂ "خواجہ مبارک" میں آئے ہوئے تھے اور آپ نے اپنے جد (بزرگوار) کی بھٹی میں آگ جلا رکھی تھی اور اُس (کام) میں مشغول تھے۔ حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے بیٹا بہاء الدین! خوب آئے ہو اور موقع پر آئے ہو۔ اور آپ نے لکڑی حضرت خواجہؒ کے ہاتھ میں دی اور انہیں آگ جلانے میں لگا دیا۔ سخت گرمی تھی اور حضرت خواجہؒ نے ایک پوستین (پہنی) تھی، جس میں بہت زیادہ چیونٹیاں تھیں۔ جب آگ کی تپش ان کو پہنچی تو وہ حرکت میں آگئیں، جس سے حضرت خواجہؒ پریشان ہو گئے۔ (حضرت) خواجہؒ نے بے حال ہو کر اپنی یہ پوستین اتاری اور اُسے آگ میں پھینک ڈالا۔ جب حضرت خواجہؒ نے یہ کام کیا تو حضرت امیر (کلالؒ) اس سے آگاہ ہو کر فوراً باہر آگئے اور ناراض ہوئے۔ (حضرت) خواجہؒ نے کہا کہ غلطی ہو گئی ہے، آپ معاف فرما دیں۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اِدھر آؤ اور اپنی پوستین کو باہر نکالو۔ (حضرت) خواجہؒ نے فرمایا کہ اے مخدوم! اگر یہ پوستین پتھر اور لوہے کی ہوتی تو بھی جل چکی ہوتی۔ اس پر (حضرت) امیرؒ نے فرمایا کہ اے بہاء الدین! تم نے نہیں سمجھا کہ جو چیز درویشوں کے ظاہر (بدن) پر کئی برس رہی ہو اور حق تعالیٰ کی محبت کے شوق کی آگ میں جلی ہو، اِس (دنیا کی) آگ کی کیا مجال کہ وہ اس کو جلائے۔ اس لیے کہ (کہتے ہیں):

ع سوختہ از بس کہ بریاں کے شود مثلِ کباب

یعنی: (محبت الٰہی کی) آگ میں بھُنے ہوئے کا کباب نہیں بنتا۔

اے بہاء الدین! اگر تم اپنی مرضی سے آتے تو پھر پوچھ لیتے، جب تمہیں لایا گیا ہے تو پھر مت پوچھو! جب (حضرت) خواجہؒ نے دیکھا تو اپنی پوستین کو سالم پایا۔ (حضرت) امیر (کلالؒ)

نے فرمایا: ''آنا اور (چیز) ہے اور لانا دوسری (بات ہے)۔'' اس کے بعد حضرت خواجہ بہاء الدینؒ نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور پاؤں بھٹّی کی آگ میں رکھا اور پوستین کو سالم باہر نکال لائے، چنانچہ وہ ایک بال کے برابر بھی نہ جلی تھی۔ پھر حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے بہاء الدین! جو چیز درویشوں کے ظاہر (بدن) پر رہی ہو، دنیا کی آگ اسے نہیں جلا سکتی۔ جو آدمی درویشوں کے دل میں اپنی جگہ بنالے، اگر اُسے جہنم کی آگ نہ جلائے تو یہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے کرم وعنایات سے بعید نہیں ہوگا۔

خود بینی سے بچنے کی ترغیب

منقول ہے کہ ایک روز حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ''خواجہ مبارک'' کے گاؤں میں تھے اور (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) حضرت امیرؒ کی خدمت و ملازمت میں تھے۔ حضرت خواجہؒ کے دل میں یوں خیال گزرا کہ کوئی آدمی بھی مجھ سے زیادہ حضرت امیر (کلالؒ) کے قریب نہیں ہے۔ اچانک اُسی وقت ایک آدمی ایک بڑی بھیڑ نیازمندی میں لایا اور حضرت امیرؒ کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت خواجہؒ کے دل میں خیال آیا کہ اے کاش! حضرت مولانا عارفؒ (یہاں) ہوتے، تاکہ یہ بھیڑ بھونتے۔ جب (حضرت) خواجہ کے دل میں یہ خیال گزرا تو حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے بہاء الدین! اُٹھیں اور مولانا عارف کو کہیں کہ (اِدھر) آئیں۔ (حضرت) خواجہ (نقشبندؒ) نے کہا کہ اے مخدوم! ہم نسف کے علاقہ میں ہیں اور مولانا عارف کرمینہ کے ملک میں ہیں، کس طرح کہوں؟ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ تمہیں (وہاں) جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، باہر جائیں اور آہستہ (سے) کہیں: ''اے مولانا عارف!'' (حضرت) خواجہ باہر گئے اور آہستہ (سے) تین بار کہا: ''اے مولانا عارف!'' ابھی گھر میں بیٹھے تھے کہ مولانا عارف نے سلام کیا اور آپہنچے۔ اور فرمایا کہ اے بہاء الدین! حضرت امیر (کلالؒ) نے جو کہا کہ تین بار کہیں، کیا یہ ایک بار (ہی کہنا) بھلا نہ تھا؟ آپ نے تین بار کیوں فرمایا؟ اور آپ چاہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں آشکار کریں؟ جب حضرت خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) نے یہ حال مشاہدہ کیا تو حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے بہاء الدین! تم نے دیکھا کہ تم سے بھی زیادہ نزدیک لوگ ہیں؟

اے دوستو! آگاہ رہو کہ میلے گمان کو اپنے اوپر راستہ نہ دو اور خود پر اور اپنے کام پر (بڑائی کی) نظر مت رکھو کہ آدمی کے لیے خود بینی سے زیادہ بُری شے کوئی (اور) نہیں:

بردار ز پیش پردۂ خود بینی
باشد کہ بدین سان بہ کنی خود بینی
ابلیس سزائے خود بہ خود بینی دید
تو نیز مکن اگر کنی خود بینی

یعنی: تو اپنے سامنے سے خود بینی کا پردہ ہٹا دے، ممکن ہے کہ اس طرح تو خود بینی کو اُکھاڑ پھینکے۔

❁ ابلیس نے اپنی سزا خود بینی کی وجہ سے پائی (لہٰذا) تو بھی اگر خود بینی کرتا ہے تو مت کر۔

مَردوں کا کام

منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ (نقشبندؒ) نے فرمایا کہ اے عزیز! ہماری دوستی آپ سے زیادہ ہے، یا آپ کی دوستی ہمارے ساتھ؟ ان عزیز نے فرمایا کہ میری دوستی آپ کے ساتھ زیادہ ہے۔ (حضرت) خواجہ (نقشبندؒ) نے فرمایا: ''آپ کی دوستی کس قدر ہے؟'' ان عزیز نے فرمایا کہ میری دوستی اتنی ہے کہ اگر آپ مجھے کہیں کہ اسی وقت مرجاؤ تو میں مرجاؤں گا۔ حضرت خواجہ (نقشبندؒ) نے فرمایا کہ پھر تم مرجاؤ۔ وہ عزیز گرا اور جان حق (تعالیٰ) کے سپرد کردی۔ پس (حضرت) خواجہؒ نے جب یہ حالت دیکھی تو حیران رہ گئے۔ (حضرت) خواجہؒ اسی فکر میں تھے کہ اچانک ایک آواز سنی کہ آپ کو امیر کلال کے پاس جانا چاہیے، تاکہ آپ کی یہ مشکل دور ہوجائے۔ جب آواز (حضرت) خواجہ کے کان میں پہنچی، فوراً دامن سمیٹا اور ہوا کی طرح صَرصَر کرتے ہوئے (حضرت) امیر (کلالؒ) کے پاس آئے۔ حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے بہاء الدین! اگر تمہیں نہ کہتے تو تم نہ آتے۔ اب ٹھہرنے کا موقع نہیں، اب اٹھیے اور جس طرح آئے ہو اُسی طرح واپس جائیے اور (اسے) کہیے کہ زندہ ہوجا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوجائے گا۔ جب (حضرت) خواجہ (نقشبندؒ) اس عزیز کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ ورم کرچکا ہے اور ہوا کی مانند پھول چکا ہے۔ پس (حضرت) خواجہؒ نے حضرت امیر رحمۃ اللہ علیہ کی آواز کے مطابق کہا کہ زندہ

ہو جا۔ تو وہ مرد فوراً زندہ ہو گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے اُٹھ بیٹھا اور اُس نے سلام کیا:

چو آمرزگارش فریدون بود
ازان بے ہنر بے ہنر چون بود

یعنی: جب اس کا بخشنے والا بادشاہ (اللہ تعالیٰ) ہے تو اس بے ہنر سے بے ہنری کیوں ہو۔

جی ہاں! جو کوئی اپنی طرف سے کوئی کام کرے، وہ شرمندگی اور پریشانی کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ کام وہ ہوتا ہے جو کسی مرد کے ہاتھ سے ہو یا کسی مرد کے اشارے سے کیا جائے، تاکہ اس کا کام مَردوں جیسا ہو اور اُس کام سے دنیا و آخرت میں اس کے دل کو کوئی دُکھ نہ پہنچے۔

مردانِ غیب کی ارادت

منقول ہے کہ جب دن ہوتا تو حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ آدمیوں کے ساتھ صحبت کرتے، اور جب رات ہوتی تو مردمانِ غیب کے ساتھ مجلس فرماتے، اور اِس حالت کی کسی کو کوئی خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ ان کے عقیدتمندوں میں سے ایک کو اِس چیز کا شوق ہوا کہ جب رات ہوگی تو حضرت (امیر کلالؒ) کی خدمت میں حاضر ہوں گا، تاکہ آپ حال پر ایک نگاہ فرمائیں اور مجھے کوئی کام فرمائیں۔ جب رات ہوئی تو وہ حضرت امیر (کلالؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ (حضرت) امیرؒ کے جماعت خانہ میں ایک بڑی جماعت یوں بیٹھی ہے کہ کسی کے (اندر) آنے کے لیے جگہ نہیں۔ وہ کچھ وقت بیٹھا رہا اور سر نیچے کر کے (بیٹھے ہوؤں کو) دیکھا، جن کی کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔ وہ مرد بھی سر نیچے کر کے کچھ وقت ٹھہرا رہا۔ اور جب سر اُٹھایا تو دیکھا کہ کوئی آدمی (وہاں) نہیں اور حضرت امیر (کلالؒ) تنہا بیٹھے ہیں۔ اس کے بعد حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو اور تمہارا جو مقصد تھا وہ تمہیں مل گیا، لیکن یاد رکھو! اِس بات کو کسی سے بیان نہ کرنا۔

وہ عزیز کہتے ہیں کہ میں نے (حضرت) امیر سے پوچھا کہ اے مخدوم! یہ کون تھے جو آپ کی خدمت میں (بیٹھے) تھے؟ کیونکہ میں نے انہیں ہرگز نہ دیکھا تھا۔ حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ غیب کے لوگ تھے جو حضرت خواجہ بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ جب حضرت خواجہ (غجدوانیؒ) نے فانی دنیا سے رحلت فرمائی تو

وہ مراتب کی ملازمت میں لگ گئے۔ (یہ) ایسے لوگ ہیں جو ظاہر و باطن میں حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور (حضرت) مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی شریعت کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ رخصت پر عمل نہیں کرتے، وہ اصحاب رخصت سے دُور (رہتے) ہیں، کیونکہ رخصت پر عمل کرنا کمزوروں کا کام ہے۔ اور جب اس طرح کا عمل کرو گے تو تم بھی ان کی صحبت سے بہرہ مند ہو جاؤ گے۔

حسد کی سزا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ موضع ''خواجہ مبارک'' سے بخارا کی طرف روانہ ہوئے تو قضا سے آپ کا گزر ایک کچے گاؤں سے ہوا۔ وہاں اس گاؤں اور اس کے آس پاس کے لوگ جمع تھے۔ جب ان کو خبر ملی کہ حضرت امیر (کلالؒ) آرہے ہیں تو سب آپ کے استقبال کے لیے باہر نکلے۔ اس مجمع میں ایک شیخ تھے، جن کی وجہ سے یہ لوگ جمع ہوئے تھے۔ جب ان لوگوں نے (حضرت) امیر (کلالؒ) کو دیکھا تو اُن میں اس قدر ذوق پیدا ہوا کہ اُن عزیز (شیخ) کی (طرف) پھر پہلے کی رغبت نہ رہی۔ ان شیخ کے دل کو بہت دُکھ ہوا۔ جب ان شیخ نے یہ حالت دیکھی تو خود سے کہنے لگے کہ ابھی ایک کام کرتا ہوں تا کہ ان لوگوں کا (حضرت) امیرؒ پر اعتقاد نہ رہے۔ جب (حضرت امیرؒ) گھر اور باغیچے کے قریب پہنچے تو وہ شیخ لوگوں کے ہمراہ باہر نکلے اور حضرت امیر (کلالؒ) کو دیکھا۔ جب (حضرت) امیر گھر میں چلے گئے تو اُن شیخ نے غصے سے (حضرت) امیرؒ کے گھوڑے پر ایک نگاہ ڈالی، وہ اُسی وقت گر پڑا۔ (حضرت) امیرؒ کے خادموں میں سے ایک نے کہا کہ جاتا ہوں اور (حضرت) امیرؒ کو بتاتا ہوں کہ گھوڑے کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ جب وہ اس گھر میں داخل ہوا تو چاہا کہ بتائے۔ (حضرت) امیرؒ نے فرمایا: جلدی باہر نکلو کہ سننے کا موقع نہیں ہے۔ جب آپ گھوڑے کے پاس پہنچے تو اپنے پاؤں مبارک سے گھوڑے کو اشارہ فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے فوراً کھڑا ہو جا۔'' گھوڑے نے نعرہ مارا اور کھڑا ہو گیا۔ حضرت امیرؒ اس پر سوار ہوئے اور گھر میں لے آئے۔

لوگ (حضرت) امیرؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اے دوستو! جلدی واپس جاؤ کہ تمہارے شیخ کے بیٹے کو ہمارے گھوڑے سے زیادہ سخت صورت پیش آ گئی ہے۔ قضا

سے ان شیخ کا ایک خوبصورت بیٹا تھا، جس کے حسن کی کوئی حد نہ تھی۔ جب وہ لوگ شیخ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ شیخ کا بیٹا اُن کے پہلو میں بیٹھا ہے اور شیخ یوں معرفت میں آپڑے ہیں کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ اچانک انہوں نے (حضرت) امیر (کلالؒ) کے حال پر اعتراض کیا، پس اسی آن اس بیٹے نے نعرہ مارا اور گر پڑا۔ اُس کا پیٹ یوں پھول گیا کہ اُسی وقت پھٹ پڑا۔ (وہاں موجود) اکثر لوگوں پر بیہوشی طاری ہوگئی۔ جب لوگوں نے اس شیخ کی یہ حالت دیکھی تو سب (حضرت) امیر (کلالؒ) کے پاس آئے اور آپ کے (مبارک) قدموں میں گر پڑے۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ تم یہ حال ہم سے نہ سمجھو، بلکہ یہ چیز خواجہ بزرگ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے روح (مبارک) سے جانو کہ انہوں نے یوں فرمایا ہے کہ جب سیڑھی کے جلنے کا وقت آتا ہے تو وہ اس گروہ (اولیاء) کی دیوار پر ہوتی ہے، اور جب کسی کو گرانا ہوتا ہے تو اُسے نامی درویشوں میں شامل نہیں کیا جاتا۔ اب تمہیں جانا چاہیے اور اِس بیٹے کے کفن و دفن میں مصروف ہونا چاہیے۔ جو تیر کمان سے نکل جائے، اُسے واپس نہیں لایا جاسکتا۔

خود بینی سے بچنے کی تربیت

منقول ہے کہ (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) کے دل میں یوں خیال گزرا کہ عرصہ دراز ہوگیا ہے کہ میں (حضرت) امیر (کلالؒ) کی خدمت بجالا رہا ہوں اور اب ہم سے بہت کام (مجاہدہ) سرانجام پاچکا ہے۔ جب (حضرت) خواجہؒ کے دل میں یہ خیال گزرا تو حضرت امیر (کلالؒ) نے (حضرت) خواجہؒ سے فرمایا: جلدی اُٹھو اور بخارا کی طرف چل پڑو کہ وہاں اہم کام واقع ہوگیا ہے۔ حضرت امیر (کلالؒ) بھی روانہ ہو پڑے اور (حضرت) خواجہؒ سے فرمایا کہ تمہیں اونٹ پر جانا چاہیے۔ (حضرت) خواجہ چل پڑے اور جب فتح آباد کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ بخارا کے تمام مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواح سواریوں پر آرہی ہیں۔ جب (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) نے ان سب کو دیکھا تو جلدی سے نیچے اترے اور سب کی تعظیم کی اور سلام کیا۔ (حضرت) خواجہؒ نے ان سے سوال کیا کہ اے عزیزو! آپ یوں کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت امیر کلالؒ کے استقبال کو جارہے ہیں کہ آپ آرہے ہیں۔ اچانک حضرت امیر (کلالؒ) آپہنچے اور سب ارواح سواریوں سے نیچے اُتر آئیں اور حضرت امیر اُسی

طرح سوار تھے۔ اور ایک وقت تک (ان) ارواح سے صحبت کرتے رہے اور پھر وہ (ارواح) واپس چلی گئیں۔ اس کے بعد (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) نے فرمایا کہ اے مخدوم! آپ کے اس جگہ تشریف لانے کی کیا غرض ہے، جسے میں نہیں سمجھ سکا؟ (حضرت) امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے بہاءالدین! سچ کہتے ہو، کیونکہ اگر تم خود کو جانتے ہوتے تو خود کو اور اپنے کام کو نگاہ میں نہ لاتے۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم دوبارہ یوں نگاہ نہ کرو۔ ابھی تمہیں بہت سے کام (مجاہدے) کرنے چاہئیں، تاکہ مشائخ (عظام) کی ارواح مبارکہ تمہارے احترام کو باہر آئیں، نہ کہ تم ان کی تعظیم کے لیے (آؤ)، اگرچہ تعظیم سبھی پر واجب ہے:

این دیده بپوش تا دلت دیده شود

زان دیده جهان دیگرے دیده شود

یعنی: اس آنکھ کو بند کر، تاکہ تیرا دل آنکھ بن جائے۔ کیونکہ اس (کی) آنکھ سے ایک دوسرا جہان نظر آتا ہے۔

اے بہاءالدین! خبردار، میں چاہتا ہوں کہ جس آنکھ سے خود کو دیکھا کرتے تھے، اس کے بعد اُس آنکھ کو بند کر دو، کیونکہ اس کا کھلا رکھنا اچھی بات نہیں ہے۔ جب (حضرت) خواجہؒ نے یہ حال مشاہدہ فرمایا تو توبہ کی اور حق تعالیٰ کے راستے کے مردوں میں شامل ہو گئے۔

دنیا و آخرت کی شرمندگی سے محافظت کی آرزو

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اپنے ساتھیوں میں سے ایک کے گھر تشریف لے گئے۔ قضا سے وہ آدمی گھر پر نہ تھے، شکار کو گئے (ہوئے) تھے۔ گھر والوں نے قاصد کو اُس شخص کے پاس بھیجا کہ تمہارے گھر میں حضرت امیر (کلالؒ) آئے ہیں۔ وہ عزیز شرمندہ ہوئے کہ میں شکار کو آیا اور کوئی (شکار) نہیں پکڑا۔ اسی فکر میں تھا کہ دو پرندے آئے اور پنجرے کے نیچے سو رہے۔ جب اُس آدمی نے اُن پرندوں کو دیکھا تو خوشحال ہو گیا، آگے بڑھا اور اُس نے دونوں پرندے پکڑ لیے اور (پھر) گھر آ گیا۔ اس نے دونوں پرندے حضرت امیر (کلالؒ) کی خدمت میں پیش کیے۔ اس پر حضرت (امیر کلالؒ) نے فرمایا کہ اے عزیز! اگر (یہ) دونوں پرندے پنجرے کے نیچے نہ آتے تو تم کیا کرتے؟ لیکن اے میرے دوستو! تم جان لو اور آگاہ رہو

کہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمہیں دنیا میں اور نیز آخرت میں شرمندگی سے محفوظ رکھے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ!

حضرت امیر کلالؒ کے کہنے پر پرندوں کا جمع ہوجانا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو اِس بات کا شوق ہوا کہ قرامان کے گاؤں میں جائیں۔ (حضرت) شیخ ابراہیم قرامانیؒ وہاں تھے۔ جب آپ (وہاں) پہنچے تو حضرت امیر (کلالؒ) نے (حضرت) شیخ ابراہیمؒ کو فرمایا کہ اے شیخ ابراہیم! ہمارے لیے حلال گوشت کا بندوبست کرو۔ (حضرت) شیخؒ نے فرمایا کہ اے مخدوم! حلال گوشت کا بندوبست کہاں سے کروں کہ حلال گوشت کم ہاتھ لگتا ہے؟ حضرت امیر (کلالؒ) نے (حضرت) شیخ ابراہیمؒ سے فرمایا کہ تمہیں اس جنگل میں داخل ہونا چاہیے اور پرندوں کو بلانا چاہیے، تاکہ وہ تمہارے پاس آئیں تو اُن میں سے کچھ پکڑلو اور لے آؤ، کیونکہ حلال گوشت یہ ہے۔ اس کے بعد (حضرت) شیخ ابراہیمؒ اٹھے اور باہر گئے اور جنگل میں داخل ہوگئے۔ انہوں نے پرندوں کو بلایا، وہ جنگل سے (حضرت) شیخ کے پاس جمع ہوگئے۔ ان میں سے چند کو انہوں نے پکڑا اور حضرت امیر (کلالؒ) کے پاس لے آئے۔ اس کے بعد (حضرت شیخؒ) اسی اجازت واشارت پر جب بھی جنگل میں آتے، پرندوں کو بلاتے تھے اور تمام پرندے حضرت امیر (کلالؒ) کے اسی حکم پر (حضرت) شیخؒ کے نزدیک جمع ہوجاتے تھے۔

فصل پنجم

قبولیتِ تامہ

بخارا کے ائمہ کی حضرت امیر کلالؒ سے ارادت

منقول ہے کہ ایک روز بخارا کے ائمہ اتفاق سے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آئے۔ ہر ایک نے اپنے دل میں ایک چیز کا خیال ٹھہرا رکھا تھا کہ اگر حضرت امیر کلالؒ ولی ہوئے تو ہم سب کے سامنے بھُنی ہوئی مرغابی رکھیں گے اور ہم سب کے نوکروں کے آگے مرغابی رکھیں گے۔ خاوند شاہ نے گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ جو مرغابی میرے سامنے رکھیں گے، اُس کے اوپر ایک چھری بھی ہونی چاہیے، تا کہ میں اس سے مرغابی کے ٹکڑے کر کے کھاؤں۔ اُسی وقت حضرت سیّد امیر حمزہؒ بہت سی مرغابیاں اور دوسرے پرندے شکار کر کے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے تھے۔ آپ نے حضرت سیّد امیر حمزہؒ کے لیے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ بخارا کے ائمہ آ رہے ہیں اور اُن کے دل میں جو خیال آیا ہے، تم وہ لے آؤ۔ اُسی وقت اُن کو پکایا گیا اور اکابر کا انتظار کرنے لگے۔ جب اکابر آ گئے اور (حضرت) امیر (کلالؒ) کے جماعت خانہ میں بیٹھ رہے تو آپ نے حضرت امیر حمزہؒ کو فرمایا کہ تم ان عزیزوں کے سامنے دستر خوان بچھاؤ اور اکابر کی خدمت تمہیں کرنی چاہیے، تا کہ تم عزیزوں کی نگاہ میں شرف حاصل کرو۔ اور جب تم خاوند شاہ کے پاس پہنچو تو یہ چھری مرغابی کے اوپر رکھنا، تا کہ وہ اس چھری سے کاٹیں اور کھائیں، کیونکہ انہوں نے ہم سے یونہی چاہا ہے۔ جب ان مرغابیوں کو تقسیم کیا گیا تو سب اکابر حیران رہ گئے اور آپ کے مقام کی عظمت کے قائل ہو گئے۔ خاوند شاہ نے چھری کو پکڑ کر مرغابی کو کاٹنا چاہا تو اُن کے ہاتھ پر ایسا زخم ہو گیا جس کی کوئی حد نہیں تھی، اور کسی طرح خون بند نہیں ہوتا تھا۔ اچانک حضرت امیر (کلالؒ) داخل ہوئے اور فرمایا کہ اے الّو! کسی آدمی کو درویشوں کے گھر کا ہرگز چھری سے امتحان نہیں لینا چاہیے۔ اسی وقت سے ان کا لقب کویی پڑ گیا۔

اس کے بعد حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے عزیزو! تم اس چیز کو مجھ سے نہ سمجھنا کہ ان مرغابیوں کو امیر حمزہ نے پکڑا ہے اور تمہارے پاس لائے ہیں، تا کہ آپ ان پر نگاہ فرمائیں۔ کیونکہ اکابر طریقت کی یہ سنت رہی ہے کہ جو چیز اچھی ہو، اُسے دوسرے کی طرف سے سمجھتے ہیں اور خود کو درمیان میں نہیں لاتے اور جو چیز خراب ہوئی ہو، اُسے اپنی طرف سے سمجھتے ہیں:

عیب است بزرگ برکشیدن خود را
در جملہ خلق برگزیدن خود را
از مرد مک دیدہ بباید آموخت
دیدن ہمہ کس را و ندیدن خود را

یعنی: عیب ہے خود کو بزرگ بنانا، ساری مخلوق میں خود کو ممتاز کرنا۔

☼ دیکھنا پُتلی سے سیکھنا چاہیے، (یعنی) سب کو دیکھنا اور خود کو نہ دیکھنا۔

ہمارے اس زمانے میں قصہ اُلٹ ہو چکا ہے۔ لوگوں کو کہتے ہیں کہ اپنے عیب کو دیکھنے والے بنو۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے عزیزو! ہمارے ظہور کے بعد اس گھر کو دولت ملے گی۔ اور انہوں نے اسی مجلس میں ان کے حق میں کامل نگاہ فرمائی:

دولت ہمہ از خدائے بے چوں آید
تا در حقِ ہر بندہ نظر چوں آید
آن را کہ خدائے دولتے خواہد داد
ناگاہ ز سنگِ خارا بیروں آید

یعنی: ساری دولت خدائے بے چوں سے ملتی ہے، تب (جا کے) ہر بندے کے حق میں ایسی نگاہ ہوتی ہے۔

☼ جسے اللہ تعالیٰ کوئی دولت عطا کرنا چاہے، وہ اچانک سنگِ خارا سے باہر آ جاتا ہے۔

ولایت روم میں حضرت امیر کلالؒ کی شہرت

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ جماعت خانہ میں بیٹھے تھے کہ ایک حسین جوان دروازے سے اندر آیا۔ اس نے سلام نہ کیا

اور بیٹھ رہا اور اُس نے کوئی بات بھی نہ کی۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے بھی کچھ نہ فرمایا:

تو باہمہ آشکار و چشم ہمہ کور

تو باہمہ در حدیث و گوش ہمہ کر

یعنی: تو سب کے سامنے (ہے) اور سب کی آنکھیں اندھی (ہیں)، تو سب سے ہمکلام (ہے) اور سب کے کان بہرے (ہیں)!

کچھ وقت کے بعد (حضرت) امیر (کلالؒ) نے سر اُٹھایا اور فرمایا کہ پورا ہو گیا۔ اس جوان آدمی نے فرمایا: ایک خلا رہ گیا تھا، وہ بھی مکمل ہو گیا۔ کچھ دیر ٹھہرا اور (پھر) باہر آ گیا۔ جب وہ گھر کے دروازے سے باہر نکلا تو لوگوں نے اسے روک لیا اور اُس سے کہنے لگے: اے جوان آدمی! ہم نے تم سے ایک چیز دیکھی ہے، جب تم (حضرت) امیر (کلالؒ) کے پاس آئے ہو تو سلام نہیں کیا اور تم نے سوائے اس کے کوئی بات بھی نہیں کی کہ "ایک خلا رہ گیا تھا، وہ بھی مکمل ہو گیا۔" جب تم باہر آئے ہو تو تم نے کوئی اجازت بھی نہیں مانگی، یہ چیز تمہیں زیب نہیں دیتی تھی۔ ہم جاننا چاہتے ہیں کہ تم کہاں کے ہو اور کس کام سے آئے ہو؟ اس جوان آدمی نے کہا: "میں روم کے ملک کا رہنے والا ہوں اور کل امیر نے ہمیں فرمایا تھا کہ جب مسجد مکمل ہو جائے تو دوسرے روز ہمیں اطلاع دینا۔ چند روز پہلے حضرت امیر مسجد کی تعمیر میں مشغول تھے۔" اس پر لوگ کہنے لگے کہ (یہ) کیسے ہے؟ کیونکہ حضرت امیر (کلالؒ) ظاہری طور پر روم نہیں گئے تھے۔ اس آدمی نے کہا: ہم سب آپ کے مرید ہیں اور ہم آپ سے بیعت ہیں اور ہم ہر روز آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔

اس کے بعد لوگوں نے کہا: "پس تم جب جماعت خانہ میں داخل ہوئے تھے تو سلام کیوں نہیں کیا؟ اور جب واپس ہوئے تو اجازت کیوں نہیں مانگی؟" اس جوان آدمی نے کہا کہ ہم دل سے سلام کرتے ہیں اور دل سے سنتے ہیں، اور ہمیں زبان سے (کہنے کی) ضرورت نہیں۔ اس (جوان) مرد نے کہا کہ ہمیں اس ملک میں جو مشکل بھی پیش آتی ہے، اسی وقت حضرت امیر آتے ہیں اور مشکل کا حل فرما دیتے ہیں۔ آپ ہمارے ملک میں تمہارے ملک سے زیادہ مشہور ہیں اور حضرت امیر (کلالؒ) کے مرتبہ کو وہاں کے لوگ بہتر (طور پر) سمجھتے ہیں:

ولی و والی ملک ولا است میر کلال

یقین کہ داد دہِ اولیا است میر کلال

ولی است سالک مجذوب قطب این عالم
مقرر ازلی بادشاست میر کلال

یعنی: امیر کلالؒ ملکِ ولایت کے ولی اور والی ہیں، سچ ہے کہ امیر کلالؒ اولیاء کے مددگار ہیں۔
❁ ولی ہیں، سالک، مجذوب، اس دنیا کے قطب (اور) ازلی بادشاہ امیر کلالؒ مقرر ہیں۔

خود کو عاجز سمجھنے کا درس

منقول ہے کہ ایک روز ایک آدمی حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور درخواست کی کہ اے مخدوم! میں چاہتا ہوں کہ آپ کا قدم مبارک اس فقیر حقیر کی جھونپڑی میں داخل ہو، تاکہ آپ کے قدم (مبارک) کی برکت سے اس فقیر کی کٹیا منور ہو جائے، کیونکہ لوگوں نے کہا ہے:

ہر کجا قدوم اہل سعادت درون شود
آید صفا و درد و کدورت برون شود

یعنی: جس جگہ اہلِ سعادت کے قدم (مبارک) داخل ہوں، وہاں صفا وارد ہوتی ہے اور درد و کدورت (وہاں سے) چلی جاتی ہے۔

میں آپ کی اجازت سے کھانا پیش کروں گا۔ (حضرت) امیر (کلالؒ) نے فرمایا: ''جاؤ اور جب (کھانا) پیش ہوگا تو اُس وقت دیکھیں گے۔'' وہ آدمی چلا گیا اور تین رات دن تک ہر طرح کے کھانے تیار کرتا رہا۔ اس کے بعد آیا تاکہ (حضرت) امیر (کلالؒ) اور آپ کے ساتھیوں کو لے جائے۔ حضرت (امیر کلالؒ) نے فرمایا کہ پہلے جاؤ ہمارے ان درویشوں کو سیر کرو، اس کے بعد آؤ، پھر دیکھیں گے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اے مخدوم! ہم نے اتنا کھانا پکایا ہے کہ اگر ایسے سو درویش بھی جائیں تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں کھا سکتے۔ (حضرت) امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ ایک بار تم جاؤ اور انہیں اچھی طرح سیر کرو۔ وہ آدمی (حضرت) مولانا عارفؒ کی خدمت میں آیا اور انہیں اُس گھر میں لایا جس میں کھانا تھا اور وہ کھانے میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ ایک ہی وقت میں سارے کھانے ختم ہو گئے اور کچھ بھی (باقی) نہ بچا۔ اللہ کا وہ بندہ حیران رہ گیا اور (حضرت) مولانا کے پیٹ کو دیکھنے لگا، وہ ایک ذرّہ بھی (پہلے سے) زیادہ بڑا نہیں ہوا تھا۔

(حضرت) مولاناؒ نے فرمایا کہ کیوں اور کھانا نہیں لاتے؟ وہ مرد کہنے لگا کہ میں نے جو کچھ پکایا تھا، بس وہ یہی تھا جسے آپ نے کھالیا ہے اور کچھ نہیں بچا۔ بس (حضرت) مولاناؒ اٹھے اور اُس آدمی کے ہمراہ حضرت امیر (کلالؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ آدمی شرم کے مارے اصطبل میں کھڑا ہوگیا اور سر اوپر نہ اُٹھاسکا۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے عزیز! تم خوش ہوجاؤ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے ان تمام کھانوں کو نور بناڈالا ہے اور وہ نور بن گئے ہیں:

ز خودبیني حذر کن گر بہ بیني
درّر بیني اگر خود را نہ بیني
یک رہ نیست این دعویٰ ہستی
بدان از حق پرستی خود پرستی
چو مردان باش اگر مرد خدائی
رہا کن زرق و سالوس و ریائی

یعنی: اگر دیکھنے والا ہے تو غرور سے پرہیز کر، اگر تو متکبر نہ بنے تو موتی (جواہرات) پائے گا۔

- یہ دعویٰ ہستی ہرگز روا نہیں ہے، حق پرستی (ہی) میں خود پرستی کو سمجھ!
- اگر تو مردِ خدا ہے تو مَردوں کی طرح رہ! مکر وفریب اور ریاکاری کو چھوڑ دے۔

جو اللہ کا ہوگیا، اللہ اُس کا ہوگیا

منقول ہے کہ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے (حضرت) امیر حمزہؒ سے فرمایا کہ اوّل پرندوں کے شکار میں اور پھر عزیزوں کے دلوں کے شکار میں مشغول ہوجاؤ۔ ایک روز حضرت امیر حمزہؒ نے جال لگایا اور (اس میں) دانے گرائے۔ جس قدر بھی کوشش کرتے رہے، کوئی پرندہ ان کے جال میں نہ آیا۔ اس کے بعد حضرت امیر بزرگؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے مخدوم! ہم نے دانہ ڈالا ہے اور جال لگایا ہے، کوئی پرندہ ہمارے جال میں نہیں آیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا: سب یہ ہے کہ تم جھونپڑے میں غافل (ہوکر) بیٹھتے ہو اور (یوں) جال ذکرِ الٰہی سے خالی رہتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے کسی طرح بھی غافل نہ رہو اور جال کو اللہ کی یاد سے غافل مت رکھو اور خود کو مکمل طور پر حق سبحانہٗ و

تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھو، تاکہ تمہارے دل میں جو کچھ ہو، وہ تمہارے حال میں آ جائے:

دلا ہموارہ تسلیم و رضا باش
بہر جائے کہ باشی باخدا باش
خدارا دان خدا را جُو بہرحال
بدان تو یاد او بہ از زر و مال
ترا کو از دو گیتی برگزید است
ہم آخر بہرکارے آفرید است

یعنی: اے دل! ہمیشہ تسلیم و رضا میں رہ، جہاں بھی رہو، خدا (کی یاد) کے ساتھ رہو۔

- ہر حال میں خدا کو پاؤ، خدا (ہی) کو ڈھونڈو، اس کی یاد (ہی) کو زَر اور مال سے بہتر (چیز) سمجھو۔
- جس نے تجھے دو جہان میں، برگزیدہ بنایا ہے، اسی نے ہر کام کو پیدا فرمایا ہے۔

جب انہوں نے اس کا اہتمام کیا تو اُن کا کام اس درجہ پر پہنچ گیا جس کی کوئی حد و نہایت نہ رہی، اور پھر وہ اس کے بھی محتاج نہ رہے۔ جو کچھ ان کے دل میں خیال آتا، وہی ان کے حال میں آ جاتا۔ حضرت رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یونہی فرمایا ہے:

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ. (کشف الاسرار وعدۃ الابرار، ۱:۱، ۳۷۱، ۵۱۸، ۵۶۳؛ ۳: ۱۸٦؛ ۵: ۵۵۰)۔ یعنی: جو اللہ کا ہو جائے، اللہ اُس کا ہو جاتا ہے۔

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْعَلِيِّ الْعَلَّام. یعنی: اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم، جو بادشاہ، بلند اور زیادہ جاننے والے ہیں، نے سچ فرمایا ہے۔

کمالِ حال

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر (کلالؒ) کے مریدوں کی ایک جماعت کرینہ کے ملک میں تھی اور قزل رباط کے بازار سے آ رہے تھے۔ ہر کوئی اپنے مرشد کے بارے میں ایک بات نقل کر رہا تھا اور ہر شخص اپنے شیخ کی تعریف کر رہا تھا۔ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک آدمی نے کہا: ''تم جو کچھ کہہ رہے ہو، صحیح کہہ رہے ہو، لیکن کوئی آدمی بھی حضرت سیّد امیر کلالؒ کے مرتبہ اور درجہ کو نہیں پہنچتا، کیونکہ آپ سیّد ہیں اور ولی بھی ہیں۔''

اس جماعت میں سے ایک آدمی نے سر اوپر اٹھایا تو اُس وقت چند ہنس فضا میں اُڑتے ہوئے گزرے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر حضرت امیر کلال ولی ہوئے تو پھر اِن ہنسوں میں ایک کو گر پڑنا چاہیے۔ حضرت امیر (کلالؒ) کے اس مرید آدمی نے کہا: ''اے امیر کلال! ان ہنسوں میں سے ایک کو گرا دیجیے۔'' اسی آن ہنسوں میں سے ایک اُن لوگوں کے سامنے گر پڑا۔ ان سب لوگوں نے اس ہنس کو پکڑا اور سب حضرت امیر کلالؒ کے کمالِ حال کے معترف ہو گئے۔

اولیاء اللہ سے گستاخی نہیں کرنی چاہیے

منقول ہے کہ ایک روز ایک شکاری نے کرمینہ کے ملک میں جال لگایا اور نذر مانی کہ اگر میں نے ان مرغابیوں کو پکڑ لیا تو دو مرغابیاں (حضرت) امیر (کلالؒ) کی نذر کروں گا۔ جب اس نے جال لگایا تو مرغابیوں کو پکڑ لیا۔ ان میں سے دو کو حضرت امیر کی نذر کے لیے رکھ لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اُس ملک کے حاکموں میں سے ایک اُس شخص کے گھر آیا۔ اس نے ان مرغابیوں کو دیکھ کر کہا کہ ان مرغابیوں کو ذبح کرو کہ بہت موٹی ہو گئی ہیں اور بھیڑ کی طرح بن گئی ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ یہ مرغابیاں حضرت امیر کلال کی نذر ہیں اور مجھے اس کا حوصلہ نہیں ہے کہ ان کو ذبح کر سکوں۔ اس حاکم نے کہا: ''جو کچھ ہوتا ہے ہونے دو، (حضرت) امیر کی ایک نذر ہم کھائیں گے، اور اُن کی اولاد کو بتا دیں گے اور اُن سے معذرت کر لیں گے۔'' انہوں نے مرغابیوں کو ذبح کیا اور (اُن کو) پکایا اور (پھر) حاکم کے پاس لائے۔ تو جونہی ان مرغابیوں کے وجود کی گرمی... اس حاکم کے چہرے پر پہنچی، اسی وقت اس کی دونوں آنکھیں ختم ہو گئیں اور وہ کسی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اب یہ حالت ہوئی تو اس نے فوراً ایک گھوڑا حضرت امیر (کلالؒ) کی نذر کیا اور اُس کے چند روز بعد اُس کی آنکھیں اُسی پہلی حالت پر لوٹ آئیں۔ اس سے وہ سمجھ گیا کہ ہرگز اولیاء اللہ سے گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔ خواجہ بزرگ (حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے یوں فرمایا ہے کہ جب سیڑھی کے جلنے کا وقت آتا ہے تو اُسے درویشوں کی دیوار کے ساتھ رکھتے ہیں:

با درد بساز چون دوائے تو منم
در کس منگر کہ آشنائے تو منم

ور کشتہ شوی بر سرِ کوئے عشقم
شکرانہ بدہ کہ خون بہائے تو منم

یعنی: تو درد پیدا کر، جب تیری دوا میں ہوں (تو پھر) کسی کی طرف آنکھ نہ اُٹھا کہ تیرا آشنا میں ہوں۔

۞ اگر تو میرے کوئے عشق کے کنارے پر قتل ہو گیا (ہے) تو شکر گزاری کر کہ تیرا خون بہا میں ہوں۔

حضرت خواجہ نقشبندؒ کا مرتبہ کمال کو پہنچنا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) کو فرمایا کہ اے بہاء الدین! جاؤ اور پھر ہمیں مت چاہنا۔ (حضرت) خواجہؒ کے دل میں غبار آیا اور چل پڑے۔ کچھ راستہ طے کر چکے تو اُن کے دل میں خیال آیا کہ لوٹ جاؤں اور آپ کی خدمت (ہی) میں رہوں کہ یوں نکل جانے سے پھر واپس نہیں آسکوں گا۔ جب آپ (واپس) آئے تو حضرت امیر (کلالؒ) نے پھر فرمایا کہ تمہارا کام اس درگاہ سے نہیں بنے گا، جاؤ اور کوئی دوسری جگہ تلاش کر لو! (حضرت) خواجہؒ نے کہا کہ اب جاؤں گا اور پھر واپس نہیں آؤں گا۔ اس کے بعد (حضرت) خواجہ نے راستہ پکڑا اور بخارا کے شہر کی طرف چل پڑے۔ ان کا گزر جوا خانہ میں ہوا۔ دو آدمی آپس میں جوا کھیل رہے تھے۔ ایک نے اپنی تمام چیزیں پاؤں کے نیچے دبا رکھی تھیں۔ وہ دوسرے سے قرض مانگ رہا تھا (اور) جوا کھیلنے سے باز نہیں آرہا تھا۔ دوسرا اُس سے کہہ رہا تھا: ''بولو! تمہارے پاس کچھ (بھی) نہیں، سر سے پاؤں تک سب کچھ لُٹا چکے ہو، اب تمہارے پاس ہے کیا جس سے بازی کھیلو گے؟'' اس ننگے نے اپنے دوست سے کہا: ''اب اپنی جان کی بازی لگاؤں گا''۔

اے دادہ رُخِ تو ماہ زیبائی   خاک قدم تو دیدہ را بینائی
درخدمتِ تو جان و دل و دیدہ و تن   می در بازم اگر قبول بنمائی

یعنی: اے وہ (حسین) کہ تیرے رُخ نے چاند کو حسن بخشا، (اور) تیرے قدم کی خاک سے آنکھ کو روشنی ملی۔

۞ اگر تو قبول کرے تو میں جان و دل اور آنکھ و بدن کو تیری خدمت میں قربان کر دوں گا۔

جب (حضرت) خواجہؒ نے اس آدمی کا یہ جواب سنا تو مچھلی کی طرح زمین پر گر پڑے اور پھڑ کنے لگے۔ پھر کہا: ''اے بہاء الدین! تو اتنے بلند مقام سے اس کمتر راستے پر آ گیا ہے، اے بہاء الدین! تیرے اوپر افسوس ہے۔ اب لوٹ جا اور اپنے چہرے کو اُس آستانہ سے مت پھیر'':

تا جان دارم در غمت آویزم　　تا اشک بود برسر کویت ریزم

چون صبح قیامت بدمد با عشقت　　از خاکِ درت نعرہ زنان بر خیزم

یعنی: جب تک مجھ میں جان ہے تیرے غم سے لپٹا رہوں گا۔ جب تک آنسو ہیں، تیرے کوچہ کے کنارے بہاؤں گا۔

- جب قیامت کی صبح پھوٹے گی تو میں تیرے عشق میں تیرے دَر کی خاک سے نعرے مارتا ہوا اُٹھ بیٹھوں گا۔

اس کے بعد جب (حضرت خواجہ) بہاء الدینؒ نے دوبارہ حضرت امیر (کلالؒ) کے آستانہ کی طرف رُخ کیا تو (حضرت) خواجہؒ کی عادت تھی کہ حضرت امیرؒ کے وضو کا پانی محفوظ رکھتے تھے۔ (ایک رات) خواجہؒ نے اسی معمول کے مطابق وضو کا پانی اپنی بغل میں لیا اور سر آستانہ پر رکھا۔ اس رات یوں برف باری ہوئی کہ (حضرت) خواجہؒ برف کے نیچے چھپ گئے۔ جب صبح صادق ہوئی تو (حضرت) خواجہؒ کی صبح سعادت بھی طلوع ہو گئی۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے پاؤں (مبارک) باہر رکھا تو آپ کا پاؤں (حضرت) خواجہؒ کے سر پر آ گیا۔ اس پر حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اے بیٹا بہاء الدین! اُٹھو، جس طرح ہمارا قدم تمہارے سر پر آ گیا ہے، اسی طرح ساری خلقت کے سر آپ کے قدموں میں آ جائیں گے۔ (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) اُسی رات (مرتبہ) کمال کو پہنچ گئے:

بکوش تا بکف آری کلیدِ گنج وجود　　کہ طلب نتواں یافت گوہرِ مقصود

بر آستانِ سعادت کہ سر نہاد شبے　　کہ لطفِ دوست بر ویش دریچہ بگشود

یعنی: کوشش کر، تا کہ گنج وجود کی چابی تیرے ہاتھ لگے، کیونکہ گوہرِ مقصود طلب سے نہیں پایا جا سکتا۔

- جس نے ایک رات آستانِ سعادت پر سر رکھا، لطفِ دوست نے ایک دریچہ اُس کے چہرے پر کھول دیا۔

فصل ششم

حضرت امیر کلالؒ کی وصیت (اور ملفوظات)

طلب علم و متابعت شریعت

منقول ہے کہ جب حضرت امیر (کلالؒ) کا جسم کمزور ہو گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اے دوستو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ طلب علم سے ایک قلم دور نہ رہنا اور (حضرت) محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شریعت کی پیروی سے قدم باہر نہ رکھنا، کہ ساری سعادتیں اور دولتیں اسی کی بدولت (ملتی) ہیں۔ کیونکہ رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس طرح فرمایا ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ. (سنن ابن ماجہ، نمبر ۲۲۴؛ جامع الصغیر، جلد ۲: ۵۳) یعنی: علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

پہلا علم ایمان ہے، دوسرا علم نماز ہے، تیسرا علم روزہ ہے، چوتھا علم زکوٰۃ ہے، پانچواں علم حج، اگر استطاعت ہو، چھٹا علم ماں باپ کی فرمانبرداری اگر تو چاہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو، چنانچہ حضرت رسول (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ رَضَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ رَضَآءِ الْوَالِدَيْنِ. (کنز العمال، ۱۶: ۴۸۰؛ الدرر المنتثرہ، ۸۸) ۔ یعنی: اللہ تعالیٰ کی رضا ماں باپ کی رضا میں ہے۔ پس ان (ماں باپ) کا لحاظ رکھنا بہت ہی اہم چیز ہے۔ ساتواں (علم) صلۂ رحمی کرنا ہے، (آٹھواں علم) ہمسایہ کی رعایت کرنا ہے، (نواں) علم خرید و فروخت، اگر ضرورت ہو، اور (دسواں) علم حلال و حرام کا جاننا، کیونکہ بہت سے آدمی ہیں جو بے عملی اور بے علمی کی وجہ سے ہلاکت کے گڑھے میں جا گرتے ہیں اور گر چکے ہیں:

دنیا طلبان ز حرص مستند ہمہ — از بہر درم جملہ شکستند ہمہ
آن عہد کہ با خدائے بستند ہمہ — موسیٰ کش و فرعون پرستند ہمہ

یعنی: دنیا کے طالب سب حرص میں مست ہیں، سب درم (و دینار) کے لیے بالکل مرے جا

رہے ہیں۔

- ان سب نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو وعدہ کیا ہے، (اس ضمن میں) سب (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے مخالف اور فرعون کے دوست ہیں۔

سب سے بہتر عبادت

یقین جانو دنیا، دنیا کی دوستی اور اہلِ دنیا اللہ تعالیٰ کے راستے میں تمہارے لیے مضبوط رکاوٹ ہیں۔تم سب کو خدا کی معرفت رکھنے والا ہونا چاہیے اور نیز خدا کی یاد (کرنے) والے بنو اور ہر وقت اس کی یاد کے ساتھ (آباد) رہو، تاکہ تمہارا دین دنیا کی خاطر برباد نہ ہو۔تمام حالات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور خوف کھاتے رہو، کیونکہ خدا ترسی سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے۔

اللہ سے ڈرنے والے کا مقام

حضرت امیر (کلالؒ) فرمایا کرتے تھے کہ اے دوستو! اس آدمی سے ڈرتے رہو جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔اور اُس شخص سے مت ڈرو جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔نیز فرمایا کہ اس آدمی کو دُکھ مت دو، تاکہ ایسا نہ ہو کہ تمہیں اس کی بددعا سے دُکھ پہنچے:

اے بسا نیزۂ عدو شکنان
لخت لخت از دعائے پیر زنان

آہِ یک پیر زن کند بہ شجر
نہ کند صد ہزار تیر و تبر

یعنی: اے اکثر دشمنوں کے نیزے توڑنے والے! (اور) بوڑھی عورتوں کی (بد) دعا سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے والے!

- ایک بوڑھی عورت کی آہ (بددعا) درخت کے ساتھ وہ (کام) کرتی ہے، جو کئی ہزار تیر اور کلہاڑے نہیں کر سکتے۔

زیارت کعبہ و زیارت دل

(نیز فرمایا) دلوں کو ہاتھ میں لینے (جیتنے) کی پوری کوشش کرو، جیسا کہ کہا گیا ہے:

در راہِ خدا دو کعبہ آمد منزل
یک کعبۂ صورتست و یک کعبۂ دل
تا بتوانی زیارتِ دلہا کن
کافزون ز ہزار کعبہ بود یک دل

یعنی: اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو کعبے منزل (مقصود) ہیں، ایک کعبہ صورت (خانہ کعبہ) ہے اور دوسرا کعبہ دل۔

۞ جتنا ہو سکے، تو دِلوں کی زیارت کر، کیونکہ ایک دل ہزار کعبہ سے زیادہ (قیمتی) ہے۔

ذکر کی حقیقت

نیز (فرمایا) اے دوستو! جہاں تک ممکن ہو، اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو۔ ذکر کے محل میں یوں (مقیم) رہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو بھی چیز ہے، اسے کلمہ "لَا" سے نفی کرو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بھی عبادت کے لائق اور سجدہ کے قابل نہیں ہے۔ کلمہ "اِلَّا اللّٰہ" کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کا اثبات کرو، مگر وہ اللہ — زوال، اولاد، محتاجی اور مدد سے بے نیاز ہے۔ جب تم نے اس (چیز) کی معرفت پالی تو ذکر کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کلمہ کا معنی یہ ہے کہ تو کہے، میں نے دینِ اسلام اور جو کچھ اس میں ہے (سب) کو قبول کیا۔ بعض دوسروں کا کہنا ہے کہ ہم نے پسند کیا اس کو، جسے (حضرت) محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے پسند کیا ہے۔ اور ہم بیزار ہیں اُس سے جس سے (حضرت) محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بیزار ہیں۔ اس کلمہ کے بہت سے معانی ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے۔ بعض نے یوں کہا کہ اس کلمہ کا معنی احکام کو قبول کرنا ہے اور تمام باطل (چیزوں) کا رَد کرنا ہے۔ جب تم اس کلمہ کے معنی پر عمل کرو گے تو تب ذاکر بنو گے اور صوفی کہلا سکو گے۔ جان لو کہ کپڑے کو پانی پاک کرتا ہے اور زبان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر پاک کرتا ہے۔ تمہارے جسم کو ہمیشہ نماز ادا کرتے رہنا پاک بناتا ہے، تمہارے

مال کو زکوٰۃ کی ادائیگی پاک کرتی ہے، اور تمہارے راستہ کو مخلوق کی رضامندی وخوشنودی پاک بناتی ہے۔ بعض کہتے ہیں، تمہارے بدن کو شرک نہ کرنا، پاک بناتا ہے:

قومی بگذاف در غرور افتادند
و اندر طلبِ حور و قصور افتادند
معلوم شود چو پردہا برگیرند
کز کوئے تو دور دور افتادند

یعنی: کچھ لوگ بیہودہ باتوں سے دھوکے میں جا پڑے اور حور وقصور کی طلب میں لگ گئے۔

- جب (ان کے سامنے سے) پردے ہٹادیے جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ (وہ) تیرے کوچہ سے بہت ہی دور جا پڑے ہیں۔

اخلاص وخوف

حضرت امیر دوستوں کو فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص اپناؤ تا کہ فلاح پاؤ اور خوف کھاؤ تا کہ کامیاب ہو جاؤ:

میازار مور و نیازار کس
رہِ رستگاری ہمین ست و بس

یعنی: مت ستاؤ چیونٹی کو اور کسی کو دُکھ نہ دو، فلاح کا راستہ یہی ہے اور بس!

لقمہ حلال

نیز (فرمایا) جان لو کہ دل، زبان اور جسم حلال لقمہ سے پاک بنتے ہیں، لہٰذا آدمی کے معدہ کو حوض سمجھو۔ اگر اس میں پاک پانی جمع ہے تو اس کی ندیوں (رگوں) میں پاک پانی جاری ہے۔ اس پانی سے جو پھول اور میوہ پیدا ہوتا ہے، وہ (بھی) پاک ہے اور نفع بخش ہے۔ جیسا کہ حضرت رسالت (مآب) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی چالیس روز حلال لقمہ کھائے، حق تعالیٰ علم و حکمت کی آنکھیں اس کے دل وزبان پر کھول دیتا ہے اور اُس کے دل کو روشن بنا ڈالتا ہے۔ اور یہ تب نصیب ہوتا ہے جب وہ (آدمی) تقویٰ کو اپنے حال کا شعار بنالیتا ہے:

تقویٰ وخوف وترس واخلاص وزہد وعلم

صبر و یقین و طاعت و خیرات بردوام

عہد وفا و صدق و سخا و صفا و حلم

مردی و مردمی ونکوئی بہ خاص و عام

اینہا ہمہ صفات کمال اند در روش

مرد آن زمان شوی کہ شوی درروش تمام

یعنی: تقویٰ وخوف، ترس واخلاص اور زہد وعلم، صبر ویقین اور طاعت وخیرات کا ہمیشہ ہونا۔

- عہدِ وفا، صدق وسخاوت اور پاکیزگی وبردباری، انسانیت وآدمیت اور نیکی ہر خاص وعام کے ساتھ کرنا۔
- یہ سب زندگی میں کمال کی صفات ہیں، تو تب (حقیقی) مرد بنے گا جب یہ سب تیرے کردار میں موجود ہوں گی۔

توبہ

نیز (فرمایا کہ) تمہیں تائب ہونا چاہیے، یعنی باادب رہو اور توبہ کرو، کیونکہ توبہ سب طاعتوں کا مغز ہے۔ توبہ یہ نہیں کہ زبان سے توبہ کرو۔ توبہ یہ ہے کہ اوّل دل سے شرمندہ ہو جاؤ اور کیے ہوئے گناہوں کے بارے میں نیت کرو کہ اس کے بعد تم ان گناہوں کو (ہرگز) نہیں کرو گے اور ہمیشہ حضرت باری تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اپنے دشمنوں کو راضی کرو۔ یوں گریہ وزاری کرو کہ توبہ کا اثر خود میں مشاہدہ کرو، تاکہ توبہ کرنے والے کا نام تم پر راست آئے۔ چاہیے کہ تم غمِ روزی کو دل سے نکال ڈالو اور اُس کے عوض غمِ آخرت خرید لو۔ بندگی کی ادائیگی میں کوشش کرو کہ سب کاموں کی اصل یہی ہے۔

ارادت وخیانت

نیز حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ارادت کیا ہے؟ (پھر) جواب (میں فرمایا): حق تعالیٰ کی طلب اور بری عادت کو چھوڑنا، ارادت ہے، اور (یہ) عہد کی وفا اور امانت کی

ادائیگی ہے۔ نیز (یہ) خیانت کو ترک کرنا، اپنے گناہ کو دیکھنا اور اپنے عمل کو نہ دیکھنا ہے۔ سب اوقات میں ہمیشہ حق تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو اور کوئی کام بھی اس کے نام کے بغیر شروع نہ کرو، تاکہ تم قیامت میں اس کام کی وجہ سے شرمندگی نہ اٹھاؤ۔ جب کام کا آغاز کرنا چاہو تو پہلے سوچو اور پھر کام کو شروع کرو:

سخن دانستہ گو چیزے کہ گوئی
بدل دانستہ بہتر گو مگوئی
بمیدان فصاحت گو گرانی
مران بس کرم تا در سر ندانی

یعنی: تو بات کو سمجھنے (تولنے) کے بعد کر، جس چیز کو کہنا چاہتا ہے، اسے دل سے جان کر کہہ، (ورنہ) مت بول۔

۞ گو تو میدان فصاحت کا بہادر ہے (لیکن) مہربانی کر کے (اس وقت تک) مت بول، جب تک کہ تو راز کو نہ پالے۔

علم وعمل

تم اللہ تعالیٰ کے احکام میں متواضع رہو۔ اور جہاں بھی رہو، علم وعمل سے ہاتھ مت کھینچو۔ اگر پانی اور آگ کے دریا سے گزرنا پڑے تو گزر جاؤ اور علم وعمل کو ہاتھ میں لو:

در بادیۂ علم دویدن چہ خوش است
وز عالم دین سخن شنیدن چہ خوش است
صد بار باتفاق با دل گفتم
از صحبت نااہل بریدن چہ خوش است

یعنی: علم کے جنگل میں دوڑنا کتنا اچھا ہے اور دین کے عالم سے باتیں سننا کتنا اچھا ہے۔

۞ میں نے سو مرتبہ یقین کے ساتھ دل کو کہا (کہ) نااہل کی صحبت سے الگ ہونا کتنا اچھا ہے۔

امر معروف و نہی منکر

نیز (فرمایا): (سب) احوال میں نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے فریضہ میں لگے رہو اور ہمیشہ غیر شرعی (کاموں) اور بدعت سے دور رہو۔ نیز آیتِ کریمہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ.

(سورۃ التحریم:٦)

یعنی: اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں — کے (معانی و مفہوم کے) بارے میں فکر کرو، تا کہ قیامت میں نا کام نہ ہو جاؤ۔

مروی ہے کہ (حضرت) فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز موسم سرد تھا، (حضرت) عبد العلامؒ تنگ لباس میں کھڑے تھے اور اُن کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ (حضرت) فضیلؒ فرماتے ہیں: میں نے پوچھا کہ اے شیخ بزرگوار! آپ کا یہ پسینہ کس وجہ سے بہہ رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ اس وجہ سے ہے کہ ایک روز یہاں برائی کو روکنے کا موقع تھا اور میں اس سے منع کر سکتا تھا، لیکن میں نے نہیں روکا۔ میری یہ پریشانی اس وجہ سے ہے کہ میں (کل) قیامت میں اس گناہ سے کیسے نجات پاؤں گا؟ اور اس کام کی کیا تدبیر کروں؟

اب تم اپنے بارے میں سوچو کہ تم ہر روز کس قدر نیکی کا حکم کرتے ہو؟ اپنے بارے میں بھی اور دوسرے کے بارے میں بھی (فکر کرو):

اے ہر نفسے صد گنہ از من دیدہ
وا نگہ پردۂ من بکرم نہ دریدہ
اے من بترم از ہر چہ بعالم بتر است
اے لطف تو از من بتر آمرزیدہ

یعنی: اے (وہ کریم) ذات! جس نے مجھ سے ہر سانس میں سینکڑوں گناہ دیکھے اور پھر اپنے کرم کے طفیل میری پردہ دری نہیں فرمائی۔

۞ اے (میرے کریم رب)! جو کچھ دنیا میں بدتر ہے، میں اس (سب) سے زیادہ بُرا ہوں۔

اے وہ ذات (اقدس)! تیرے لطف نے مجھ سے زیادہ بُروں کو بخش ڈالا ہے۔

حدود الٰہی

نیز (فرمایا کہ) علاوہ ازیں اپنے اعمال کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی کسوٹی پر پَرکھنا چاہیے۔ اگر وہ نیک ہوں تو قبول ہوں گے اور اگر (اچھے) نہ ہوئے تو ردّ کر دیے جائیں گے۔ اگر تیرے پاس زر نہیں تو بھی تو لُٹ جائے گا، ہر اُس آدمی کے ہاتھوں جو تجھے ایک قدم بھی آلودہ کر دے اور تو سمجھے کہ وہ زر والا ہے۔ سب کاموں کی اصل شریعت کی محافظت ہے۔ ہر حد (حکمِ الٰہی) میں، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، عاقل کو خود سوچنا چاہیے کہ بندوں کے لیے کونسی حدود (احکامِ الٰہی) ہیں اور کتنی وعیدیں نازل ہوئی ہیں؟ پس ہر حد جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے، اور ہر حد جو زمان کے لیے ہے اور مکان کے لیے ہے، جو نظر کے لحاظ سے ہے اور کہنے و سننے کے لحاظ سے ہے، جانے اور آنے کے لیے ہے اور جو کھانے اور پینے کے لیے ہے، ان سب حالتوں میں اس کا خیال رکھنا چاہیے، کیونکہ (دنیا میں) یہ جاننا ضروری ہے اور (اس) فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور جو کام نجات کا ذریعہ ہو، اُسے کرنا چاہیے:

دلا امروز کارے کن کہ فریادت رسد فردا
نہ باشی غالب چیزے کہ او شورش دہد سرا
بخوان از علم دین چیزے کہ عالم بہتر از جاہل
بہ بین از راہِ حق راہے کہ بینا بہ ز نابینا
دلا امروز کارے کن کہ کارت می شود آنجا
نباشی طالب کارے کہ دشوارت شود آنجا

یعنی: اے دل! آج کوئی کام کر لے کہ کل وہ تیری فریاد کو پہنچے (کیونکہ) تو کسی ایسی چیز پر غالب نہیں ہو سکے گا جو سر میں شورش ڈالے گی۔

- علم دین سے کچھ سیکھ لے کہ عالم جاہل سے بہتر ہے، راہِ حق میں سے کوئی راستہ دیکھ لے کہ دیکھنے والا، نہ دیکھنے والے سے بہتر ہے۔
- اے دل! آج کوئی کام کر لے کہ تیرا وہاں کام بن جائے (اور) کسی ایسے کام کا طالب نہ

بن جو وہاں تیرے لیے مشکل بن جائے۔

کسب حلال

نیز یہ (فرمایا) کہ تم کوئی کسب کرو اور روزی کو حلال کسب سے حاصل کرو، پاکیزگی اور کفایت کے طریقہ سے، نہ کہ لاف اور اسراف کے لیے۔ نفقہ (اہل وعیال) ادا کرو شریعت کی رُو سے، نہ تو اسراف کے طریقہ پر اور نہ بخل کے انداز میں، میانہ روی اختیار کرنی چاہیے، کیونکہ حضرت رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد (مبارک) ہے:

خَیۡرُ الۡاُمُوۡرِ اَوۡسَطُھَا. (جامع الصغیر، جلد۱:۴۶؛ احیاء علوم الدین، جلد۳:۴۲؛ شعب الایمان، جلد۲:۱۸؛ کنوز الحقائق، ص۶۰)

یعنی: کاموں میں بہترین (کام) میانہ روی ہے۔

نیز تم حلال ذریعہ سے کھاؤ:

رہ بہ عقبیٰ زرِ حلال بود
دل ہمانجا بود کہ مال بود
ہرچہ زینجا بری نگہ دارند
بہ قیامت ہمانت پیش آرند

یعنی: عقبیٰ کو جانے والا راستہ حلال دولت ہے، دل تو وہیں (اٹکا) رہتا ہے جہاں مال ہو۔

٭ تو جو چیز یہاں (دنیا) سے لے جائے گا، وہ محفوظ رکھیں گے، (اور) قیامت کو وہی تیرے سامنے کریں گے۔

تو جو چیز بھی کھائے، وہ اپنی کمائی سے کھانی چاہیے:

خور و پوش و بخشائے راحت رسان
نگہ می گذاری ز بہرِ کسان

یعنی: خوراک ولباس اور آرام دینے والی چیزیں، تو لوگوں کے لیے محفوظ کرتا ہے۔

تو محفوظ رکھ، مگر اُس پر بھروسہ نہ کر، بلکہ اس کے کرم کے خزانہ پر بھروسہ کر۔

نیند

اگر نیند آ جائے تو اِس قدر سوؤ کہ اس سے تمہاری اطاعت (گزاری) میں قوت پیدا ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر مت سو، کیونکہ حضرت رسالت (مآب صلی اللہ علیہ وسلم) نے یوں فرمایا ہے کہ نَوْمُ الْعَالِمِ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الْجَاهِلِ. (ذرا اختلاف کے ساتھ دیکھئے: حلیۃ الاولیاء، جلد۴: ۳۸۵؛ کنوز الحقائق، ص ۱۴۰؛ جامع الصغیر، جلد۲: ۱۸۷)

یعنی: عالم کی نیند جاہل کی عبادت سے افضل ہے۔

خواب بیداریست چون با دانش است

وائے بیداری کہ با دانش است

یعنی: نیند بیداری (کی مانند) ہے، جب وہ علم کے ساتھ ہو۔ واہ اے بیداری! جو علم کے ساتھ ہو۔

حدود کی اس طرح کی محافظت بہت بھلی ہے۔

روزہ کی حدود کی محافظت

روزہ (ماہِ رمضان) سال میں ایک بار (آتا) ہے۔ صبح سے شام تک اپنے حلال کھانے اور پینے کے نزدیک شریعت کی رُو سے جانا، اور یہ روزہ کی ظاہری محافظت ہے۔ روزہ کی باطنی محافظت یہ ہے کہ اپنی آنکھ کو حرام دیکھنے سے باز رکھے، اپنے کان کو حرام سننے سے روکے، اپنے ہاتھ کو حرام پکڑنے سے باز رکھے اور اپنے پاؤں کو حرام پر جانے سے روکے۔ یہ (سب) روزے کی باطنی محافظت ہے۔ روزے کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے دل کو کبر وحسد، حرص وریا، منافقت وکینہ اور تکبر سے تمام حالات میں پاک رکھے، خاص کر روزے کی حالت میں:

کبر و حسد و بخل و نفاق و کینہ

اوصافِ بشر طبیعت دیرینہ

ہرگز بہ مقام ہیچ مردے نہ رسی

تازین ہا پاک نہ داری سینہ

یعنی: کبر و حسد، بخل اور منافقت و کینہ، انسانی صفات (اور) قدیم طبیعت ہیں۔

❁ تو ہر گز کسی مرد کے مقام پر نہیں پہنچ سکے گا، جب تک سینہ کو ان سے پاک نہیں کرلے گا۔

زکوٰۃ

علاوہ ازیں تجھے زکوٰۃ کی ادائیگی میں پوری طرح کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ کسی بھی حد کی حفاظت نہ کرنا روا نہیں ہے۔ حضرت رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے، نماز و روزہ، حج و جہاد اور اُس کا کوئی کام بھی مقبول نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں فرمایا گیا ہے کہ بخیل اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور ہے اور لوگوں کے دلوں سے دُور ہے، نیز جنت سے دُور ہے اور دوزخ کے نزدیک ہے۔ اور سخی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بندوں کے دلوں کے نزدیک اور دوزخ سے دُور ہے۔

اخلاق و سخاوت

اس کے علاوہ جان لو کہ دین آدمی کی کسی چیز کی اتنی اصلاح نہیں کرتا، جتنی کہ اچھا اخلاق اور سخاوت۔

پہلے مشائخ کی وصیتیں

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے کام کا (نیک) خاتمہ ان وصیتوں پر ہے۔ ہمارے اکثر پہلے مشائخ نے اپنے مریدوں کو اسی طرح فرمایا ہے اور اُن (مریدوں) نے بجا آوری کی ہے۔ میں بھی امید کرتا ہوں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہمارے دوستوں کو توفیق کا ساتھ نصیب کرے گا۔

وصول اور معرفت الٰہی

نیز حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اے میرے دوستو! لوگ وصول سے اس لیے دُور رہتے ہیں کہ انہوں نے راہِ آخرت کے وصول کو بھلا دیا ہے اور کمینی دنیا پر قناعت

کر بیٹھے ہیں، لیکن صوفی کو چاہیے کہ وہ معرفت باری تعالیٰ پر اپنا یقین درست رکھے اور گمراہی و بدعت سے دُور رہے۔ ہر حرف کے لیے ایک دلیل اور ایک برہان تیار رکھے۔ جب اسے کوئی حاجت پیش آئے تو وسعت وامکان کے مطابق اس سے عہدہ برآ ہو۔

غفلت

اے دوستو! کوئی چیز اِس سے زیادہ بری نہیں ہے کہ تم سے کوئی مذہبی بات پوچھی جائے اور تم اس کو نہ جانتے ہو۔ یہ تمہاری غفلت کی علامت ہے۔ اس لیے کہ جو چیز دوسروں کے لیے پوشیدہ ہے، اس گروہ (صوفیہ) کے لیے ظاہر ہے، جو دوسروں کو حرفت سے حاصل ہوتا ہے، ان کے لیے حق تعالیٰ کی طرف سے موجود ہے، کیونکہ اگر دوسرے اہلِ استدلال ہیں، تو یہ گروہ اہل وصال ہے۔ کس قیاس سے اِس گروہ کا مقابلہ دوسرے گروہ سے ہوسکتا ہے؟

گروہ صوفیہ کی فضیلت

اے دوستو! جان لو کہ ہر زمانے میں حضرت جلال حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس گروہ (صوفیہ) میں اپنے دوستوں میں سے ایک دوست پیدا فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی برکت سے سب کو بُرائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور خبردار اے دوستو! تم اس طرح کے مرد کے طالب رہو، تاکہ دونوں جہانوں کی دولت تمہارے لیے ہو۔

خدمت علماء

تمہیں چاہیے کہ علماء کی خدمت کو لازم پکڑو اور اُن کے قریب رہو، کیونکہ وہ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اس امت کے چراغ ہیں اور حضرت رسالت (مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے وارث ہیں۔ جیسا کہ حضرت رسول (کریم) علیہ (الصلوٰۃ و) السّلام نے ان کے حق میں یہ فرمایا ہے:

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ. (جامع الصغیر، نمبر ۵۷۰۵)

یعنی: علماء نبیوںؑ کے وارث ہیں۔

علم وعلماء کی محبت

خبردار اے دوستو! علم اور علماء کی محبت کو دل سے باہر مت نکالنا، تاکہ دونوں جہانوں میں فلاح پالو۔ اس لیے کہ نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس گروہ کے حق میں یوں فرمایا ہے:

مَنْ اَحَبَّ الْعِلْمَ وَالْعُلَمَآءَ لَمْ تَکْسِبْ خَطِیْئَۃَ حَیَاتِہٖ.

یعنی: جو شخص علم اور علماء سے محبت کرتا ہے، وہ زندگی میں گناہ نہیں کرتا۔

ز دانائی دمے ارزد جہانے
نیرزد صد سرِ نادان بہ نانے
مگو کز صحبت دانا زیان است
وگر یابی زعمرت حاصل آن است
دران کن جہد تا دانش پذیری
نکو باشی اگر دانا بہ میری

یعنی: دانائی کے ایک سانس کی قیمت ایک جہان کے برابر ہے، ایک سو نادان کی قیمت ایک روٹی کے برابر نہیں ہے۔

- مت کہو کہ دانا کی صحبت سے نقصان ہوتا ہے، اگر تو اپنی عمر کا حاصل پانا چاہتا ہے تو وہ یہی (صحبت دانا) ہے۔
- اس کی کوشش کر تا کہ دانش تیرے ہاتھ لگے، بڑی اچھی بات ہے اگر تجھے دانا کی حیثیت سے موت آئے۔

صحبت جاہل کا نقصان

اہلِ دنیا کے ساتھ صحبت مت رکھو اور جاہلوں سے دُور بھاگو:

بِبر از جاہل ارچہ خویش باشد
کہ رنج او ز راحت بیش باشد

یعنی: جاہل سے جدا ہو جا، خواہ وہ اپنا عزیز ہو کہ اس (کی صحبت) کا دُکھ خوشی سے زیادہ

ہوتا ہے۔
جان لے کہ جاہل کی صحبت آدمی کو اللہ تعالیٰ سے دُور کر دیتی ہے۔

رقص کرنے والوں سے پاک مجلس سماع

سماع کی مجلس میں رقص کرنے والے نہیں ہونے چاہئیں۔ تم ان کے ساتھ مت بیٹھو، کیونکہ اس گروہ کی صحبت دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ اس لیے کہ یہ لوگ صاحبِ حال نہیں ہوتے۔ صاحبِ حال اسے کہتے ہیں کہ اگر سماع کی حالت میں اسے چھری ماری جائے تو اُسے خبر نہ ہو، اور جب اس طرح حالت ہو جائے تو اسے صاحبِ حال کہا جا سکتا ہے:

سماع آسان بود مر صوفیِ گرم
چون آتش ہست جوشیدن چہ کار است

یعنی: صوفی گرم (کامل صوفی) کے لیے سماع آسان ہے، جب (وہ) آگ جیسا ہے تو (پھر) جوش کھانے کی کیا ضرورت ہے۔

رخصتوں سے دُوری

تم رخصتوں سے دُور رہو، تاکہ عزیمت پر عمل کر سکو۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ اگر اسے جاننا چاہتے ہو تو قطب العارفین، برہان المحققین اور مرشد السالکین (حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو نگاہ میں رکھو کہ (راہِ طریقت کے) راہرو کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے: لِلْعَاقِلِ يَكْفِيهُ الْاِشَارَةِ. یعنی: عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔

ع تو مردی زیرکی اے جان ترا یک حرف بس است

یعنی: اے محبوب! تو ایک دانا آدمی ہے، تیرے لیے ایک حرف ہی کافی ہے۔

جب (حضرت) امیر (کلالؒ) یہ وصیتیں فرمایا کرتے تھے تو آپ کے اکثر ساتھی (مرید و عقیدتمند) حاضر ہوتے تھے اور ان میں سے بیشتر پیشوائی کے درجہ پر پہنچ چکے تھے۔

فصل ہفتم

صاجبزادگان حضرت امیر کلالؒ

حضرت امیر (کلالؒ) کے چار صاجبزادے تھے اور چاروں خلفائے اربعہ کی مانند تھے۔ سب سے بڑے صاجبزادے (حضرت) امیر برہان (رحمۃ اللہ علیہ) تھے۔ آپ نے حضرت خواجہ بہاء الدین (نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) سے ان کی سفارش کی۔ دوسرے صاجبزادے (حضرت) امیر شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) تھے۔ آپ نے ان کی سفارش (حضرت) شیخ یادگار (رحمۃ اللہ علیہ) سے کی۔ آپ کے تیسرے صاجبزادے (حضرت) امیر حمزہ (رحمۃ اللہ علیہ) تھے۔ آپ نے ان کی سفارش (حضرت) مولانا عارف دیگ گرانی (رحمۃ اللہ علیہ) سے کی۔ چوتھے صاجبزادے (حضرت) امیر عمر (رحمۃ اللہ علیہ) تھے، جن کی سفارش (حضرت) مولانا جمال الدین آسیانی (رحمۃ اللہ علیہ) سے کی:

دلا یارے طلب کن گر توانی
چنان یارے کہ بروے جان فشانی
چو یابی دوستے سختش نگہ دار
بہ سستی دامنش از دست مگذار
ترا گر یافت شد ما را خبر کن
وگرنہ این حکایت مختصر کن

یعنی: اے دل! اگر تجھ سے ہو سکے تو کسی کو دوست بنالے، ایسا دوست کہ اس پر تو جان قربان کر ڈالے۔

- جب دوست مل جائے تو (پھر) اس کی بات کو نگاہ میں رکھ (اور) غفلت سے اس کے دامن کو مت چھوڑ۔
- اگر تجھے (ایسا دوست) مل گیا ہے تو ہمیں بھی آگاہ کر، ورنہ (پھر) اس قصہ کو مختصر کر۔

صاحبزادگان سے خطاب

اس کے بعد حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے بیٹو! تم میں سے کون خدمت کو قبول فرماتا ہے، اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کی خدمت قبول کرنی ہوگی۔ (حضرت) امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ کے چاروں صاحبزادگان نے عرض کیا کہ اے بزرگوار! اور اے راہِ یقین کے راہنما! ہم اس کام کی ہمت نہیں رکھتے، لیکن جو بھی یہ کام کرے گا، ہم سب اس کی خدمت بجا لائیں گے:

خدمت بجان کنیم اگر باشدت قبول
اے دولت وسعادتِ ما گر قبول تست

یعنی: اگر تو قبول کرے تو ہم (دل و) جان سے تیری خدمت کریں گے۔ اے ہماری دولت و سعادت! اگر تو قبول کرے۔

حضرت امیر حمزہؒ کو عطاءِ اجازت وخلافت

جب صاحبزادگان نے یہ کہا تو حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے سر مراقبہ میں جھکایا اور کچھ دیر کے بعد سر (مبارک) اٹھایا اور (حضرت) امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور نیز ارشاد فرمایا کہ مشائخ علیہم الرحمۃ کی ارواح نے بھی تمہاری جانب اشارہ فرمایا ہے۔ (حضرت) سیّد امیر حمزہؒ نے عذر پیش کیا کہ اے مخدوم! میں اس بوجھ کی طاقت نہیں رکھتا اور خود کو اِس کام کے قابل نہیں سمجھتا۔ حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے بیٹا! یہ چیز آپ کو وہبی طور پر عطا کی گئی ہے۔ اگر تم قبول کرو، یا نہ کرو، انکار کا تمہیں اختیار نہیں ہے۔ جب وقت آئے گا، تمہیں خود پر اختیار نہیں رہے گا۔ اس کے بعد حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ ہمیں (ایسا) اختیار (حاصل) نہیں ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو کہ ہے:

ع ما بدستِ یار دادم اختیار خویش را

یعنی: میں نے اپنے اختیار کو محبوب کے ہاتھ میں دے رکھا ہے۔

اس کے بعد (حضرت) امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امیر حمزہؒ کو اجازت و

خلافت عطا فرمائی۔

خلوت گزینی اور بشارت الٰہی

پھر آپ (حضرت امیر کلالؒ) تین رات دن تک خلوت گاہ میں گوشہ نشین رہے۔ بعدازاں اس سے باہر آئے اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد (وثناء) بیان کی۔ حاضرین مجلس نے آپ سے سوال کیا کہ اے مخدوم! ان تین رات دنوں میں آپ کے باہر نہ آنے کی کیا وجہ تھی؟ حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان تین رات دنوں میں مَیں اس فکر میں تھا کہ کل قیامت کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور میں فقیر اور فقیر کے دوستوں کا کیا حال ہوگا؟ ہاتفِ غیبی نے ہمارے کانوں میں یہ صدا دی کہ اے امیر کلال! ہم کل قیامت کے دن تم پر، تمہارے دوستوں پر، تم سے محبت رکھنے والوں پر اور جن پر تمہارے باورچی خانہ کی مکھی بیٹھی ہوگی اُن سب پر رحم فرمائیں گے:

شادم کہ زمن بر دل کسی بارے نیست
کس راز من وکارِ من آزارے نیست
گر نیک شمارند و اگر بد گویند
با نیک و بدم ہیچ کس کارے نیست

یعنی: میں خوش ہوں کہ مجھ سے کسی کا دل ناراض نہیں ہے، کسی کو مجھ سے اور میرے کام سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

۞ خواہ نیک سمجھیں اور خواہ بُرا کہیں، کسی کو میری نیکی اور برائی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے رحم فرمائے گا اور اپنے احسان وکرم سے تمہیں معاف فرما دے گا۔

فصل ہشتم

حضرت امیر کلالؒ کا وصال مبارک

اسی روز آپ جوارِ رحمت حق سے پیوستہ ہو گئے۔ یہ واقعہ صبح صادق کے وقت بروز جمعرات ۸/ جمادی الاوّل ۷۷۲ھ (۲۸/نومبر ۱۳۷۰ء) کو رونما ہوا۔ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (سورۃ البقرہ:۱۵۶):

این مزرعہ را بیش کسان کاشتہ اند
ناکام گذشتند و بگذاشتہ اند
رفتند یگان یگان کنون می روید
ہر نیک و بدی کہ در جہان کاشتہ اند

یعنی: اس کھیتی کو بہت سے لوگوں نے بویا ہے، (کچھ) ناکام (چلے) گئے ہیں اور (کچھ) چھوڑ گئے ہیں۔

۞ وہ (خود) ایک ایک کر کے (دنیا سے) چلے گئے ہیں اور اب ہر نیکی و بدی جو انہوں نے دنیا میں بوئی تھی، وہ اُگ رہی ہے۔

حضرت امیر کلالؒ کی تدفین

جب حضرت خواجہ بہاء الدین (نقشبند رحمۃ اللہ علیہ) خانہ کعبہ سے (واپس) آئے تو حضرت مولانا عارف (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک قاصد (حضرت) خواجہ بہاء الدینؒ کے پاس بھیجا کہ جاؤ اور (حضرت) خواجہ سے کہو کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں گے یا ہم آپ کے پاس حاضر ہوں، نیز (حضرت) خواجہ کے کلمات (مبارک) سے کچھ ہمارے پاس لائیں تاکہ ہم سنیں۔ جب قاصد (حضرت) خواجہ کے پاس پہنچا تو (حضرت) خواجہ نے فرمایا کہ ہمارے لیے کوئی پردہ نہیں رہا۔ جب قاصد نے یہ بات سنی تو ذرا بھر نہ ٹھہرا اور ہوا کی رفتار سے (حضرت) مولانا عارف

الحق والدّین کے پاس آ گیا اور عرض کیا کہ اے مخدوم! میں نے (حضرت) خواجہ کی زبان (مبارک) سے یہ بات سنی ہے۔ (حضرت) مولانا عارفؒ نے فرمایا کہ جو دو گھوڑے (حضرت) خواجہ عرب کے ملک سے لائے ہیں، آج کی رات ان دونوں کو چور لے جائے گا اور (حضرت) خواجہ کے پڑوس میں چھپائے گا اور کل صبح سویرے (حضرت) خواجہ ہمارے ہاں تشریف لائیں گے۔ جب رات ہوئی تو اُسی طرح واقعہ ہو گیا۔ سحری کے وقت آخوند جی آئے اور (حضرت) خواجہ سے عرض کیا کہ گھوڑے مت نکالیں۔ میں (حضرت) مولانا عارفؒ کے پاس جا رہا ہوں، کیونکہ رکنے میں مصلحت نہیں ہے۔ جب (حضرت) مولانا عارفؒ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ ان کے ہاں آنا چاہتے ہیں۔ پس انہوں نے فرمایا کہ (حضرت خواجہ) جو گھوڑے لائے ہیں، وہ کہاں ہیں؟

گہے در طائر اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

یعنی: کبھی تو میں عرش معلیٰ پر ہوتا ہوں اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت کی خبر نہیں ہوتی۔

(حضرت) مولانا عارفؒ نے فرمایا کہ گھوڑے فلاں آدمی کے گھر میں ہیں۔ وہ آدمی (حضرت) خواجہؒ کا ہمسایہ تھا۔

بعد ازاں حضرت مولانا (عارفؒ) نے فرمایا کہ اے خواجہ بہاء الدین! کیا بات ہے کہ حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیا سے سفر اختیار فرمایا ہے اور آپ بے خبر بیٹھے ہیں، جبکہ یہ ٹھہرنے کا موقع نہیں۔ (حضرت) خواجہؒ اور (حضرت) مولانا (عارفؒ) دونوں باہر تشریف لائے اور (حضرت) خواجہؒ نے (حضرت) مولانا (عارفؒ) کے سامنے گھوڑا پیش کیا کہ پہلے آپ سوار ہوں۔ (حضرت) مولانا (عارفؒ) سوار نہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ دیر نہ کریں، ہم بھی آپ کے پیچھے آ جائیں گے۔ جب روانہ ہو گئے تو (حضرت) مولانا (عارفؒ حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) سے پہلے سوخار کے اس محلّہ میں جا پہنچے، جس میں حضرت امیر (کلالؒ) کا جنازہ (لوگ) باہر لائے تھے۔ (حضرت) مولانا (عارفؒ) نے (لوگوں سے) فرمایا کہ اگر کچھ دیر ٹھہر جاؤ تو (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) بھی اس دولت سے مشرف ہو جائیں گے۔ جب کچھ وقت گزرا تو (حضرت) خواجہ بھی پہنچ گئے۔ (پھر حضرت) مولانا عارفؒ اور (حضرت)

بہاء الدین (نقشبند) نے حضرت امیر (کلالؒ) کو سپردِ خاک کیا، جیسا کہ حضرت امیر (کلالؒ) کی وصیت تھی:

در عالم خاک پاک پاشیدم و رفت
صد دشمن و دوست تراشیدم و رفت
با نیک و بد زمانہ ام کاریست بسے
وارند چنانکہ داشت پاشیدم و رفت

یعنی: میں نے دنیا کی پاکیزہ زمین میں بویا اور چل دیا، سینکڑوں دشمن اور دوست بنائے اور چل دیا۔

٭ زمانے کے نیک و بد سے میرا گہرا تعلق ہے، میں (آخرت) میں وہی (کچھ) پاؤں گا جو (یہاں) بو کر چلا گیا ہوں۔

حضرت امیر حمزہؒ کی اجازت وخلافت پر روحانی شہادت

منقول ہے کہ جب حضرت امیر کلالؒ رحمت حق کے جوار میں خراماں ہو گئے اور حضرت امیر حمزہؒ کو حضرت امیر کلالؒ کی زندگی مبارک میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ اجازت و خلافت (حاصل) تھی، بعد ازاں تمام عقید تمند جمع ہوئے اور حضرت امیر حمزہؒ سے عرض کیا کہ حضرت امیر بزرگ (امیر کلالؒ) نے آپ کو اجازت وخلافت عنایت فرمائی تھی، آپ کو اس خدمت میں مشغول ہونا چاہیے۔ حضرت امیر حمزہؒ نے فرمایا کہ اے دوستو! آج رات تم سب ارواحِ خواجگان کی طرف متوجہ ہو جاؤ، تاکہ دیکھیں کہ اجازت وخلافت کا معاملہ کیسا ہے؟ (تمام) ساتھی متوجہ ہو گئے اور اُن میں سے چار قابلِ اعتماد ساتھیوں نے یوں دیکھا کہ چار چار بھیڑیں پکڑے ہوئے حضرت امیر حمزہؒ کو مبارک باد دینے کے لیے آ رہے ہیں۔ اور یوں کہہ رہے ہیں کہ حضرت خواجہ عبدالحق غجدوانیؒ حضرت سیّد امیر کلالؒ تک اپنے تمام خلفاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ ہمارے پاس تشریف لائے ہیں اور ہمیں فرمایا ہے کہ اٹھو اور تم سب ایک بھیڑ لے کر (حضرت) امیر حمزہؒ کو مبارک باد دینے کے لیے جاؤ، کہ ہم سب بھی اسی لیے جمع ہوئے ہیں اور تمام مشائخ کی کامل نگاہ اُن پر ہے۔

پھر یہ چاروں آدمی آئے اور جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا، وہ بیان کیا۔ حضرت امیر حمزہؒ نے

فرمایا کہ (یہ) سچ ہے اور یونہی ظاہر ہوا ہے تو ہم بھی قبول کرتے ہیں۔ آپ یہی بات کر رہے تھے کہ وہ چار آدمی چار بھیڑوں کے ساتھ پوری طرح ظاہر ہوئے اور حضرت امیر (حمزہؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نیاز مندی کی۔ جب لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو سب کو یقین آ گیا کہ اجازت کلی حضرت امیر حمزہؒ کو حاصل ہے اور اس کے بعد کسی کو شک نہ رہا۔ پھر ان چار آدمیوں سے پوچھا گیا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ ایک نے کہا کہ میرا گھر خیرابات میں ہے۔ دوسرا بولا کہ میں درۂ آسیا کا رہنے والا ہوں۔ تیسرے نے کہا کہ میں طوالیس کا ہوں، اور چوتھے نے کہا کہ میرا تعلق خواجہ کلاں سے ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم کس طرح جمع ہوئے ہو؟ کہنے لگے کہ جب ہم اس گاؤں میں پہنچے تو ایک دوسرے کو یہیں دیکھا ہے۔ پھر باہم اکٹھے ہو گئے ہیں اور ہمیں ایک دوسرے کے روانہ ہونے کی خبر نہیں ہوئی، یہاں تک کہ تمہارے پاس پہنچ گئے ہیں اور اس دولت سے واصل ہوئے ہیں:

دولت ہمہ از خدائے بے چون آید
تا در حق ہر بندہ نظر چون آید
آن را کہ خدائے دولتے خواہد داد
ناگاہ ز سنگ خارا بیرون آید

یعنی: ساری دولت خدائے بے چوں سے ملتی ہے، تب (جاکے) ہر بندے کے حق میں ایسی نگاہ ہوتی ہے۔

❁ جسے اللہ تعالیٰ کوئی دولت عطا کرنا چاہے، وہ اچانک سنگِ خارا سے باہر آ جاتا ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت امیر (حمزہؒ) خدمت خلافت میں مشغول ہو گئے، جیسا کہ تمام علماء و عرفاء ان کی صحبت سے بہرہ مند ہوتے رہے۔

باب دوّم

حضرت امیر کلالؒ کے فرزندانِ گرامی کے حالات

فصل اوّل

احوال حضرت امیر برہانؒ وحضرت امیر شاہؒ

اگر ہم حضرت امیر کلالؒ کے ہر ایک فرزند (گرامی) کے اوصاف (بیان کرنے) میں مشغول ہو جائیں تو ہر ایک کے لیے ایک کتاب بن جائے گی، اور پھر بھی وہ ختم نہیں ہوں گے۔ لیکن، ہم ہر ایک کے اوصاف میں سے تھوڑا سا بیان اور اختصار کے انداز میں تحریر کرتے ہیں، تا کہ ان کے حالات سے ساتھیوں کو آگاہی ہو جائے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

اجازت یافت از لطف الٰہی

کزین اسرار بگزین آنچہ خواہی

یعنی: لطفِ الٰہی سے اجازت پائی تا کہ ان اسرار سے حاصل کر جو تو چاہتا ہے۔

حضرت امیر برہان رحمۃ اللہ علیہ

منقول ہے کہ حضرت سیّد امیر کلالؒ کے بڑے صاحبزادے (حضرت) امیر برہان (رحمۃ اللہ علیہ) تھے۔ ان کا معمول تھا کہ خلقت کے ساتھ میل جول ہرگز نہیں کرتے تھے، اور وہ کسی کے ساتھ اُنس (تعلق) نہیں رکھتے تھے۔ ہمیشہ تنہا رہتے تھے:

ذوق عقبٰی یافت با دنیا نیارامد بچشم

جان جمالش دید با عقبٰی نیارامد بچشم

یعنی: جس نے آخرت کا ذوق پایا، اس کی آنکھ نے دنیا میں آرام نہ پایا، جب روح نے اس کا جمال دیکھا تو عقبٰی میں بھی آرام نہ آیا۔

حضرت امیر کلالؒ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ بیٹا میری برہان ہے:

ولیا نے کہ بینایان راھند
سریر سلطنت را پادشاھند
دو کون ار در نظر شان عرضہ دارند
نظر از جانب حق بر ندارند
نہادہ نام خود ہر یک گدائے
دو عالم را زدہ بر پشت پائے

یعنی: یعنی جو اولیاء راہ (حق) کے دیکھنے والے ہیں، وہ سلطنت روحانیت کے تاجدار ہیں۔

- اگر ان کے سامنے دونوں جہاں (کی دولت) رکھ دیں (تو بھی) وہ (اپنی) نگاہ کو حق کی طرف سے نہیں پھیرتے۔
- ان ہر ایک نے اپنا نام ''گدا'' رکھا ہے، (اور) دونوں جہان کو پاؤں کی پشت پر رکھا ہے۔

حضرت امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر کلالؒ کے دوسرے صاحبزادے حضرت امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو حلال کاروبار کرتے تھے اور (کمائی کو) اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خدمت میں خرچ کرتے تھے... وہ کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز بھی لی جائے گی، وہ واپس دینی پڑے گی:

قناعت کن بنانِ خشکی خویش
چو کردی از بروت سفلہ پندیش

یعنی: اپنی خشک روٹی پر قناعت کر، اگر تو نے اس کی ہلکی نصیحت یاد کر لی ہے۔

وہ ہر وقت درویشوں کی مشکلات کے حل میں بہت زیادہ کوشش کرتے تھے، اس حد تک کہ اگر کوئی ضرورتمند اپنی حاجت پیش کرتا تو وہ کسی دیر کے بغیر اسے پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ جب تک یہ پوری نہ ہوتی، انہیں آرام نہ آتا تھا:

بکار افتادہ کار آموز می باش
بہر دل سوختہ دل سوز می باش
علاجِ دردمندان کن بہر درد
کہ ہر کس کو جراحت کرد بد کرد
چو مرہم خستہ را راحت رسان باش
بہ سختی چارہ بیچارگان باش

یعنی: کام سے رہ جانے والے کو تو کام کرنا سکھا، ہر دل جلے کے ساتھ تو دل سوزی کر۔

- دردمندوں کے ہر درد کا تو علاج کر، کیونکہ جس نے (ان کی) چیر اپھاڑی کی، اس نے بُرا کیا۔
- تو مرہم کی طرح بیمار کو راحت پہنچانے والا ہو جا، (اور) پوری طرح بیچاروں کا چارہ بن جا۔

ان کی یہ سب کوشش حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی تھی اور اسے اپنی ذات کا احسان نہیں سمجھتے تھے۔ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے بندوں کے دلوں کو ہاتھ میں لینے کی سعی کرتے تھے۔ ان کا کاروبار یہ تھا کہ نمک لاتے تھے اور نمک (کے کاروبار) سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کی خدمت کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے سبھی کام نمکین (خوبصورت) ہوتے تھے:

اے آنکہ بخوبی و لطافت نمکی
بر برگِ گلے تازہ نظافت نمکی
تو شیر ز پستان ملاحت نمکی
بے غم بری از روئے نگارت نمکی

یعنی: اے وہ شخص جو خوبی و لطافت سے آراستہ ہے، تو ایک پھول کی پتی پر تر و تازہ نظافت ہے۔

- تو نرم پستان کا مزیدار دودھ ہے، (اور) غم سے آزاد اپنے محبوب کے چہرے کی رونق ہے۔

فصل دوّم

احوال ومناقب حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ

اس فقیر (مصنف کتاب مولانا شہاب الدینؒ) کے جدّ (بزرگوار حضرت) سیّد امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات میں سے ایک یہ تھا کہ حضرت امیر بزرگ (کلالؒ) نے انہیں ہرگز نام لے کر نہیں بلایا، اس لیے کہ انہوں نے ان کا نام اپنے والد (بزرگوار) کے نام پر رکھا تھا۔ اس بنا پر اپنے باپ کی رعایت سے ہمیشہ انہیں باپ (ہی) کہتے تھے۔ انہوں نے انہیں شکار کرنے کا حکم فرما رکھا تھا۔ ایک روز وہ اپنے والد بزرگوار کے پاس آئے، (اور) عرض کیا کہ اے مخدوم! ہمارے جال میں کوئی شکار نہیں آتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ سب جانور تمہارے جال میں آ جائیں اور پروانے کی مانند تمہارے سر کے گرد اپنی جان قربان کر ڈالیں تو پھر تمہیں ہر لحظہ (ذکر الٰہی سے) غافل نہیں رہنا چاہیے، تاکہ سب جانور اور پرندے تمہارے جال میں آ جائیں۔ جب انہوں نے اس چیز پر عمل کیا تو یونہی ان کے جال میں اس قدر شکار آیا کہ جس کی نہایت نہ تھی۔

وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کی اسی شکار سے خدمت کیا کرتے تھے اور وہ سب (کی ضرورت) سے زیادہ ہوتا تھا۔ جو جانور مہمان کی ضرورت ہوتا، وہی جال میں پکڑا جاتا تھا۔ جی ہاں! جو کوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کے کام (فرمانبرداری) کو یوں کرے جیسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب کاموں کو اُس طرح کرتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے:

ترا گر بر دو گیتی بر گزید است
هم آخر بہر کارے آفرید است
ز تو جز بندگی کردن نہ شاید
کزو۔۔۔ہم۔۔ جز خداوندی نہ شاید

حدیث دوزخ و جنت رہا کن
پرستش خاص از بہر خدا کن

یعنی: اگر تجھے دو جہانوں میں برگزیدہ کیا گیا ہے تو پھر تجھے ہر کام کے لیے پیدا کیا ہے۔

- تجھے بندگی کے سوا کچھ نہیں جچتا، کیونکہ اسے خدائی کے علاوہ کچھ نہیں جچتا۔
- دوزخ اور جنت کی بات کو چھوڑ، تو صرف اللہ کے لیے بندگی کر۔

حضرت امیر حمزہؒ کی حضوری

منقول ہے کہ ایک روز (حضرت) مولانا شمس الدینؒ، جو (حضرت) امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ایک ہیں، تمراق کے گاؤں میں تھے، جو بخارا کا گاؤں ہے۔ انہوں نے اپنی معرفت کے لحاظ سے یوں فرمایا کہ اس زمانے میں کچھ لوگ ہیں کہ تم جس جگہ ہو، جس کام میں ہو اور جتنے بھی دُور ہو، بس ان کی طرف متوجہ ہونے سے وہ حاضر ہو جاتے ہیں۔ ان میں اس دعا گو کے شیخ زادہ حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ حاضرین میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم اس دعویٰ کی حقیقت (دیکھنا) چاہتے ہیں۔ اسی وقت حضرت مولانا (شمس الدینؒ) نے کہا کہ اے امیر حمزہ! تین بار یونہی کہا۔ تیسری مرتبہ (ابھی) پورا نہ کہا تھا کہ حضرت امیر حمزہؒ نے لبیک کہا اور آ پہنچے۔ فرمانے لگے کہ اے مولانا! یہ ایک ہی بار کافی نہ تھا کہ تم نے تین مرتبہ کہا ہے؟ جب اس امتحان لینے والی جماعت کے اصحاب وارباب نے یہ صورت دیکھی تو اُن کے کمالِ حال کے معترف ہو گئے۔ حضرت امیر حمزہؒ نے اپنے دامن مبارک کو درمیان سے پھاڑ کر (اس میں) ایک تیشہ لٹکا رکھا تھا۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ اے مخدوم! آپ کہاں تھے اور کس کام میں مشغول تھے؟ حضرت امیر حمزہؒ نے فرمایا کہ ہم کوراک کی اُس طرف شکار میں مشغول تھے کہ اچانک حضرت اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہاری آواز ہمارے کان میں پہنچائی اور ہم خود کو تمہارے درمیان دیکھ رہے ہیں۔ جی ہاں! یہ اہلِ نظر کبریت احمر کی طرح ہیں کہ اگر تمہارے وجود سے مَس کریں تو وہ خالص سونا بن جائیں۔ یقیناً تم کوئی (ایسا) کام کرو اور خود کو اہل اللہ کی صحبت میں پہنچاؤ کہ تمہارے وجود کو نفع پہنچے:

ع دل ہر چہ یافت از نظر رحمت یافت

یعنی: دل نے جو کچھ پایا، وہ تیری نظر رحمت سے پایا ہے۔

غمِ روزی سے آزادی

منقول ہے کہ حضرت امیر حمزہؒ کے گھر میں کوئی چیز موجود نہیں تھی اور ایک بہت بڑی جماعت ان کی زیارت کے لیے آئی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے حضرت امیر (حمزہؒ) پریشان تھے:

ع زحمت بود درویش را آنگہ چو مہمان در رسد

یعنی: جب مہمان آ پہنچے تو اُس وقت درویش کو زحمت ہوتی ہے۔

وہ بے حضوری کے غلبہ سے اپنے گھر کی جانب روانہ ہوئے۔ دیکھا کہ ان کے گھر والے نماز ادا کر رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے حضرت امیر (حمزہؒ) کو پریشان پایا۔ پوچھا کہ اے امیر! کیوں پریشان ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ مہمانوں کی ایک جماعت آ گئی ہے اور ہم ان کے کھانے کے لیے پریشان ہیں۔ ان کی اہلیہ محترمہؒ نے فرمایا کہ گھر کے اندر کی خدمت کو ہم نے قبول کیا اور باہر کی خدمت کا ذمہ آپ نے اٹھایا ہے، اقدام فرمائیں:

عیسیٰ نفسی دمے بیارام
شوریدہ مباش ہمچو ایام
بسیار دویدۂ درین کوئے
آخر چہ شنیدۂ فرو گوئے
این بادیہ را کجاست منزل
کین رفتن و آمدن چہ حاصل

یعنی: اے عیسیٰ نفس! ذرا آرام کر، زمانے کی مانند شوریدہ مت بن۔

- تو اِس کوچے میں بہت دوڑا ہے، آخر تو نے کیا سنا ہے، کچھ بتا۔
- اس سفر کی منزل کہاں ہے؟ اِس جانے اور آنے سے کیا حاصل؟

جب (حضرت) امیر (حمزہؒ) باہر گئے تو کچھ وقت ٹھہرے رہے، پھر جستجو کی غرض سے گھر آئے تو دیکھا کہ (زوجہ محترمہؒ نے) بہت روٹی، سالن اور گوشت پکایا اور جائے نماز پر سر سجدہ میں رکھا ہے۔ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور مناجات کر رہی تھیں۔ جب انہوں نے سجدہ سے سر اُٹھایا تو

حضرت امیر (حمزہؒ) نے چاہا کہ ان سے سوال کریں۔ اس صالحہ نے یہ کلمات کہے کہ اے امیر! حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسی امتی خواتین ہیں جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دوستی اور پیروی میں اس مقام پر پہنچ جاتی ہیں کہ اگرچہ وہ (حضرت) مریم (سلام اللہ علیہا) نہیں ہو سکتیں، لیکن حضرت مریم (سلام اللہ علیہا) کی صفات انہیں حاصل ہوتی ہیں:

که چندین پرده ها از بهر ساز است
خدا را در دلِ هر بنده راز است

ازان رویت گل و خار اندرین باغ
که هم طوطیش می باید و هم زاغ

اگر بینی بد و نیکی مزن دم
که هم ابلیس می باید هم آدم

یعنی: کہ اتنے پردے ساز کے لیے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہر بندے کے دل میں راز ہے۔

- اس باغ میں پھول اور کانٹے اس لیے اُگتے ہیں کہ اس میں طوطا بھی ہو اور کوا بھی ہو۔
- اگر تو ایک بُرا اور نیک (دنیا میں) دیکھے تو دَم نہ مار، کیونکہ (کائنات میں) شیطان بھی چاہیے اور آدم (علیہ السّلام) بھی۔

یہ قصہ حق تعالیٰ کے کلام (قرآن مجید) میں مذکور و مشہور ہے۔ جب فقراء و مساکین کی ان خادمہ نے یہ بات کہی تو (حضرت) سیّد امیر حمزہؒ نے فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسی آن مجھ سے غمِ روزی اٹھالیا:

از لطف تو ہیچ بندہ نومید نہ شد
مقبول تو جز مقبل جاوید نہ شد

مہرت بکدام ذرّہ پیوست دمے
کان ذرّہ بہ از ہزار خورشید نہ شد

یعنی: تیرے لطف سے کوئی بندہ بھی نا اُمید نہیں ہوا، تیرے مقبول کے سوا ہمیشہ کے لیے کوئی مقبول نہیں ہوا۔

- جس ذرّہ پر تیری مہربانی ایک لحظہ کے لیے ہوئی، کیا وہ ذرّہ ہزار ہا سورج سے بہتر نہیں ہوا؟

یقیناً جس کسی نے اپنے کام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا، بیشک اس کے تمام کاروبار میں اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہو گیا، جیسا کہ مشہور و معروف ہے کہ کوشش کرنے سے روزی زیادہ نہیں ہوتی اور اس کے زیادہ ہونے کا بھی امکان نہیں ہے۔ بارہا حضرت امیر حمزہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث بیان فرماتے تھے:

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ. (کشف الاسرار وعدۃ الابرار، ۱:۱۷۱، ۵۱۸، ۵۶۳؛ ۳: ۱۸۶؛ ۵:۵۵۰)

یعنی: جو اللہ کا ہو جائے، اللہ اُس کا ہو جاتا ہے۔

ز راہ بے خبری گفت بوالفضولے دی
مرا چو دید کہ جز میل در وفا نبود
چہ گفت کہ چون روزگار می گذرد
ترا کہ وجہ معاشی ز ہیچ جا نبود
جواب دادم و گفتم کہ این پرس از من
ازان مپرس کہ او بندۂ خدا نبود
ترا کہ خدمت مخلوق می کنی نان است
مرا کہ خدمت خالق کنم جزا نبود

یعنی: کل ایک بوالفضول نے بے خبری کے عالم میں کہا: مجھ میں اس نے کیا دیکھا ہے کہ میرے ساتھ سوائے وفا کے میل نہیں کرتا۔

- کیا کہا کہ وقت کیسے گزرتا ہے، جب تیرے لیے کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے؟
- میں نے جواب دیا اور کہا کہ یہ مجھ سے پوچھ، اس سے مت پوچھ کہ وہ خدا کا بندہ نہیں ہے۔
- تو جو مخلوق کی خدمت کرتا ہے، تیرے پاس روٹی ہے، میں جو خالق کی خدمت کرتا ہوں، میرے لیے جزا نہیں ہے؟

جس آدمی کو اللہ تعالیٰ بندگی کے لیے قبول فرماتا ہے، تمام دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، اسے اس معنی میں گم کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی خدمت یوں کرتا ہے کہ خودی کو درمیان سے اٹھا دیتا ہے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ سب چیزوں کو اُس کا طفیل بناڈالتا ہے:

ہر بادہ کہ از حضرتِ الٰہ دھند

بے منتِ ساقی بہ سحرگاہ دھند

خواہی کہ کمال معرفت دریابی

از خود بگذر تابخدا راہ دھند

یعنی: جو پیالہ حضرت اللہ تبارک وتعالیٰ سے عطا ہوتا ہے، وہ ساقی کے احسان کے بغیر سحری کے وقت دیتے ہیں۔

۞ اگر تو کمال معرفت پانا چاہتا ہے تو خود سے گزر جا، تا کہ تجھے اللہ تعالیٰ تک راستہ دیں۔

ولایت کی آزمائش

منقول ہے کہ ایک روز بخارا کے اکابر اور وابکنی کے بزرگوں کی ایک جماعت حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو آئی تھی۔ ہر ایک نے اپنے خیال سے ایک چیز کا گمان کر رکھا تھا کہ اگر حضرت امیر حمزہؒ ولی ہوئے تو بھُنی ہوئی مچھلی، بھُنا ہوا گوشت اور چاول ہمارے سامنے حاضر کریں گے۔ حضرت خواجہ محمد پارساؒ بھی وہاں حاضر تھے۔ (حضرت) خاوند شاہؒ، (حضرت) ابوالقاسمؒ اور (حضرت) مولانا جلال الدین وابکنویؒ نے فرمایا کہ ہمیں پکے ہوئے چاول چاہئیں۔ (حضرت) خواجہ محمد پارساؒ نے فرمایا کہ اے عزیزو! اپنے دل کو اِن چیزوں سے پاک رکھو اور اِس گمان کو چھوڑ دو کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ (لیکن) انہوں نے (اس خیال کو) نہ چھوڑا۔ جب حضرت امیر حمزہؒ کے پاس پہنچے تو اُن کے گھر میں ٹھہرے۔ حضرت امیر حمزہؒ بہت سی بھُنی ہوئی مچھلی اور چاول اکابر کے لیے لائے اور ہر ایک کے سامنے ایک تھال رکھ دیا۔ (حضرت) خواجہ پارساؒ نے فرمایا کہ اے بھائی! یہ مت کھاؤ کہ تمہارا نصیب دائیں طرف کے راستے پر ہے۔ پھر حضرت امیر حمزہؒ ایک بھیڑ اکابر کے سامنے لائے اور خواجہ محمد پارساؒ کو فرمایا کہ اے بھائی! آپ خاوند شاہ کو فرمائیں اور مولانا جلال الدین کو کہیں کہ وہ اپنے لیے (اسے) بھون لیں، کیونکہ ہم بھوننا اور پکانا نہیں جانتے۔ جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو سب شرمندہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے یہ مچھلی کھائی تو سب کے پیٹ میں ایسا درد پیدا ہوا جو اُن کی برداشت سے باہر ہو گیا۔ (حضرت) خواجہ پارساؒ نے (حضرت) امیر (حمزہؒ) سے پوچھا کہ ان لوگوں کی حالت کیسے ہو گئی ہے؟ حضرت امیر

(حمزہؒ) نے فرمایا کہ جیسے آباد ہے جو تمہارے اور ہمارے درمیان ہے:

چونکہ آباد شدہ ست آنچہ میان تو و ماست
گر ہمہ عالم فانی کہ خراب است رواست

یعنی: چونکہ تمہارے اور ہمارے درمیان جو کچھ ہے، وہ آباد ہو گیا ہے، (اب) اگر سب جہان فانی خراب ہو جائے تو بھی روا ہے۔

اس کے بعد (حضرت) خواجہ (محمد) پارساؒ نے فرمایا:

آنچہ از کرم تو منِ گدا می خواہم
افزون ز ہزار بادشا می خواہم
ہر کس بہ درِ تو حاجتے می خواہد
من آمدہ ام از تو ترا می خواہم

یعنی: جو کچھ آپ کی مہربانی سے میں سوالی مانگتا ہوں، وہ ہزار بادشاہ سے زیادہ چاہتا ہوں۔

۞ ہر کوئی تیرے ہاں سے کچھ مانگتا ہے، میں آیا ہوں کہ تجھ سے تجھے چاہتا ہوں۔

اس جماعت کے لوگ (آپ کے) پاس (یوں) آئے ہیں کہ تباہی کے گڑھے میں جا گرے ہیں، آپ اپنی شفقت عام سے اس جماعت کے گناہ کو معاف فرما دیں۔ اس کے بعد حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا:

طمع در جملہ بستی پائے بستی
چو دست از جملہ شستی راہ رستی
ہمیشہ نیک خواہِ دوستان باش
بہ نیکی کوش وانگہ در امان باش
چو بد خواہی بکس از غم بکاہی
بہر کس نیک خواہ از نیک خواہی

یعنی: جب تو نے ہر چیز کا لالچ کیا تو اپنے پاؤں کو باندھ لیا (اور) جب تو نے سب سے ہاتھ دھو لیے تو راستہ پالیا۔

۞ تو ہمیشہ دوستوں کا خیر خواہ بن، نیکی کی کوشش کر، (اور) امان میں رہ۔

❁ جب تو کسی کا بُرا چاہے گا تو غم میں کڑھے گا، تو خیر خواہی کی بنا پر ہر کسی کی خیر مانگ۔

پھر حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ جو شخص فقیروں سے دوستی کرتا ہے اور اُن سے حق تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کوئی (اور) چیز طلب کرتا ہے تو وہ چیز اُس کے لیے مصیبت بنادی جاتی ہے، تاکہ وہ اس کے بعد ایسا کام نہ کرے اور درویشوں کو دُکھ نہ دے۔ جب تک یہ (بھیڑ) پوری طرح بھُن کر پک نہیں جاتی، ہم ان کو معاف نہیں کریں گے۔ اس کے بعد (حضرت) خواجہ (محمد) پارساؒ نے (ان لوگوں سے) فرمایا کہ اٹھو اور (بھیڑ کو) بھون کر پکانے میں لگ جاؤ کہ ان (حضرت امیر حمزہؒ) کا دل یونہی چاہ رہا ہے۔ (حضرت) خاوند شاہؒ نے خیال کیا کہ یہاں دیہات ہے، لہٰذا (بھیڑ کے) بھُن کر پکنے کی صورت نہیں بن سکتی۔ حضرت امیر (حمزہؒ) اندر آئے اور فرمایا کہ اے بھائی!

عقل امسال بار بایستے

فکر را نیز راہ بایستے

یعنی: عقل کو اس سال پھل لگنا چاہیے، فکر کو بھی راستہ (ملنا) چاہیے۔

لیکن اس کام سے تم بچ نہیں سکتے، تمہیں (اس میں) مشغول ہونا چاہیے۔ اس کے بعد (حضرت) خاوند شاہؒ عاجز آگئے اور کہنے لگے کہ اے مخدوم! ہم پھر کبھی ایسا کام نہیں کریں گے، ہم اب توبہ کرتے ہیں، آپ معاف فرمادیں۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا:

سوئے درویشان نیائی سُست سُست

تا نہ کوبند آنچہ در رگھائے تُست

یعنی: تو درویشوں کے پاس برائی کے خیال سے نہ آ، تاکہ اس چیز کو کُوٹ نہ ڈالیں جو تیری رَگوں میں ہے۔

اس کے بعد حضرت امیر (حمزہؒ) نے (سورہ) فاتحہ پڑھی اور اُسی آن انہوں نے اس بے حضوری سے نجات پائی۔ نیز حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا: ”اے بھائیو! ایسی صورتوں میں درویشوں کو آزما کر دُکھ نہ دیں، تاکہ تمہیں دُکھ نہ پہنچے، اور اگر یہاں تم پہلی بار آئے ہو تو ہمیں دُکھ نہ دو اور خود دُکھ نہ پاؤ“:

مرنجان و مخواہش عذر از بس

کہ بدکاری بود آزردن کس

برنجانیدن کس ہست آسان

بدست آوردنش نبود ازان سان

سنانِ صبر بر درویش کم زن

چو مرہم می نسازی نیش کم زن

یعنی: تو دُکھ نہ دے اور بس اس سے عذر مت مانگ، کیونکہ آدمی کو دُکھ دینا بُری بات ہے۔

۞ کسی کو دُکھ دینا آسان (کام) ہے، لیکن اسے ہاتھ میں لینا (یعنی اس کا دل جیتنا) اتنا آسان نہیں ہے۔

۞ تو درویش پہ صبر کا نشتر کم چلا، جب تو مرہم نہیں لگا سکتا تو پھر ڈنگ تھوڑا مار۔

اس لیے کہ شاید درویش کا دھیان کسی اور جگہ مصروف ہو اور وہ ان کاموں کو نہ کر سکے۔ اس طرح تم بے اعتقاد ہو جاؤ گے۔ درویشوں کے ساتھ بے اعتقادی رکھنا بُری چیز ہے۔ خبردار! درویشوں کے حق میں بے اعتقادی مت رکھو۔ ان کے کاموں پر اعتراض مت کرو، ہاں اگر غیر شرعی (کام) ہو اور شرع میں اس کی کوئی حجت اور دلیل ہو تو اس پر اگر تم اعتراض کرو تو وہ روا ہے، بلکہ تم خود پر تہمت باندھو اور اُن پر اعتراض نہ کرو تو یہ بہتر ہے:

آنچہ بر طبع تو نیاید راست

چون ندانستۂ مگو کہ خطاست

یعنی: جو چیز تیری طبیعت پر راس نہ آئے، چونکہ تو (اس کی حقیقت کو) نہیں جانتا، (لہٰذا) مت کہہ کہ (وہ) غلط ہے۔

ہوسکتا ہے کہ ان (بزرگ) کے کام میں کوئی ایسی چیز ہو جو بظاہر تمہیں معلوم نہ ہو۔

ڈاکوؤں کا لوٹا ہوا مال لوٹانا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کی ایک جماعت ایک تجارتی سفر پر گئی تھی۔ ڈاکو آئے اور انہوں نے ان کو لوٹ لیا۔ وہ جماعت حضرت امیر (حمزہؒ) کی طرف متوجہ ہوئی اور جب کچھ وقت گزرا تو وہ ڈاکو آئے اور وہ ان لوگوں کی سب چیزیں لے آئے اور اُن کو واپس دے دیں۔ پھر انہوں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے کوئی شیخ و مرشد ہیں؟

اس جماعت نے کہا کہ ہاں ہیں۔ان ڈاکوؤں نے کہا کہ تمہارے شیخ کی صورت ایسے ایسے ہے؟ ان مریدوں نے کہا کہ ہاں ایسے ہی ہے۔ڈاکو کہنے لگے کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہم سب نے تمہارے شیخ کی بیعت کرلی ہے، ہم سب ان کے مرید ہوگئے ہیں اور ہم نے اس کام (ڈاکہ) سے توبہ کرلی ہے۔تم بھی سلامتی کے ساتھ جاؤ، ہم نے تمہیں اپنا بھائی بنالیا ہے۔

جب اس جماعت کے لوگ سفر سے واپس لوٹے تو وہ حضرت امیر حمزہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرتؒ نے ان سے پوچھا کہ راستے میں تمہیں ڈاکوؤں نے پریشان تو نہیں کیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے مخدوم! جب آپ کی ہمت ہمارے ساتھ ہو تو کوئی ڈاکو اور نڈر ہم پر غلبہ نہیں پاتا:

چہ غم دیوارِ امت را کہ باشد چون تو پشتیبان

چہ باک از موج بحر آن را کہ باشد نوح کشتیبان

یعنی: امت کی دیوار کو کیا غم ہوسکتا ہے، جب آپ جیسا محافظ ہو؟ کسی کو موجِ سمندر سے کیا خوف ہوسکتا ہے، جب (حضرت) نوح (علیہ السّلام) جیسا کشتی چلانے والا ہو۔

حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ ان سب ڈاکوؤں نے توبہ کرلی ہے اور اِس خانقاہ کے عقیدتمند ہوگئے ہیں۔

کشتی کا کنارے لگنا

منقول ہے کہ حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کی ایک جماعت سفر پر گئی ہوئی تھی۔وہ دریا کے کنارے پہنچ کر کشتی میں سوار ہوگئی۔جب یہ لوگ درمیان میں پہنچے تو مخالف ہوا چل پڑی، (جس سے) قریب تھا کہ کشتی غرق ہو جائے۔اچانک ان لوگوں نے حضرت امیر (حمزہؒ) کی طرف توجہ کی اور صابن کی ایک ٹکیہ حضرت امیر (حمزہؒ) کی نذر کی۔اُسی وقت ہوا رُک گئی اور کشتی کنارے پر آ لگی اور لوگ سلامتی کے ساتھ دریا سے باہر آ گئے۔جب یہ لوگ واپس لوٹے اور بخارا میں پہنچے تو حضرت امیر (حمزہ) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جو کچھ انہوں نے کہا تھا، وہ سب ابھی بیان نہ کر پائے تھے کہ حضرت امیر (حمزہؒ) نے اپنا کندھا مبارک کھول کر اُن لوگوں کو دِکھایا اور فرمایا: "اے دوستو! ہم مفت نہیں کھاتے، تم دیکھ لو کہ ابھی رسّی کے چبھنے کے نشانات ہمارے کندھے سے زائل نہیں ہوئے۔" وہ جماعت اُٹھی اور جو کچھ کہا تھا، وہ

سب پوری طرح بیان کیا اور توبہ کی۔ اس کے بعد حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا:

... ...

چو بارے فتادی نگہ دار پائے

فرشتہ است دستِ دعا نگہ دار

کہ یک بار دیگر نہ لغزد ز جائے

مرو با سرِ رشتہ یار دگر

مبادا کہ دیگر کند رشتہ سحر

ازانجملہ دامن بیفشاند و گفت

''حق از بہر باطل نشاید نہفت''

یعنی: ...جب تو ایک بار گرا تو (اب) پاؤں کا دھیان رکھ۔

- فرشتے نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا ہے، (اب) خیال کر کہ تیرا پاؤں دوبارہ نہ پھسل جائے۔
- اے دوست! دھاگے کے کنارے پر دوبارہ نہ جا، ہوسکتا ہے کہ اب دھاگہ ٹوٹ جائے۔
- مختصر یہ کہ اس نے دامن کھولا اور کہا: ''حق کو باطل کی خاطر چھپانا زیب نہیں دیتا۔''

اس کے بعد حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ اے عزیزو! ہمارا مقصد یہ ہے کہ کل قیامت کو تمہیں بُرے اعمال والے لوگوں میں نہ اٹھایا جائے اور جھوٹوں میں شامل نہ کیا جائے۔

گمشدہ گھوڑے کا مل جانا

منقول ہے کہ ایک روز (حضرت) سیّد امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید سفر پر گئے ہوئے تھے اور وہ پہاڑوں کے درمیان اُترے۔ ان کے گھوڑے اور ایک غلام کو چور لے گئے۔ ہر چند انہوں نے تلاش کیا، لیکن نہ ملے۔ فوراً حضرت امیر (حمزہؒ) کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ چاول (حضرت) امیر (حمزہؒ) کی نذر کیے۔ جب کچھ وقت گزرا تو سب کچھ مل گیا، لیکن ایک گھوڑا مع اُس پر لدے مال کے، نہ ملا۔ جب قلعہ میں پہنچے تو ایک مسافر خانہ میں ٹھہرے اور (گھوڑے سے) نا اُمید ہو گئے۔ جب رات ہوئی تو (وہ گھوڑا) جنگل میں داخل ہوا۔ جب رات کا کچھ حصہ

گزر گیا تو گھوڑے کی آواز لوگوں کے کانوں میں آئی۔ جب وہ اُٹھے تو دیکھا کہ گھوڑا مع مال کے آ گیا ہے اور اُس سے کوئی چیز بھی کم نہیں ہوئی ہے۔ جب لوگ مسافر خانہ کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ مسافر خانے کا مالک رو رہا ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے رونے کا سبب کیا ہے؟ اس نے کہا: ''اس طرح کے ایک شخص آئے ہیں، انہوں نے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ فوراً کھل گیا۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے مجھے جواب دیا اور فرمایا: خبردار! کسی کو مت بتاؤ۔'' مسافر خانہ کے دروازہ پر ایک نانبائی کھڑا تھا، وہ بھی بتا رہا تھا کہ اس طرح کے خوبصورت قد والے اور ایسی ایسی صفات والے ایک شخص آئے تھے، میں نے بھی انہیں دیکھا تھا۔ مرید کہنے لگے کہ اس شان کے بزرگ جو تم بتا رہے ہو، حضرت امیر حمزہؒ ہیں، وہ ہمارے شیخ ہیں اور ہم ان سے بیعت ہیں۔ جب وہ وہاں سے واپس لوٹے تو مسافر خانہ میں آئے۔ مسافر خانے کے مالک اور نانبائی ان کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت امیر (حمزہؒ) کو پایا تو اُن کے بیعت ہو گئے۔ جب لوگوں نے اپنی نذریں (حضرت) امیر (حمزہ) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رکھیں تو انہوں نے فرمایا کہ ہم نے ایک رات دن ان کی دربانی کی ہے تو انہوں نے یہ مزدوری دی ہے اور ہم مفت خور لوگ نہیں ہیں، (لوگ) ہمیں مفت نہیں دیتے۔ نیز حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ جو لوگ شریعت سے رخصت پر عمل کریں، انہیں بازار میں لے جا کر بیچ ڈالیں کہ ان سے کوئی کام بھی نہیں بنتا:

تا بر درِ مصطفیٰؐ نیائی
ہرگز بہ درِ صفا نیائی

یعنی: جب تک (حضرت) مصطفیٰ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے در پر نہ آئے، اس وقت تک تو پاکیزگی کے دروازے پر نہیں پہنچ سکتا۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں بیان ہوئی ہیں۔ اگر میں ان کی تفصیل میں لگ جاؤں تو (یہ کام) طول پکڑ لے گا۔

غیر شرعی کام پر تنبیہ

منقول ہے کہ ایک روز ایک پریشان حال آدمی نے حضرت امیر (حمزہؒ) کی بیعت کی۔ کچھ عرصہ کے بعد اُس آدمی نے چاہا کہ ایک غیر شرعی کام میں مشغول ہو جائے۔ اچانک اس نے

ایک آواز سنی کہ خبردار! یہ کام مت کرو۔ جب وہ اُٹھا تو اُس نے ہر چند کھوج لگایا، لیکن کسی کو نہ پایا۔ اس نے پھر اُسی غیر شرعی کام کو کرنا چاہا۔ پھر وہی آواز سنی کہ اگر تم اس غیر شرعی کام کو کرو گے تو دُکھ پاؤ گے۔ وہ اٹھا، ہر چند تلاش کیا، لیکن کسی آدمی کو نہ پایا۔ اس نے سوچا کہ نہ کروں۔ جب کچھ وقت گزرا تو اُس نے پھر وہی غیر شرعی کام شروع کر دیا۔ اُس کے بعد ایک آواز آئی اور ایک ہاتھ ظاہر ہوا، جس نے اس کی گردن پر یوں مارا کہ وہ آدمی تین ماہ تک صاحبِ فراش رہا۔ جبکہ یہ آدمی کرمینہ میں تھا اور حضرت امیر (حمزہؒ) بخارا میں تھے۔ جب اس نے صحت پائی تو حضرت امیر (حمزہؒ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ اگر اس کے بعد تم وہ کام کرتے تو ہلاک ہو جاتے:

میان بخدمت شرعش ز جان و دل دربند

بدولتش مگر از دوزخت نجات بود

یعنی: ان کی شرع کی خدمت میں جان و دل سے لگ جا، (کیونکہ) اس کی دولت (نصیب ہونے) سے تو دوزخ سے نجات پائے گا۔

بے اعتقاد کی توبہ

منقول ہے کہ ایک روز حضرت سیّد امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ موضع سماس میں تھے۔ اس علاقے کے سالکین اور رہنے والوں کی ایک جماعت حضرت امیر (حمزہؒ) کی خدمت میں حاضر ہو گئی تھی۔ آپ انہیں معرفت سکھا رہے تھے۔ اسی (درس) معرفت کے دوران حضرت امیر (حمزہؒ) نے ایک (شخص) پر غصہ کیا اور اپنے عصا مبارک کی نوک سے اشارہ فرمایا۔ حاضرین کو اِس غصہ پر تعجب ہوا۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ اے دوستو! ہماری نسبت کے حامل ایک (شخص) کو فلاں علاقے میں ایک پاگل بھیڑیئے نے پکڑنا چاہا تو میں نے رب (کریم) کی عنایت سے اسے یوں نہ کرنے دیا اور اُسے مار ڈالا۔ لوگوں میں ایک بے اعتقاد آدمی بھی تھا، وہ کہنے لگا کہ کمال ہے ایسے کام کی ہمت پر کہ آدمی بخارا کے گاؤں سماس میں موجود ہو اور بات سوخار کی کرے۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا:

از پئے صاحبِ نظران است کار
بے خبران را چہ غمِ روزگار

یعنی: (یہ) کام صاحبِ نظر لوگوں کے ہاتھوں (ہوتا) ہے، بے خبر (غافل لوگوں) کو غمِ دنیا سے کیا واسطہ؟

جونہی اس آدمی کے دل میں یہ خیال گزرا تو فوراً اس کا پیٹ پھول گیا اور وہ مرنے کے قریب پہنچ گیا:

این سخن با دلت نہ با قالب
وین سخن با سرت نہ با دستار

یعنی: یہ بات تیرے دل سے نہ کہ جسم سے اور یہ بات تیرے سر سے نہ کہ پگڑی سے (ممکن ہے)۔

جب وہ بے اعتبار آدمی اپنے سر (راز) کی حقیقت سے آشنا ہو گیا تو اُس نے سمجھ لیا کہ میں نے بُری بات کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس حالت سے خالی نہیں ہوتے۔ اس نے کہا کہ مجھے (حضرت) سیّد امیر حمزہؒ کے پاس لے جاؤ۔ حضرت امیر حمزہؒ مراقبہ میں تھے، آپ نے سر اوپر اُٹھایا اور فرمایا:

دل نگہ دارید اے بے حاصلان
در حضور حضرت صاحبدلان
ہاں اے نادان بدانکہ دانندت
بد می کنی و بلطف می خوانندت
در روئے زمین ... تری
تا زیرِ زمین روئے نگردانندت

یعنی: اے بے حاصلو! دل کو نگاہ میں رکھو، صاحب دلوں کے حضور میں حاضری کے وقت۔

❁ ہاں اے نادان! سمجھ لے کہ وہ تجھے جانتا ہے، تو بُرائی کرتا ہے تو وہ تجھے لطف کی طرف بلاتا ہے۔

❁ تو زمین کے اوپر... خوب ہے، تب زمین کے نیچے وہ تجھ سے منہ نہیں پھیرتا۔

اے نادان! جان لے اور آگاہ رہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جو آنکھ جھپکنے کی دیر میں مشرق سے مغرب تک جہان کی سیر کر لیتے ہیں، تو کیا سمجھتا ہے کہ یہ بساط خالی ہے؟ اب تو جا اور حضرت خواجہ محمد سماسیؒ کے مزار مبارک پر ایک بھیڑ سے ایک دعوت کر، تاکہ اس بیماری سے نجات پائے، کیونکہ ہم نے تمہیں ان کی روح کے سپرد کر دیا ہے۔ وہ اسی وقت ایک بھیڑ لایا اور جیسا انہوں نے فرمایا تھا، ایسا کیا۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسے اُسی وقت صحت کرامت فرمادی۔ اسی روز لوگ سوخار آئے اور وہ آدمی بھی ان کے ہمراہ آیا۔ بھیڑیئے کا مذکورہ واقعہ بالکل اُسی طرح ہوا تھا جیسا کہ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا تھا اور آپ نے اسی آن اس بھیڑیئے کو مار ڈالا تھا۔ جب اس شخص نے یہ حالت دیکھی تو توبہ کی اور حق تعالیٰ کے راستے (پر چلنے والے) لوگوں میں شامل ہو گیا:

اے بے تو حرام زندگانی
خود بے تو کدام زندگانی
ہر زندگی کہ بے تو باشد
مرگی ست بنام زندگانی

یعنی: اے وہ ذات! کہ تیرے بغیر زندگی حرام ہے، خود تیرے بغیر کونسی زندگی ہے؟

❁ ہر وہ زندگی جو تیرے بغیر ہو، وہ زندگی کے نام پر ایک موت ہے۔

درخت کا سرسبز ہونا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ قشلاق عذرا سے گزرے، جو بخارا کا (ایک) دیہات ہے۔ یہاں کے لوگ آپ کے عقیدتمند تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت امیر (حمزہؒ) اس راستے سے گزر رہے ہیں تو سب لوگ حضرت امیر (حمزہؒ) کی عقیدت میں باہر آ گئے، تاکہ حضرت امیر (حمزہؒ) یہاں اُتریں۔ سردیاں تھیں اور موسم انتہائی سرد تھا۔ جب لوگ حضرت امیر (حمزہؒ) کے پاس پہنچے تو درخواست کی کہ اگر حضرت یہاں اُتریں تو بہت زیادہ نوازش ہوگی۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ اگر خشک ایندھن مل جائے تو ہم اُترتے ہیں اور اگر نہ ملے تو ہم نہیں اتریں گے۔ ان لوگوں نے عرض کیا کہ خشک ایندھن نہیں ملتا، سوائے اس کے کہ مزار پر

تُوت کا ایک خشک درخت موجود ہے، لیکن کسی آدمی کو مجال نہیں کہ تنکے کے برابر بھی اس سے لے سکے۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اس کی سب ٹہنیاں توڑ ڈالو، کیونکہ وہ بہار میں سرسبز ہو جائے گا۔ جب لوگوں نے یہ اجازت پائی تو انہوں نے اس (درخت) کی ساری شاخیں توڑ ڈالیں اور لے آئے۔ وہ درخت اسی (موسم) بہار میں یوں سرسبز ہو گیا کہ گویا کبھی خشک نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے ابھی تک سرسبز ہے:

درخت سبز داند قدر باران

تو خشکی قدر باران چہ دانی

یعنی: سبز درخت بارش کی قدر جانتا ہے، تو خشک ہے، بارش کی قدر کو تو کیا سمجھے؟

بارش کا رُک جانا

منقول ہے کہ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ تین رات دن بارش ہوتی رہی اور ابھی جاری تھی۔ اس علاقے کے لوگوں کی ایک جماعت حضرت (امیر حمزہؒ) کے پاس آئی اور اِلتماس کی کہ اے مخدوم! تین رات دن سے بارش ہو رہی ہے اور رُکنے کو نہیں آتی۔ اگر آپ نوازش کریں اور دُعا فرمائیں تو ہو سکتا ہے کہ آپ کی برکت سے بارش رُک جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ کی دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں ردّ نہیں ہوتی۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ اے عزیزو! جب بارش کے رُکنے کا وقت ہو گا تو خود بخود رُک جائے گی۔ ان لوگوں نے عرض کیا: ''اے مخدوم! ہم سب مسکین حال لوگ ہیں اور پریشان ہیں، اگر آپ یہ نوازش فرمائیں تو ہم اس تشویش سے نجات پالیں گے۔'' جب لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو حضرت امیر (حمزہؒ) نے اپنے ایک خادم کو فرمایا کہ باہر جا اور بارش کو کہہ کہ رُک جا۔ جب خادم باہر گیا تو موسم کھل گیا اور (دن) روشن ہو گیا:

اے مقصدِ ہمت بلندان

مقصودِ دل نیاز مندان

یعنی: اے وہ ذات! جو بلند ہمت والوں کا مقصد اور نیاز مندوں کے دل کا مقصود ہے۔

یونہی ہے جو ظاہر و باطن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا کام (فرمانبرداری) کرتا ہے، اللہ تعالیٰ (بھی) اس کا لحاظ رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت رسالت (پناہ) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: مَنْ

كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ ۔ (کشف الاسرار وعدۃ الابرار،۱:۳۷۱،۵۱۸،۵۶۳؛۳:۱۶۷؛۵:۵۵۰)
صدق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

یعنی: جو اللہ کا ہو گیا، اللہ اُس کا ہو گیا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سچ فرمایا ہے۔

سارے کاموں کی درستی کا راز

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ بنور جا رہے تھے۔ جب بابا دوغی پہاڑ پر پہنچے تو اچانک ایک خوفناک بادل قبلہ کی طرف سے نمودار ہوا، اس طرح کہ اندھیرا چھا گیا، بارش برسنے لگی اور گرج و چمک شروع ہو گئی۔ سب لوگ پریشان ہو گئے کہ گویا قیامت آجائے گی:

سماء بے ہوا شد و زنگاری گشت

اے دوست! بیاو بگذر الان ہرچہ گشت

گر عزم وفاداری اینک دل و جان

ور عزم جفاداری اینک سر و طشت

یعنی: آسمان بے ہوا ہوا اور اُسے ایک زنگ لگ گیا، اے دوست! آ اور اب پہنچ جو کچھ بھی ہوا۔
۞ اگر تو وفا کا عزم رکھتا ہے تو یہ رہے دل و جان، اور اگر جفا کرنا چاہتے تو یہ رہے سر و دھڑ!

جب حضرت امیر (حمزہؒ) نے دیکھا کہ لوگوں کا حال خراب ہو گیا تو آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا، دعا میں مشغول ہو گئے اور انگلی سے اشارہ فرمایا۔ اسی وقت بادل پھٹ گئے۔ کچھ شمال کی طرف اور کچھ جنوب کی جانب چلے گئے۔ موسم کھل گیا اور (دن) روشن ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ اے دوستو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے سب کام درست ہوں تو تمہیں چاہیے کہ ایک قدم، بلکہ ایک دَم بھی اللہ تعالیٰ کے نافرمان مت بنو اور شریعت محمدی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے ایک قدم بھی باہر نہ رکھو۔ نفس اور حرص کو ترک کرو۔ اپنی خواہش کو چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرو، تاکہ آخرت کی دولت پا سکو۔ جیسا کہ قرآن (مجید) میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى.
(سورۃ النازعات: ۴۰-۴۱) یعنی: اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا، پس جنت اس کا ٹھکانا ہوگا:

تا کم نہ شوی و کمتر از کمتر نہ شوی

در مجلس عاشقان تو محرم نہ شوی

تا رو شدہ جملہ عالم نہ شوی

اندر صفت خاصان تو محرم نہ شوی

یعنی: جب تک تو کم نہ ہو جائے اور کمتر سے کمتر نہ بن جائے، اس وقت تک تو عاشقوں کی مجلس کا محرم نہیں بن سکتا۔

۞ جب تک تو سارے جہاں (کی بھلائی) کا طالب نہ بنے، اس وقت تک تو خاصوں کی صفات کا محرم نہیں بن سکتا۔

حضرت خواجہ محمد پارساؒ کے خیال کی تکمیل

منقول ہے کہ ایک روز (حضرت) خواجہ محمد پارساؒ ایک جماعت کے ہمراہ حضرت امیر حمزہؒ کی ملاقات کو آرہے تھے۔ جب شام کو جنگل میں داخل ہوئے تو اُن کے دل میں خیال آیا کہ اگر حضرت امیر (حمزہؒ) کا ایک مرید میرے ساتھ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ جب خواجہ محمد (پارساؒ) کے دل میں یہ خیال گزرا تو اُس وقت حضرت امیر خلوت گاہ میں تھے۔ انہوں نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ جلدی باہر جاؤ اور محمد خواجہ قشلاق عذراری کو بلاؤ۔ خادم باہر گیا اور تین مرتبہ ''محمد خواجہ'' کہا۔ ابھی وہ (واپس آکر) اپنے گھر میں نہیں بیٹھا تھا کہ خواجہ محمد پارساؒ دروازے سے اندر داخل ہوئے اور سلام کیا۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے (خادم سے) فرمایا کہ اے خواجہ! جماعت خانہ میں خواجہ محمد پارسا آئے ہیں، جاؤ اور اِن کی صحبت اختیار کرو۔ جب خادم (حضرت) خواجہ (محمد پارساؒ) کے پاس آیا تو اُن سے عرض کیا کہ آپ قشلاق عذرا سے کس وقت باہر آئے ہیں؟ (حضرت) خواجہ محمد (پارساؒ) نے فرمایا کہ اسی وقت جب آواز آئی: ''اے محمد خواجہ! تجھے امیر بلا رہے ہیں اور طلب کر رہے ہیں۔ جب میں نے اپنی آنکھ کھولی اور دیکھا تو خود کو اِس جگہ پایا۔'' جب (حضرت) خواجہ (محمد پارساؒ) نے یہ حالت دیکھی تو حضرت امیر حمزہؒ کے کمالِ حال کے معترف ہو گئے، تا کہ تو سمجھ لے کہ اس خاندان کے مریدوں اور عقیدتمندوں کی یہ قدر و منزلت ہے۔ خبردار! تو بے اعتقاد نہ بن، تا کہ خود کو ہلاکت اور ملالت کے گڑھے میں ڈالے۔

درویشوں کے گھر گرنے کی سعادت

منقول ہے کہ ایک روز (حضرت) مولانا کمال الدین بدر میدانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر حمزہؒ کی ملاقات کے لیے آئے تھے۔ ان کے ایک بیٹے تھے، جن کا شاہ محمد نام تھا، وہ انہیں اپنے ساتھ لائے تھے۔ جب حضرت امیر حمزہؒ کے جماعت خانہ میں داخل ہوئے تو اُن بیٹے کا پاؤں پھسلا اور وہ جماعت خانہ کے غسل خانہ میں گر پڑا۔ مولانا (کمال الدینؒ) نے فرمایا: ''جلدی اٹھو۔'' حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ اے مولانا! آپ کا یہ بیٹا ہمارے گھر کی زمین پر گرا ہے اور درویشوں کے گھر میں گرنا مبارک ہوتا ہے اور (یہ) خوش قسمتی کی علامت ہے:

آزاد بندۂ کہ قبول دلے شود
خرم تنے کہ خاک رہ کاملے شود
ناچار ہر کہ در حظ فرمان است کاملے
آرے ہمیں کہ ہمت او کاملے شود

یعنی: وہ غلام آزاد جسے کوئی دل قبول کر لے، وہ جسم خوش (نصیب) ہے جو کسی کامل کے راستے کی خاک بن جائے۔

۞ ناچار (ہوکر) جو کسی کامل کا فرمانبردار ہو جائے، جی ہاں! یہی ہے کہ اس کی ہمت بھی کامل بن جائے گی۔

اس کے بعد جب حضرت مولانا (کمال الدینؒ) کا زمانہ ختم ہوا تو (حضرت) شاہ محمدؒ کو ذوق ہوا کہ خانہ کعبہ کی زیارت کو جائیں۔ جب ہرات کے ملک میں پہنچے تو اُن کی ملاقات حضرت شیخ زین الدین خافی (خوافی) قدس اللہ سرہٗ سے ہوئی اور اُن کے دل کا پرندہ شیخ کی محبت کی کمند میں گرفتار ہو گیا۔ ایک عرصے تک (حضرت) شیخ کی صحبت میں رہے اور وہ سات بار خانہ کعبہ کے طواف (حج) کے لیے گئے تھے۔ اس عرصہ میں حضرت شیخ (زین الدینؒ) نے چند بار اُن شیخ شاہ (محمدؒ) کو فرمایا کہ اے شیخ شاہ! تمہاری شادی ہوگی۔ چند مرتبہ ان کی شادی کا معاملہ طے ہوا، صرف خطبہ نکاح پڑھنا باقی رہ گیا تھا کہ اس کے بغیر برطرف ہو گیا۔ یہاں تک کہ (حضرت) شیخ شاہ (محمدؒ) کو بخارا کا ذوق دامن گیر ہوا۔ انہوں نے (حضرت) شیخ (زین الدینؒ) سے

اجازت حاصل کی اور بخارا میں آ گئے اور (پھر) حضرت امیر کلالؒ کے پوتے، جو (حضرت امیر) برہانؒ کی اولاد میں سے تھے، سے (بیعت ہو کر) حضرت امیر (حمزہ) رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کی نسبت سے وابستہ ہو گئے۔

اونٹ کا گڑھے سے نکلنا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر حمزہؒ کے مریدوں میں سے ایک کا اونٹ گڑھے میں گر پڑا۔ ہر چند انہوں نے کوشش کی، لیکن اسے باہر نہ نکال سکے۔ یہاں تک کہ وہ عاجز آ گئے اور قریب تھا کہ اونٹ ہلاک ہو جاتا۔ وہ حضرت امیر (حمزہ) رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک وقت تک تفکر میں مشغول رہے۔ اچانک کسی واسطہ کے بغیر اونٹ گڑھے سے باہر نکل آیا۔ اُس وقت حضرت امیر (حمزہؒ) جماعت خانہ میں ایک جماعت کے ساتھ معرفت میں (مصروف) تھے، اچانک آپ نے اپنے عصا کے سرے سے ایک اشارہ کیا، حاضرین (یہ دیکھ کر) متحیر ہو گئے۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ ہمارے فلاں مرید کا اونٹ ایک گڑھے میں گر گیا تھا، حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی عنایت سے، ہم نے اسے گڑھے سے باہر نکال دیا ہے۔ اُسی آن لوگوں نے ایک خط لکھا۔ جب وہ مرید آیا تو اُسی وقت اِس طرح کا واقعہ ہوا تھا:

اسرارِ ازل را نہ تو دانی و نہ من
این حرفِ معما نہ تو خوانی و نہ من
باشد پسِ پردہ گفتگوئے من و تو
چون پردہ بیفتد نہ تو مانی و نہ من

یعنی: ازل کے رازوں کو تو جانتا ہے اور نہ میں، اس حرف معما (پہیلی) کو تو سمجھتا ہے اور نہ میں۔
✿ پردے کے پیچھے تیرے اور میرے بارے میں بات ہو رہی ہے۔ جب پردہ گر پڑا تو تُو رہے گا اور نہ میں۔

خربوزوں کا پک جانا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت سیّد امیر حمزہؒ کو شوق ہوا کہ کرمینہ کے علاقہ میں جائیں۔ قضا

سے طوالیس ۔کے گاؤں سے گزر ہوا۔ آپ کے عقید تمندوں میں سے ایک نے راستے کے کنارے خربوز (وتربوز) کی فصل کاشت کر رکھی تھی۔ وہ کھیت میں (پانی کی) ایک نالی بنا رہے تھے کہ حضرت امیر (حمزہؒ) وہاں پہنچے۔ جب اس (مرید) نے حضرت امیر (حمزہؒ) کو دیکھا تو اُن کے مبارک قدموں میں گر پڑا اور عرض کی کہ اے مخدوم! میں نے ان خربوز (وتربوز) کو اس لیے کاشت کیا ہے کہ جب خربوزے پکیں گے تو یہ آپ کے حضور پیش کروں گا، اے کاش! کہ خربوزے پکے ہوتے، تاکہ میں آپ کی خدمت میں (اِس وقت) پیش کرتا۔ (حضرت) امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ ہم نقد کا اُدھار نہیں کرتے۔ تم اس (کھیت) میں داخل ہو اور اِس سے پکے ہوئے خربوزے لے آؤ۔ اس مرید نے عرض کیا کہ اے مخدوم! خربوز وتربوز کی یہ فصل کچی ہے، خربوزہ کہاں ملتا ہے؟ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ تمھیں کوئی چارہ نہیں ہے، تمھیں چاہیے کہ کھیت میں جاؤ اور خربوزہ لے آؤ۔ اس مرید نے قدم کھیت میں رکھا اور دیکھا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فرمان سے خربوزے یوں پک گئے ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ خربوزے باہر لاؤ کہ ہمیں کھڑا ہونے کی فرصت نہیں ہے۔ اس مرید سے جتنا ہو سکتا تھا، اتنے خربوزے باہر لے آیا۔ حضرت امیر (حمزہؒ) اور جو جماعت آپ کے ساتھ تھی، نے سیر ہو کر ان خربوزوں سے کھائے اور اتنے ہی خربوزے اپنی جگہ پر موجود رہے۔ خربوز وتربوز کے کھیت کا وہ مالک کہنے لگا کہ ہم مسکین حال لوگ تھے، ہم نے حضرت امیر (حمزہؒ) کے وجود مبارک کی اتنی برکت دیکھی جس کی کوئی انتہا و حد نہیں، نیز ہم یوں خوش حال ہو گئے ہیں کہ دنیا میں کسی اور کے محتاج نہیں رہے:

ہر جا قدوم اہل سعادت درون شود
آید صفا و درد و کدورت برون شود

یعنی: جہاں (بھی) اہل سعادت کے قدم داخل ہوتے ہیں، (وہاں) پاکیزگی آجاتی ہے اور دُکھ ومصیبت دور ہو جاتی ہے۔

کمال خلوت نشینی

منقول ہے کہ ایک روز ایک شیخ حضرت امیر حمزہؒ کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا کہ

کیا وجہ ہے کہ آپ کے خاندان (سلسلہ) میں خلوت نشینی نہیں ہے؟ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ خلوت کے لیے بھی ساتھی چاہیے، تا کہ ہم جنگل میں بیٹھیں۔ ان عزیز نے فرمایا کہ اے امیر! اگر آپ خلوت میں بیٹھیں تو میں بھی آپ کے ساتھ بیٹھوں گا۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا: ''آپ کس طرح بیٹھیں گے؟'' ان عزیز نے فرمایا کہ پانی کا ایک کوزہ اور چالیس چھوارے لیں گے اور چالیس روز اُس پانی اور اُن چھواروں سے گزر بسر کریں گے۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ ہمارے خاندان (سلسلہ) کی خلوت اور طرح کی ہے۔ ان عزیز نے کہا کہ آپ کی خلوت کس قسم کی ہے؟ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا کہ ہم پہلے وضو کریں گے اور ہر روز ایک بھیڑ پوری کی پوری کھائیں گے۔ پھر اُسی پہلے روز کے وضو سے چالیس روز تک نماز ادا کریں گے اور ہمیں دوسرے وضو کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس شخص (عزیز) نے کہا کہ ایک بار (اس) دعوے کو دِکھائیں کہ یہ سچ ہے یا نہیں؟ (نیز) ان عزیز نے کہا کہ ہم بھی اس طرح کی خلوت بیٹھ سکتے ہیں۔ حضرت امیر (حمزہؒ) نے فرمایا: ''دو بھیڑیں بھون لائیں۔'' اور (پھر) خلوت نشین ہو گئے۔ ایک بھیڑ کو آپ نے کھالیا اور دوسری ان شیخ کے پاس رکھ دی۔ جب ان عزیز نے اس بھیڑ سے چوتھا حصہ کھایا تو اُن کے پیٹ میں یوں درد اُٹھا کہ وہ بے خود ہو گئے اور بیہوش ہو گئے۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے تو حضرت امیر حمزہؒ کے قدموں میں گر پڑے اور توبہ کی۔ جبکہ حضرت (حمزہؒ) اُسی طرح سات رات دن تک خلوت نشین رہے۔ (پھر) وہ شیخ اور اُس علاقے کے بعض دوسرے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت امیر (حمزہؒ) سے درخواست کی کہ آپ (خلوت گاہ) سے باہر آئیں، کوئی آدمی بھی اسے اختیار کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ اس کے بعد حضرت (امیر حمزہؒ) نے فرمایا کہ اے ہمارے دوستو! ہم ایک چِلّہ کاٹنا چاہتے تھے، تم نے ہمیں (اس کے لیے) نہیں چھوڑا۔ (پھر) آپ مکمل درخواست سے (خلوت گاہ) سے باہر آ گئے اور آپ کے کمال (حال) کی انتہا نہ تھی۔

فصل سوم

احوال حضرت سیّد امیر عمر رحمۃ اللہ علیہ

اولیاء اللہ کی بے ادبی پر وبال

حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی حضرت سیّد امیر عمر رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات میں سے ہے کہ نسف کے علاقے میں خربوز و تربوز کی فصل کاشت کی گئی تھی اور اُس کی فصل پکنے کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اس علاقے میں پانی کی کمی ہوتی ہے، جب تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عنایت نہ فرمائے۔ اس علاقے کے لوگوں نے اتفاق کیا کہ پہلے حضرت امیر عمرؒ کی خربوز و تربوز کی فصل کو پانی دیں گے اور اُس کے بعد آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ مگر ایک شخص اِس پر راضی نہ ہوا۔ جب ان لوگوں نے پانی کو حضرت عمرؒ کے کھیت میں پہنچایا تو وہ شخص آکر کہنے لگا کہ پانی کے جاری رہنے کا بھروسہ نہیں ہے۔ (پھر) اس نے حضرت امیر عمرؒ کے کھیت سے پانی ہٹا لیا۔ ان لوگوں نے اس شخص کو روکنا چاہا۔ حضرت امیر عمرؒ نے فرمایا: ''اے دوستو! تم اپنے دل اس وجہ سے مشغول نہ رکھو کہ یہ پانی ایک آگ لگائے گا۔ تب (کچھ) نہیں رہے گا، تم (دیکھتے) رہنا کہ جل جائے گا۔'' جب ان لوگوں نے حضرت امیر (عمرؒ) سے یہ بات سنی تو سب کانپ اٹھے۔ چند آدمیوں نے (اُس شخص سے) درخواست کی، (لیکن) وہ کہنے لگا: ''جو کچھ ہوتا ہے، ہوتا رہے، میں اس پانی کو نہیں چھوڑوں گا۔'' سب لوگ اس حالت سے پریشان ہو گئے۔ حضرت امیر (عمرؒ) نے سب کو منع فرمایا کہ تم مت روکو۔ لوگ حضرت امیر (عمرؒ) کو چھوڑ کر چلے گئے تو وہ بھی (وہاں سے) تشریف لے گئے:

همه آزادگان از رخنه جستند
زیان خویش و سود خلق جستند

ہنرمندے کہ راہِ پا و سر دید

ز خود عیب و ز بیگانہ ہنر دید

حکیمانے کہ دور اندیش گشتند

دوائے خلق و دردِ خویش جستند

درختِ بارکش چون بیخ و بر یافت

سعادت را کجا ہر بے خبر یافت

یعنی: سب آزاد (طبع لوگوں) نے رخنہ سے پایا، انہوں نے اپنا نقصان اور خلقت کا نفع کیا۔

- جس ہنر مند نے (اپنے) پاؤں اور سر (کی حقیقت) کو پا لیا، اسے خود میں عیب اور دوسرے میں ہنر نظر آئے۔
- جو حکماء دور اندیش بنے، انہوں نے لوگوں کے لیے دوا اور اپنے لیے درد پسند کیا۔
- پھلدار درخت ہی جڑ اور پتے پاتا ہے (یعنی پھلتا پھولتا ہے)، ہر ناسمجھ کو سعادت کب نصیب ہوتی ہے؟

جب رات کا وقت آیا تو اُس شخص کا غلام کھانا پکانے کے لیے آگ کی تلاش میں باہر نکلا۔ جب آگ (لے کر) گھر کے دَر پر پہنچا تو گھر کے دروازے پر ایک قالین تھا۔ اُس قالین کو آگ لگ گئی۔ جب قالین نے آگ پکڑی تو اِس سے اُس کا گھر بھی مکمل طور پر جل گیا۔ وہ شخص اس واقعہ کے وقت گھر پر نہیں تھا۔ جب آیا اور اُس نے یہ حال دیکھا تو اپنے کیے پر پشیمان ہو گیا اور اپنی بات کی تہہ تک پہنچ گیا۔ اب سمجھ گیا کہ اس نے بُرا کیا ہے۔ لوگوں کے پاؤں میں گر پڑا اور کہنے لگا کہ اے دوستو! اگر تم اس چیز کا تدارک نہیں کرو گے تو میرا کام زیادہ خراب ہو جائے گا۔ اس طرح وہ شخص دوسرے لوگوں کے ہمراہ حضرت امیر (عمر) رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ ہو گیا۔ انہوں نے (حضرت) امیر عمرؒ کو ایک مسکین کی صورت میں پایا کہ آپ ایک ویرانے میں مستغرق (ذکر وفکر) ہو چکے ہیں اور قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھے ہیں۔ جب یہ لوگ آئے تو حضرت امیر (عمرؒ) نے چہرہ ان کی طرف کیا اور فرمایا کہ اے دوستو! ہم چاہتے ہیں کہ خربوز و تربوز کی یہ فصل فرمانبرداروں کی اطاعت کے لیے غذا بن جائے، جب تم اس پر راضی نہیں تو (یہ) تم پر قربان ہو گئی، لیکن اتنا ضرور سمجھ لو کہ کسی کا دل جیتنا اتنا آسان کام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک تم اپنی

ذات کو چھوڑ کر، اپنی (حقیقی) مراد سے مشغول نہیں ہو جاتے، اس وقت تک اپنے مقصد (اصلی) کو کیسے پا سکتے ہو؟

تا دلِ دوستان بدست آری
بوستانِ پدر فروختہ بہ
دردمند ہزار آن مشوید
کہ یکے را ز خود برنجانید

یعنی: جب تک تو دوستوں کا دل نہ جیت لے، اس وقت باپ کے باغ کو بیچ رکھنا بہتر ہے۔

✿ اس وقت تو ہزار لوگوں کا دردمند مت بن، جب تو نے کسی ایک آدمی کو (بھی) دُکھ دیا ہو۔

اگر تو کسی کو دُکھ دے کر اور اپنی ناراضگی سے آزردہ خاطر کرتا ہے (تو سمجھ لے کہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام (قرآن مجید) میں فرمایا ہے: وَلَا یَحِیقُ الْمَکْرُ السَّیِّءُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ. (سورۃ فاطر: ۴۳)

یعنی: اور بُری تدبیروں کا وبال (حقیقی) ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے۔

قطب ہرات (حضرت) جابر بن عبداللہ انصاریؒ نے اس کی تشریح میں یوں اشارہ فرمایا ہے کہ جب گائے کی گردن کاٹنے کا وقت آتا ہے تو اُسے اس طائفہ (اولیاء) کے خرمن پر پہنچاتے ہیں، اور جب سیڑھی کے جلنے کا وقت آتا ہے تو اُسے اس طائفہ (اولیاء) کی دیوار کے ساتھ کھڑا کرتے ہیں۔ جب کسی کو گرانا چاہو تو اُسے اس طائفہ (اولیاء) پر گراؤ اور جس کسی کی باطنی آنکھ بینا ہوتی ہے تو وہ اس طائفہ (اولیاء) پر اعتراض نہیں کرتا:

نابینا را بہ چشم باطن چہ خبر
وز عربدہ چہ خبر دارد کر
واندر ہمہ عمر خود بخوردی کاہے
گز لذت لوزینہ نداشتی چہ خبر

یعنی: اندھے کو باطن کی آنکھ کی کیا خبر؟ بہرے کو لڑائی جھگڑے کے بارے میں کیا معلوم؟

✿ عمر بھر تو ایک گھاس کھاتا رہا، (اور) حلوہ کی لذت کو ہرگز نہ سمجھا کہ وہ کیا ہے؟

یہ اس سبب سے ہے کہ اس کے دل کی آنکھ کو اندھا بنا دیا گیا ہے۔ لیکن جان لو کہ اگر سب

اولیاء اللہ نے اپنی زندگی میں ولایت و کرامت دکھائی ہے اور اُن سے ظاہر ہوئی ہے تو (بھی) اس فقیر کا خیال ہے کہ وہ (ولی اللہ) اپنی وفات کے بعد بھی کرامت نہیں دکھاتا، کیونکہ کرامت دکھانا روا نہیں ہے، بلکہ اس کا پوشیدہ رکھنا واجب ہے۔ اگر (یہ) بے اختیار ظاہر ہو جائے تو جائز ہے، لیکن (پھر بھی) پوشیدہ رکھنا بہتر ہے۔

مؤدب رہنے کی تلقین

منقول ہے کہ (حضرت) سیّد عمر رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ایک مرید کی (اپنے) گاؤں میں اکثریت تھی۔ اس نے ایک بہت بڑی دعوت دے رکھی تھی، جس میں حضرت امیر کو مدعو کیا اور اپنے گاؤں کے لوگوں کو بھی بلایا تھا۔ ان لوگوں میں سے ایک زبان دراز شخص نے اس صاحبِ دعوت سے کہا کہ (حضرت) امیر عمرؒ کے لیے کتنی زحمت اٹھاؤ گے؟ کسی دوست نے ان سے ولایت کی کوئی چیز بھی دیکھی ہے یا نہیں؟ صاحبِ دعوت کہنے لگا کہ میرے لیے (ادب کا) یہ تقاضا ہے کہ ان سے اس طرح کی کوئی چیز طلب نہ کروں، میرے دل میں ایسا کوئی خیال (بھی) نہیں آتا اور مجھے تو اپنی خدمت سے کام ہے:

اشکم چو قبول می کند یار
اے مردمی دیدہ مردمی کن

یعنی: جب میرے آنسو محبوب کو پسند ہیں (تو پھر) اے لوگو! تم بھی آنکھ کو درست رکھو۔

وہ شخص کہنے لگا، اگر تم نہیں چاہتے تو پھر میں چاہتا ہوں کہ (حضرت امیر عمرؒ) ہمارے لیے شہد کی طرح میٹھے تازہ انگور لائیں، تاکہ ہم ان سے کھائیں۔ اس کے بعد وہ (حضرت) امیر عمرؒ کے پاس آیا اور بیٹھ رہا۔ حالانکہ سردیاں تھیں اور موسم بہت ٹھنڈا تھا۔ (حضرت) امیر عمرؒ نے اس صاحبِ خانہ سے فرمایا کہ جلدی سے باغ میں جاؤ اور باغ کی دو قطاروں سے آگے جا کر تیسری قطار کے سرے پر جو بیل ہے وہ کاٹ ڈالو اور جتنا انگور لا سکتے ہو، وہ لے آؤ، تاکہ یہ لوگ کھائیں۔ جب اس شخص نے اس حکم پر عمل کیا اور اِسی نشانی پر گیا تو اتنا انگور لے آیا کہ حاضرین دنگ رہ گئے۔ (حضرت) امیر (عمرؒ) نے فرمایا کہ تم انگور کھاؤ۔ اور خود گھر سے باہر نکلے اور اُسی وقت سوخار پہنچ گئے۔ اس کے بعد ہر چند لوگوں نے (حضرت) امیر (عمرؒ) کو تلاش کیا، لیکن آپ نہ ملے۔ جب

لوگ سوخار آئے تو دیکھا کہ آپ وہاں تشریف فرما ہیں۔ اس صاحبِ دعوت نے عرض کیا کہ اے مخدوم! دعوت تیار ہوگئی ہے اور سب لوگ آپ کے قدم (مبارک) کے منتظر ہیں۔ حضرت امیر (عمرؒ) نے فرمایا کہ تم جاؤ، دعوت کی ان چیزوں کو محفوظ کرو، ہم کل وہاں آئیں گے۔ جب لوگ چلے گئے تو اُسی رات وہ (زبان دراز) شخص فوت ہوگیا اور اُس کا دوست بھی وفات پا گیا۔ اس کے بعد (حضرت) امیر (عمرؒ) تشریف لے گئے اور اُس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

تمہیں چاہیے کہ اولیاء اللہ کے پاس اپنے دل کو قابو میں رکھو۔ اے بے حاصلو! صاحبِ دل حضرات کے حضور میں مؤدب رہو۔ نیز استاد کہتا ہے:

اے آنکہ ز مشک نافہ برخورداری
می کوش ز خود کہ خاطرے نہ آزاری
گل قاصد آزار دلِ بلبل بود
از عمر ازان نیافت برخورداری

یعنی: اے وہ (شخص) جو مشکِ نافہ پانے والا ہے، تو اپنی طرف سے کوشش کر کہ کسی کے دل کو نہ دُکھائے۔

* پھول کا قاصد بلبل کے دل کو دُکھاتا ہے، لہٰذا اُسے عمر بھر کوئی برخوردار نہیں ملا۔

دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر (عمرؒ) کبش کے شہر میں تھے کہ ایک شخص حضرت امیر (عمرؒ) کے پاس آیا اور عرض کیا: "اے مخدوم! اتراک سے (حضرت) اسماعیل اتاؒ کے مرید (ایک جگہ) جمع ہوئے ہیں اور اُن کے درمیان غیر شرعی باتیں ہو رہی ہیں۔ آپ ان کو منع فرمائیں۔" یہ اطلاع دینے والا آدمی انہی لوگوں میں سے تھا اور انہوں نے اتفاق کر رکھا تھا کہ اگر (حضرت) سیّد عمرؒ ہمارے پاس آئے تو ہم اُن کو شہید کر دیں گے اور اُن کا خون بہا (دیت) ادا کر دیں گے۔ جب حضرت امیر عمر رحمۃ اللہ علیہ نے غیر شرعی کام کی خبر سنی تو فوراً چل پڑے۔ آپ کے ساتھ اور لوگ نہیں تھے، صرف شہاب الدین نام کا ایک آدمی تھا، جسے (حضرت) امیر (عمرؒ) نیک بخت کہتے تھے، اور اُس دیہات کا نام موضع "جاوز داراں" تھا۔ اس نیک بخت نے عرض کیا کہ اے

مخدوم! وہ لوگ اگرچہ مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہیں، لیکن مسلمانی کو اچھی طرح نہیں جانتے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی دُکھ پہنچائیں۔ حضرت امیر (عمرؒ) نے فرمایا کہ وہ کتنے آدمی ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا کہ اگر اکٹھے ہو جائیں تو ہزار آدمیوں سے زیادہ ہوں گے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ حضرت امیر (عمرؒ) نے فرمایا:

گر با تو بود عنایتِ حق
از خصم ہزار صد میندیش

با پنجۂ شیر پنجہ می زن
در کام نہنگ و مار زن ریش

یعنی: اگر عنایت حق (تعالیٰ) تیرا ساتھ دے تو پھر ہزار سو دشمن کا فکر مت کر۔

٭ شیر کے پنجہ میں ہاتھ ڈال (اور) مگرمچھ اور سانپ سے لڑائی میں (ان کو) زخم لگا۔

اے دوست! اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہماری مددگار ہے تو ہم ان کی کثیر تعداد سے نہیں ڈرتے۔ جیسا کہ ہرات کے قطب (حضرت) خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب راستہ پاک (ہے) تو مدعی سے کیا باک؟

جب (حضرت) سیّد عمرؒ ان بدعتیوں کے درمیان آئے تو وہ سب (حضرت) امیر (عمرؒ) کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کے سردار نے (حضرت) امیر (عمرؒ) کے گریباں کو پکڑنا چاہا۔ (حضرت) امیر (عمرؒ) نے اس کا ہاتھ اس کی پیٹھ کی طرف مروڑ دیا اور فرمایا: ''اے نامرد! تیرے دونوں ہاتھ خشک ہو جائیں، تاکہ تو اِس سے زیادہ ایسا کام نہ کر سکے۔'' فوراً اس کے دونوں ہاتھ اس کی پیٹھ پر چپک گئے۔ وہ بدعتی حیران ہو گئے اور حضرت (امیر عمرؒ) کے پاؤں میں گر پڑے۔ آپ کے قدموں کی خاک پر منہ رگڑنے لگے، توبہ وزاری کرنے لگے اور گمراہی کے راستے سے لوٹ پڑے۔

اس پر (حضرت) امیر (عمرؒ) نے فرمایا کہ اگر تم نے اخلاص سے توبہ کی ہے تو تین روز کے بعد تمہارے ہاتھ ٹھیک ہو جائیں گے۔ تین دن گزرنے کے بعد حضرت امیر (عمر) رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے ہاتھ ویسے کر دیے جیسے کہ پہلے تھے:

اگر تیغِ عالم بہ جنبد ز جائے
بہ برد کسے تا نخواہد خدائے

یعنی: اگر زمانے کی تلوار اپنی جگہ سے حرکت میں آجائے تو بھی کسی کو کاٹ نہیں سکتی، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔

تاکہ تو سمجھ لے کہ جو آدمی بھی اخلاص سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے اور اخلاص کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرتا ہے، وہ تمام ہلاکتوں سے نجات پاتا ہے اور اُس کی دعا کبھی ردّ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کو یوں پورا فرما دیتا ہے، جس طرح کہ وہ چاہتا ہے۔ جیسا کہ حضرت رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے: مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهُ. (کشف الاسرار وعدۃ الابرار، ۱:۳۷۱، ۵۱۸، ۵۶۳؛ ۳:۱۸۶؛ ۵: ۵۵۰)۔ یعنی: جو آدمی اللہ کا ہو جائے، اللہ اُس کا ہو جاتا ہے۔

حضرت امیر عمرؒ کا وصال مبارک وکرامت

حضرت امیر عمرؒ آہین کے گاؤں میں ۸۰۳ھ (۷-۱۴۰۶ء) میں رحمت حق کے جوار میں خراماں ہوئے۔ آپ (کے جسد مبارک) کو ایک سال بعد، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، بخارا میں لایا گیا اور حضرت امیر بزرگ (خواجہ سیّد امیر کلالؒ) کے جوار میں سپردِ خاک کیا گیا۔ جو لوگ آپ (کے جسد مبارک) کو لائے تھے، انہوں نے (خشک) لکڑی آپ کی قبر (مبارک) پر نشانی (کے طور پر) رکھی تھی، جو سر سبز ہو گئی اور اُس کی ٹہنیاں پھوٹ پڑی تھیں۔ سب لوگ اس لکڑی کو دیکھنے آیا کرتے تھے۔ ان لوگوں میں سے ایک آدمی نے اس درخت کے پودے کے لیے باڑ بنائی اور اُس کو پانی دیا تو وہ اُسی وقت خشک ہو گئی، نیز پانی کی نالی بند ہو گئی۔ ایک عقیدتمند نے حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے (اسے) فرمایا کہ تم نے اسے اس درخت کو پانی کیوں دینے دیا؟ اگر تم (لوگ) اسے پانی نہ دیتے تو وہ کبھی خشک نہ ہوتا۔

اگر ہم آپ کے تمام اوصاف کا تذکرہ کریں اور آپ کے کمالِ حال (کے بیان) میں مشغول ہو جائیں تو اِس کا عشر عشیر بھی بیان نہیں کر پائیں گے۔ اس بار اِسی پر اکتفا کیا گیا ہے، تاکہ عقیدتمندوں کے لیے یادگار رہے۔ معلوم رہے کہ ان الفاظ کے لکھنے والے مولانا وسیّدنا حضرت شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت سیّد امیر حمزہؒ کے نواسے تھے۔ درحقیقت وہ ان لوگوں کی اولاد تھے جو تمام حالات واعمال میں ان (حضرت) کے پیروکار تھے۔

کھانے میں برکت ہونا

منقول ہے کہ ایک روز (حضرت) کوک اتّاؒ کے فرزندوں میں سے ایک صاحب، ایک جماعت کے ہمراہ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی رباط (خانقاہ) میں آئے اور اُن عزیز کا ایک چھوٹا بیٹا تھا۔ جب حضرت امیر (عمرؒ) اس جماعت کو مہمان خانہ میں ٹھہرا چکے تو اُس کے بعد اُٹھتے ہوئے فرمایا کہ جلدی کھانا تیار کرو کہ وقت کم ہے۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو خادم نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ کی اجازت چاہتے ہیں، تا کہ کھانا لے آئیں۔ حضرت امیر (عمرؒ) نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ، تا کہ میں جاؤں اور دیکھ لوں۔ (حضرت) امیر (عمرؒ) باورچی خانے کی جانب روانہ ہوئے۔ (حضرت) اتّاؒ کے اس چھوٹے بیٹے نے حضرت امیر (عمرؒ) کے باورچی خانہ کے ذمہ دار کے پاس ایک بہت چھوٹی دیگ رکھی ہوئی دیکھی تو اُس نے اپنے دل میں کہا: ''اس دیگ میں جو کچھ ہے، وہ مجھے اور میرے باپ کے لیے کافی نہیں ہوگا، اور یہ سب لوگ بھوکے رہیں گے۔'' اس کے بعد حضرت امیر (عمرؒ) نے اپنے خادم سے فرمایا کہ پہلے ہم ایک پیالہ سالن ڈالیں گے، اس کے بعد تم جان لوگے۔ آپ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (سورۃ النمل: ۳۰) پڑھی اور ایک پیالہ سالن ڈالا۔ جب کھانا دسترخوان کے لیے بھجوا چکے تو اُس بیٹے نے حضرت امیر (عمرؒ) سے کہا کہ آپ کو جتنا کھانا درکار تھا، اتنی روٹیاں اور سالن آ گیا ہے اور اِس میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور اُس دیگ میں سے بھی کچھ کم نہیں ہوا اور تنور روٹیوں سے پُر ہے، گویا اُس سے آدھی روٹی بھی باہر نہیں نکالی گئی۔ جب بیٹے نے یوں دیکھا تو اُٹھا اور اپنے باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اے ابا جی! دیگ اتنی چھوٹی ہے کہ اگر آدمی اُس کو دیکھے تو ہزار کوشش کے باوجود دو آدمی بھی اس سے سیر نہیں ہوتے۔ جتنا کھانا آپ (لوگوں) کے لیے لائے ہیں، گویا انہوں نے اس دیگ سے ایک پیالہ بھی سالن نہیں نکالا اور جتنی مقدار میں روٹیاں آپ (لوگوں) کے لیے لائے ہیں، ابھی وہ تنور روٹیوں سے پُر پڑا ہے، اور معلوم نہیں ہوتا کہ اس تنور سے ایک روٹی بھی باہر نکالی گئی ہے یا نہیں۔'' جب (حضرت) اتّاؒ نے یہ بات سنی تو اُس جماعت کے ہمراہ اٹھے اور حضرت امیر (عمرؒ) کے باورچی خانہ پر آئے اور حضرت امیر (عمرؒ) سے التماس کی کہ آپ ہمیں اپنے باورچی خانہ میں جانے دیں، کیونکہ دستور ہے کہ اس کی اجازت ہو۔ (حضرت) امیر (عمرؒ) نے فرمایا کہ اندر آ جائیں۔ جب

(حضرت) اتاؒ اپنی جماعت کے ساتھ اندر گئے تو حال کا مشاہدہ کیا۔

حضرت امیر (عمرؒ) نے فرمایا کہ اے اتا! اس روز سے کہ جب حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیر کو خدمت کی اجازت دی ہے، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ یہ جگہ اس سالن اور اِس روٹی سے خالی ہوئی ہو۔ اور حضرت امیر (حمزہؒ) نے جو چیز ہمارے سپرد فرمائی ہے، وہ اسی طرح (موجود) ہے، اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔

جب (حضرت) اتاؒ نے یہ حال مشاہدہ کیا تو عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اور میرے دوستوں کو خدمت گاری میں قبول فرمالیں، تاکہ ہمیں اس جگہ سے حصہ نصیب ہو جائے۔ حضرت امیر (عمر) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب آپ کے دل میں یہ خیال آگیا ہے تو ہم نے آپ کے اس بیٹے کو فرزندی میں قبول کرلیا ہے۔ اس کے بعد (حضرت) اتا شکر گزار اور خوش ہو کر اُس جگہ سے روانہ ہو گئے۔ (حضرت) اتاؒ کے اس بیٹے کا نام آپ نے "شیخ" رکھا۔ پھر حضرت امیر (عمرؒ) نے فرمایا کہ یہ اس لیے ہے کہ جو کوئی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے کام اس طرح کرتا ہے، جس طرح وہ فرماتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے کاموں کو اُس طرح پورا فرماتا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے۔

پختہ کاری وصوفی صافی

منقول ہے کہ ایک روز بخارا کے دیہات غد کی ایک جماعت (حضرت) امیر سیّد کلال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کو آئی تھی۔ اس زمانے میں (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) موجود تھے۔ وہ (لوگ) آئے اور زیارت کی۔ (حضرت) خواجہ (نقشبندؒ) نے فرمایا کہ اے دوستو! کچھ دیر درختوں کے سائے میں آرام کرو، تاکہ ہم تمہارے لیے کھانا تیار کرلیں۔ اس جماعت کے لوگ اٹھے اور درختوں کے سائے میں آگئے۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ لیٹنے سے کیا حاصل ہوگا؟ اُٹھو، تاکہ حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت میں مصروف رہیں اور کھانا پک جانے پر (واپس) آجائیں گے۔ وہ لوگ اٹھے اور حضرت امیر (کلالؒ) کے مزار کی زیارت کرنے لگے۔ پھر اُسی وقت چلے اور انہی درختوں کے سایہ میں آکر بیٹھ گئے، جہاں (حضرت) خواجہ (نقشبندؒ) نے فرمایا تھا۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو (حضرت) خواجہ بہاء الدین

(نقشبندؒ) تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا آپ لوگ سوئے نہیں ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کو چلے گئے تھے۔ (حضرت) خواجہ نے فرمایا کہ ان کی اولاد سے تمہاری ملاقات ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: ''ہم نہیں مل سکے۔'' (حضرت) خواجہ (نقشبندؒ) نے فرمایا کہ تم (سب) خام ہو گئے ہو اور خام (ہی) واپس آ گئے ہو۔ تمہیں پھر جانا چاہیے اور اُن کی اولاد سے ملاقات کرنی چاہیے اور اِس کے بعد زیارت کرنی چاہیے۔ وہ لوگ جب حضرت امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ (حضرت) امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ آ رہے ہیں۔ جب حضرت امیر (کلالؒ) کے نزدیک پہنچے تو حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے دوستو! تم نے (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) کو پریشان کیا ہے۔ (پھر) فوراً آپ نے اپنا ہاتھ (مبارک) بغل میں ڈالا اور ایک گرم روٹی باہر نکالی اور اُن لوگوں کو دی، اور فرمایا کہ اب (حضرت) امیر (کلالؒ) کے مزار کی زیارت کو جاؤ کہ اب پختہ جاؤ گے اور پختہ آؤ گے۔ جب یہ جماعت زیارت کر چکی تو پھر واپس آئی اور (حضرت) خواجہ بہاء الدین (نقشبندؒ) کے پاس پہنچی تو وہ ایک روٹی (حضرت) خواجہ کے سامنے پیش کی۔ (حضرت) خواجہ (نقشبندؒ) نے فرمایا کہ اب تم پختہ آئے ہو:

صوفی نہ شود صافی تا در نہ کشد جامے
بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

یعنی: صوفی اُس وقت تک پاکیزہ نہیں بنتا جب تک ایک جام نہ پی لے، بہت زیادہ سفر کرنا پڑتا ہے، تب کوئی خام پختہ بنتا ہے۔

ہوا و ہوس سے خالی نفس کی ضرورت

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلالؒ تعمیر میں مشغول تھے اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد عمارت کے پاس جمع تھی اور تعمیراتی کام میں لگی تھی اور دوپہر ہو چکی تھی۔ اچانک حضرت امیر کلالؒ گھر میں تشریف لے گئے۔ جو لوگ مٹی کے کام میں لگے ہوئے تھے، انہوں نے دل میں خیال کیا کہ اگر حضرت امیر (کلالؒ) ولی ہوئے تو ہم سب کو گرم روٹی عنایت فرمائیں گے، کیونکہ سالن پکانے میں دیر ہو جاتی ہے۔ جب کچھ وقت کے بعد حضرت امیر (کلالؒ) تشریف فرما ہوئے تو اُن

کے ساتھ کوئی کھانا نہیں تھا۔ جب آپ لوگوں میں پہنچے اور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو وہ لوگ جنہوں نے گرم روٹی طلب کی تھی، پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اے دوستو! ہم (حضرت) امیر (کلالؒ) کی ولایت سے جس چیز کو طلب کر رہے تھے، وہ اس ولایت میں نہیں ہے۔ حضرت امیر (کلالؒ) اچانک اٹھے اور اُن لوگوں کے نزدیک آئے اور فرمایا کہ اے بے صبرو! یہ لو جو کچھ مانگ رہے ہو! اور ہاتھ (مبارک) بغل میں کیا اور اُن لوگوں کو بہ تمام وکمال کے ساتھ روٹی عنایت فرما دی۔ سب آپ کے کمال کے معترف ہو گئے اور عاجز ہو گئے اور توبہ کی۔

اس کے بعد حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے دوستو! میرے دل میں خیال تھا کہ تم ہم سے آخرت مانگ رہے ہو اور نفس کی خواہش کو ترک کر رہے ہو، تاکہ تمہیں آخرت میں شرمندگی نہ ہو، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ تم جو طلب کرتے ہو، اس کو پا لیتے ہو۔ ہم کیا کریں کہ جو کچھ ہم چاہتے ہیں وہ ہمیں (بھی) مل جائے؟ اے دوستو! خبردار اور آگاہ ہو جاؤ کہ کوئی پرندہ کسی شکاری کے جال میں گرفتار نہیں ہوتا، جب تک کہ نفس ہوا و ہوس سے خالی نہ ہو۔ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کے ذکر کو بھلا دے تو وہ کسی اور مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ!

زندگی کی قدر و قیمت

حضرت امیر کلالؒ بارہا فرمایا کرتے تھے: ''ہائے افسوس کہ عمر آخر کو پہنچ گئی۔ ایک بندہ بھی پیدا نہیں ہوا کہ جو دنیا اور دنیا کے کام کو چھوڑ دے۔ لوگ اپنی خواہشات میں گرفتار ہو گئے ہیں اور انہوں نے آخرت کو بھلا ڈالا ہے۔''

اے دادہ بباد عمر در نادانی
تو قیمتِ عمر خویش کے دانی
فردا کہ بزیر خاک تنہا مانی
گوئی کہ کنم توبہ و لے نتوانی

یعنی: اے وہ شخص جس نے عمر نادانی میں برباد کر دی، تو اپنی عمر کی قیمت کب جانتا ہے؟

✿ کل جب تو زیرِ زمین (قبر میں) اکیلا رہے گا تو کہے گا کہ (اب) توبہ کروں، لیکن نہیں کر سکے گا۔

اطاعتِ الٰہی و نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم

اس لیے (ضروری) ہے کہ اپنے کام کو حق سبحانہ' وتعالیٰ کی خدمت (عبادت) اور شریعتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیروی میں ایسے مقام پر پہنچائے کہ اس کے لیے کوئی پردہ نہ رہے۔ مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ ہے، اس سے وہ یوں آگاہ ہو کہ اگر ہتھیلی پر نگاہ کرے تو مشرق کی ہر چیز کو (اس پر) دیکھ لے، اور اگر ہاتھ کی پشت پر نگاہ کرے تو مغرب کی ہر شے کو دیکھ لے، تاکہ اگر کوئی مرید کسی کام میں درماندہ ہو جائے اور اُسے اپنے شیخ کی مدد کی ضرورت پڑے تو وہ شیخ حق سبحانہ' وتعالیٰ کی عنایت سے اس کی مدد کرے۔ یہ مرتبہ بھی اسے حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کی برکت سے نصیب ہوگا۔ ضروری یہ ہے کہ ریاکاری نہ کرے۔ کوئی کام (حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم (کی سنت) کے خلاف نہ کرے۔ علم کے ساتھ عمل کرے۔ اگر علم حاصل کیا ہو تو پھر کسی خواہش وریا کی فرمانبرداری نہ کرے۔

منقول ہے کہ ایک روز حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسی گاؤں میں اپنی رباط (خانقاہ) کی تعمیر میں مشغول تھے۔ ایک شخص کے دل میں خیال گزرا کہ کسی کو کسی جگہ درد نہیں ہو رہا، تاکہ وہ کوئی چیز لے آئے، کیونکہ حضرت امیر (کلالؒ) کو کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ابھی کچھ وقت نہیں گزرا تھا کہ ایک عزیز کے دانت میں درد ہوا اور وہ بہت سی روٹیاں اور خشک میوے لے کر حضرت امیر (کلالؒ) کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ اے مخدوم! رات دن سے مجھے درد نے مار ڈالا ہے۔ آپ کی خدمت میں آیا ہوں کہ آپ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی برکت سے حق تعالیٰ میرے اس درد کو دُور فرما دے، کیونکہ اس درد کے برداشت کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ آگے آؤ، تاکہ میں دیکھوں کہ تمہارا کونسا دانت درد کر رہا ہے۔ جب وہ آگے آیا تو حضرت امیر (کلالؒ) نے اپنی انگلی مبارک اس دانت پر رکھی اور سورہ اخلاص پڑھی اور اُنگلی کے ساتھ دانت کو دَباتے رہے۔ اُسی وقت دانت کا درد یوں ٹھیک ہو گیا کہ جیسے ہرگز تھا ہی نہیں۔

اخلاص

اس کے بعد حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا کہ اے دوستو! اخلاص کو اختیار کرو، تاکہ نجات

پاؤ۔ اور جان لو کہ جس عمل کے اندر اخلاص نہ ہو، وہ عمل ایسے درم کی مانند ہے جس پر بادشاہ کا سکہ (مہر) نہ ہو۔ اس درم کو کوئی آدمی قبول نہیں کرتا۔ جب سکہ اخلاص اس کے ساتھ ہوگا تو پھر کوئی آدمی اسے رد نہیں کرتا اور قبول کر لیتا ہے۔ نیز آگاہ رہو کہ عمل جتنا بھی کم ہو، اگر وہ اخلاص کے ساتھ ہو تو وہ عمل حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہے، اور (خواہ) عمل جتنا بھی زیادہ ہو، جس میں اخلاص نہ ہو، وہ عمل حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں کوئی قدر نہیں رکھتا۔ (پس) اپنے کام کو اخلاص کے ساتھ کرو، تاکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں تمہیں ایک قربت اور ایک درجہ نصیب ہو۔

اے میرے عزیز! اس کا فکر مت کر کہ یہ عمل تم سے رونما ہوا ہے۔ تجھے عالم آخرت میں کوئی آبرو مل جائے اس کے لیے تجھے فکرمند ہونا چاہیے۔ اگر تو (یہ) طمع نہیں رکھتا تو پھر اندیشہ مت کر کہ کہاں جائے گا؟ مرد وہ ہے جو پہلے سوچے اور اِس کے بعد کام کا آغاز کرے، تاکہ اس کام سے شرمندگی نہ ہو:

اندیشہ ز مرگ مصطفیٰؐ باید کرد

شادی و طرب جملہ رہا باید کرد

او با شرف و کمال کرد جامہ بدل

ما را طمع خام چرا باید کرد

یعنی: (حضرت محمد) مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال مبارک سے فکرمند ہونا چاہیے، تمام شادی اور خوشی چھوڑ دینی چاہیے۔

❁ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شرف و کمال کے باوجود لباس تبدیل فرمایا (یعنی وصال فرمایا) تو پھر ہمیں غلط امید کیوں رکھنی چاہیے؟

شیخ محمد آغائی بازرگانؒ کی وفات سے آگاہ ہونا

منقول ہے کہ ایک روز حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ مریدوں کی ایک جماعت کے ہمراہ اپنے اسی علاقے سے نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے بخارا میں تشریف لائے۔ آپ نے معرفت سے فرمایا کہ اے دوستو! شیخ محمد آغائی بازرگانؒ بلخ کے ملک میں فوت ہو گئے ہیں۔ حاضرین کو اِس بات پر تعجب ہوا کہ (حضرت) امیر (کلالؒ) بخارا کے علاقے میں ہیں اور بلخ کے ملک کی بات کر

رہے ہیں! اس کے بعد حضرت امیر (کلالؒ) نے فرمایا: اے دوستو! آگاہ رہو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ (اللہ تعالیٰ کی) بندگی اور اس کے رسول (حضرت) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں انہیں یہ مقام نصیب ہو جاتا ہے کہ جو کچھ مشرق اور مغرب میں ہے، وہ ان کے سامنے ظاہر (ہوتا) ہے، اور بلخ کتنا دُور ہے! جب (لوگوں نے یہ) تاریخ لکھ لی تو وہ واقعہ اُسی روز ہوا تھا۔

سلطان اولوغ بیگ اور مولانا شہاب الدینؒ

منقول ہے کہ سلطان اولوغ بیگ کو ایک روز شوق ہوا کہ نمازِ جمعہ سوخار میں ادا کریں۔ (حضرت) مولانا شہاب الدینؒ لوگوں کو وعظ کرنے میں مشغول تھے۔ جب سلطان اولوغ بیگ مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد کی چھت کی طرف دیکھا۔ حضرت مولانا (شہاب الدینؒ حضرت) سلیمان علیہ السلام پیغمبر کا واقعہ بیان کر رہے تھے۔ جب مولانا (شہاب الدینؒ) نے دیکھا کہ بادشاہ کی نظر کسی اور جگہ پر ہے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) اس عظمت (و بزرگی) کے ہوتے ہوئے چیونٹی کی بات کو سنا کرتے تھے، تم جتنے بھی بڑے ہو، (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) سے بڑے نہیں ہو، اور میں جتنا بھی ضعیف ہوں، چیونٹی سے کمتر نہیں ہوں، تم کچھ وقت ہوش کے ساتھ کان میری طرف کرو۔ (بادشاہ) فوراً اُٹھے اور ادب کے ساتھ دو زانو ہو کر بیٹھ رہے۔

سلطان اولوغ بیگ اور حضرت سیّد امیر کلالؒ

جب (بادشاہ) نماز ادا کر چکے تو (حضرت) امیر کلالؒ (پسرِ حضرت امیر حمزہؒ) کے گھر کی طرف چل پڑے۔ جب (حضرت) امیر (کلالؒ) کے جماعت خانہ میں داخل ہوئے اور بیٹھ رہے تو حضرت (امیر کلالؒ) نے اپنا وظیفہ (لنگر: کھانا) پیش کیا، اتنی مقدار میں کہ سب لشکر سے زیادہ ہو گیا۔ اس کے بعد بادشاہ اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے امیر بایزید کلان ملی کو چاندی کے توڑے دے کر روانہ کیا اور چاندی کے ایک سفید توڑے پر نشان لگا کر کہا کہ اگر (حضرت) امیر (کلان) ولی ہوئے تو چاندی کا یہ سفید توڑا ہمارے لیے بھجوا دیں گے۔

جب امیر بایزید نے (چاندی کے) توڑے لا کر (حضرت امیر کلالؒ) کے پاس رکھے تو آپ نے حضرت مولانا شہاب الدینؒ سے فرمایا کہ اے بیٹا! اگر میں اسے لیتا ہوں تو (اپنے) آبا (واجداد) کی مخالفت کرتا ہوں، اور اگر نہیں لیتا تو (ایک) آدمی ناراض ہوتا ہے، اس معاملہ میں کیا کروں؟ حضرت مولانا (شہاب الدینؒ) نے فرمایا کہ آپ (اسے) لے لیں اور اپنے کام میں خرچ کریں۔ اس کے بعد حضرت (امیر کلالؒ) نے (اسے) لے لیا اور کھولا۔ (پھر) چاندی کا سفید توڑا پکڑا اور اُسے امیر بایزید کو واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ اے بایزید! یہ توڑا لے جاؤ اور سلطان اولوغ بیگ کو دے دو، اور (ان) سے کہو کہ یہ توڑا اپنے خزانے میں گرا دیں، تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے خزانے میں برکت بھر دے۔ یہی سبب بنا کہ (بادشاہ) اس خاندان (سلسلہ) سے وابستہ ہو گئے۔ اس سے پہلے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا تھا: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے ایک دینار، یا ایک درم، یا ایک سوئی دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مراد کو پورا فرماتا ہے۔'' اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی.

فصل چہارم

حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیتیں

حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے عقیدتمندوں کو یہ وصیتیں فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت امیر بزرگ (سیّد امیر کلالؒ) اپنے احباب کو فرماتے تھے۔ اس فقیر (مصنف کتاب) نے بھی چاہا ہے کہ (اس کتاب کا) خاتمہ انہی وصیتوں اور اسی خاندان (سلسلہ) علیہم الرحمۃ کے بیان پر کیا جائے۔ وصیتیں جو حضرت امیر حمزہؒ نے فرمائی ہیں، وہ یہ ہیں:

عقیدہ کی درستی

اے دوستو! جب راہ (طریقت) میں پہلا قدم رکھو تو چاہیے کہ صدق کے ساتھ رکھو، تاکہ تمہارے کام کا آغاز اصل پر ہو۔ جیسا کہ ہمارے والد (بزرگوار) نے فرمایا ہے اور سب اہل اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ لوگ وصول (الی اللہ) سے اس لیے (محروم) رہتے ہیں کہ وہ وصولِ شرع کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (سب سے) پہلے چاہیے کہ اپنے اعتقاد کو درست بنائیں اور شک و شبہ، بدعت و ضلالت اور تمام غیر شرعی کاموں سے اپنے دل کو خالی کریں:

تا بیخ حرص بر نہ کنی از زمینِ دل
از شاخہائے وے نہ توانی کہ برخوری

یعنی: جب تک تو حرص کی جڑ کو دل کی زمین سے اکھیڑ کر پھینک نہیں دے گا، اس وقت تک اس کی شاخوں سے پھل نہیں کھا سکے گا۔

تم اپنے عقیدہ میں (کسی کے) مقلّد مت بنو، اور جو چیز اس راہ (طریقت) سے متعلق ہے، اس کے لیے ایک دلیل اور برہان آمادہ رکھو، تاکہ جب ضرورت پڑے تو اس سے عہدہ برا ہو سکو۔

مذہب اور متقدمین کے اختلاف واتفاق میں بات کرنا

اے دوستو! کوئی چیز اس سے زیادہ بری نہیں ہے کہ آدمی مذہب اور متقدمین کے خلاف اتفاق کے بارے میں بات کرے اور اُسے اس کی خبر نہ ہو۔ یہ چیز اُس کی جہالت کی علامت ہے:

اگر فرزند سلطان جہانی
چو دانش نیست کم تر از سگانی

یعنی: خواہ تو جہاں کے بادشاہ کا فرزند ہے، جب تو دانش (علم) نہیں رکھتا تو کتوں سے (بھی) گھٹیا ہے۔

کیونکہ یہ راہ (طریقت) تمام راستوں سے زیادہ روشن ہے اور (سب سے) نزدیک تر ہے۔ ان (صوفیہ) کے دلائل سب دلیلوں سے زیادہ روشن تر ہیں اور ان کا مذہب سب سے زیادہ درست تر ہے۔

اہلِ تصوف اور اُن کے گروہ

حضرت امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے: تصوف کیا ہے؟ اور اہلِ تصوف کون ہیں؟ اور ان کے کتنے گروہ ہیں؟ سب سے پہلے جان لے کہ دل کو ماسویٰ اللہ سے پاک بنانے اور جسم کو اللہ تعالیٰ کے فرائض اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنتوں سے آراستہ کرنے کا نام تصوف ہے۔ پھر جان لے کہ اہلِ تصوف اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ اور (حضرت) مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت پر چلنے والے (لوگ) ہیں۔ مگر ہمارے زمانے میں ان کے بارہ گروہ بن گئے ہیں، جن میں گیارہ گروہ بدعت وضلالت کے راستے پر جاپڑے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

(۱) حُبیّہ، (۲) اولیاسیہ، (۳) تمراحیہ، (۴) اماحیہ، (۵) حالیہ، (۶) حلولیہ، (۷) حوریہ، (۸) واقعیہ، (۹) متجاہلیہ، (۱۰) متکاسلیہ، (۱۱) الہامیہ

لیکن جاننا چاہیے کہ ان سب میں سے ایک کا مذہب کیا ہے؟ اور ہر ایک کا عقیدہ کس قسم کا ہے؟

حُبّیہ

حُبّیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ دوستی کے درجہ میں پہنچتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو دوست بنالیتا ہے تو وہ اوروں کی دوستی سے ڈرتا ہے۔ قلم تکلیف اس سے ہٹالیا جاتا ہے، خطا اور عبادت اس سے اٹھالی جاتی ہے اور حرام اس پر حلال ہو جاتا ہے۔ (پھر) اس طرح کے کام اور روزہ اس پر مباح ہوتے ہیں۔ یہ (لوگ) اپنی عورت کے سینہ کو نہیں ڈھانپتے اور یہ محض کفر ہے۔ ان کو نہیں پہچانا جاسکتا، مگر ان کے اعمال سے۔

اے سالک! خبردار، ان کی صحبت کے راستے سے دُور رہ، تاکہ تو کفر کے گڑھے میں نہ گر پڑے۔

اولیاسیہ

مذہب اولیاسیہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ درجۂ ولایت پر پہنچتا ہے تو امر و نہی کا خطاب اس سے اٹھالیا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ولی نبی سے فاضل تر ہے۔ یہ (عقیدہ) بھی گمراہی اور کفر و ضلالت ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ.

تمراحیہ

تمراحیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب صحبت قدیم ہو جاتی ہے تو امر و نہی اس سے اٹھ جاتے ہیں اور وہ (صوفی) بانسری، دَف، ڈھول اور سماع کی آواز سے مسرّت پاتا ہے۔ وہ اپنی زبان کو مباح سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری زبان ریاحین ہے، جس طرح کہ پھول کا خوشبو دینا مباح ہے۔ یہ عبداللہ تمراحی کا قول ہے، (یہ لوگ) اسلحے کی مانند جہاں میں پھرتے ہیں اور ان کا خون بہانا شرع میں مباح ہے۔

اماحیہ

اماحیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری ولایت خود کو گناہوں سے باز رکھنے میں نہیں ہے، (لہٰذا) ہم دوسروں کو کس طرح (گناہوں سے) باز رکھیں۔ یہ لوگ نیک کام کے کرنے اور برائی سے روکنے (کے حکم) کو بجا نہیں لاتے۔ وہ کہتے ہیں کہ امر معروف اور نہی منکر کفر ہے۔ یہ بدترین مخلوق ہیں۔

حالیہ

حالیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رقص کرنا اور تالی بجانا حلال ہے۔ یہ لوگ سماع

کے دوران بیہوش ہوتے ہیں اور وجد میں آتے ہیں۔ یہ (کام) خلافِ سنت اور بدعت و ضلالت ہے۔

حلولیہ

حلولیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ محبوب، خوبصورت عورت اور بے ریش لڑکے کو دیکھنا حلال ہے۔ وہ اس حالت میں رقص کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہم تک پہنچی ہے اور ہمیں اس صفت کے ذریعے مقاصد حاصل ہو گئے ہیں۔ یہ بھی محض کفر ہے۔

حوریہ

حوریہ کا مذہب یہ ہے کہ بیہوشی کی حالت میں دماغ اور گمان کو حوروں کا وصال حاصل ہوتا ہے، (لہٰذا) جب یہ ہوش میں آتے ہیں تو غسل کرتے ہیں۔ یہ (مذہب) بھی باطل ہے۔

واقعیہ

واقعیہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حقیقی معرفت، معرفت سے نہیں پہچانی جا سکتی، اور بندہ اس کی پہچان کی صفت سے عاجز ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تو تجھے جانتا ہے اور بس تجھے نہیں جانتے۔ یہ (مذہب) بھی گمراہی ہے۔

متجاہلیہ

متجاہلیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ فاسقوں کا لباس پہنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے تن سے ریا دَفع کرنا (حاصل) ہے۔ یہ (مذہب) بھی گمراہی ہے۔

متکاسیہ

متکاسیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ کسب کو ترک کر دیتے ہیں اور لوگوں کی دولت کی جانب منہ کر لیتے ہیں، بھیک مانگ کر تن کی بندگی کرنے، پیٹ بھرنے اور مالوں کی زکوٰۃ دینے میں زندگی گزارتے ہیں۔ قرآن سیکھنے اور علم حاصل کرنے سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ بدعتیوں کی کتابوں کی پیروی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن راہ (طریقت) کا حجاب ہے۔ انہوں نے سب حکماء کے ابیات واشعار کو طریقت کا نام دے رکھا ہے اور اپنی زندگی کو ابیات واشعار کے سیکھنے میں صَرف کر دیتے ہیں۔ یہ (مذہب) بھی ضلالت ہے اور گمراہی ہے۔

مذہب برحق

لیکن مذہب برحق ان (لوگوں) کا ہے جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنت کی پیروی کرتے ہیں، یعنی (حضرت) محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سنتوں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے فرائض کو وقت پر ادا کرتے ہیں۔ شعروشاعری سے پرہیز کرتے ہیں اور شاہد بازی سے احتراز کرتے ہیں۔ لقمہ حرام سے پرہیز کرتے ہیں۔ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور کسی پر اپنا بوجھ نہیں ڈالتے۔ اگر کوئی انہیں پہچان لے تو وہ خلقت سے (دُور) بھاگتے ہیں۔ مسلمانوں پر رحم کھاتے ہیں اور اُن کے ساتھ مدارا کرتے ہیں، یعنی شفقت اور نرمی کرتے ہیں۔ ہر وقت حق (تعالیٰ) سے خوف کھاتے ہیں اور حق تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ غیبت نہیں کرتے۔ دنیا، آرائش اور دنیاوی آسائش پر بھروسہ نہیں کرتے اور اس میں دل نہیں لگاتے۔ نیک لوگوں، صالحین، تابعین اور صحابہ (کرامؓ) کی سیرت (اخلاق وکردار) پر چلتے ہیں۔ گذشتہ مشائخ کا انکار نہیں کرتے اور اہلِ بدعت کی متابعت نہیں کرتے۔ یہ گروہ برحق اہلِ سنت وجماعت (کے لوگ) ہیں۔ خبردار! ان کی دوستی کو دل سے باہر مت نکالو، کیونکہ ان کی دوستی حق تعالیٰ اور رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رضا ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ.
(سورۃ الحجرات:۳)

یعنی: یہ لوگ وہ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خاص کر دیا ہے، ان لوگوں کے لیے مغفرت اور اَجر عظیم ہے۔

جب تو اِس جماعت کے حال سے آگاہ ہوگیا ہے تو پھر اِن کی پیروی میں رہ اور اِن کے ساتھ صحبت رکھ:

ز دانائی دمے ارزد جہانے
نیرزد صد سر نادان بنانے
ببر از صحبت نادان کہ دانش
کند تاثیر در تو از زبانش

ز دانان بر در آن دانش پذیرند
چو شمعے کان ز شمعے بار گیرند
در آن کن جہد تا دانش پذیری
کہ نادان خیزی و نادان بمیری

یعنی: لمحہ بھر کی دانائی ایک جہان کی قیمت رکھتی ہے، سو نادانوں کے سر کی قیمت ایک روٹی کی قیمت کے برابر نہیں۔

- نادان کی صحبت سے الگ ہو جا، کیونکہ اس کی زبان سے تیری دانش متاثر ہو جائے گی۔
- داناؤں کے دروازے پر یوں دانش سیکھی جاتی ہے، جیسے ایک شمع سے دوسری شمع روشن کی جاتی ہے۔
- تو (بھی) کوشاں رہ تا کہ دانش پائے، ورنہ ناداں اُٹھے گا اور ناداں ہی مرے گا۔

گیارہ گروہ جو اہلِ بدعت و ضلالت ہیں، تو اُن سے پرہیز کر اور اُن کے ساتھ صحبت نہ رکھ، تا کہ آخرت میں ناکام نہ ہو جائے:

چو خوش گفت آن خرد مندِ سخندان
کہ رو از صحبت نادان بگردان
درخت نفس نادان بر نیارد
حضور صحبتش درد سر آرد
کسے چون عمر با نادان بسر برد
شود نادان و نادان خواہد او مرد

یعنی: اس دانا حکیم نے کتنی خوبصورت بات کہی ہے کہ تو نادان (آدمی) کی صحبت سے منہ موڑ لے۔

- درخت جنس ناداں آدمی پر پھل نہیں لگتا، اس کی صحبت کی حاضری دردسر ہوتی ہے۔

کوئی آدمی جب ناداں کے ساتھ زندگی گزارے تو وہ ناداں (ہی) بن جائے گا اور نادان (ہی) وہ مرے گا۔

ان (گمراہ گروہوں) کی اہانت میں پوری طرح کوشش کرو، تا کہ تم صاحب شریعت (حضرت) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کو پا سکو کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد

فرمایا ہے:

مَنْ اَهَانَ صَاحِبَ الْبِدْعَةِ اٰمَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ وَاللّٰهِ وَاِيَّاكُمْ.

(اتحاف،۶:۱۹۶؛۱۰:۲۶۴)

یعنی: جس نے بدعتی کی توہین کی، اللہ تعالیٰ اسے بڑی مصیبت سے محفوظ رکھے گا اور تم اللہ کی نافرمانی سے بچو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

نماز کا خشوع وخضوع اور توبہ

حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اے دوستو! ہمیشہ اس انتظار میں رہو کہ نماز کا وقت کب ہوتا ہے؟ تاکہ تم نماز کی ادائیگی میں مشغول ہو جاؤ۔ اور اے دوستو! وضو کو نماز کے وقت سے پہلے بناؤ، کیونکہ اگر تم نماز کے وقت میں وضو بناؤ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ نماز کے وقت میں کوئی نقصان ہو جائے۔ نماز کو خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ نماز ادا کرتے وقت کسی (دوسرے) کام میں ہرگز مشغول نہ ہو۔ جیسا کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

عَجِّلُوْا بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْفَوْتِ وَعَجِّلُوْا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ. (المنہج القوی، جلد ۲:۵۲۶، بحوالہ احادیث مثنوی، ص۶۴)

یعنی: نماز کے لیے جلدی کرو اس کے فوت ہونے سے پہلے، اور توبہ میں جلدی کرو موت سے پہلے۔

ہمیشہ توبہ میں مشغول رہو، جیسا کہ حضرت رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ.

(مشکاۃ المصابیح، جلد۲: ۲۳۰ـ۷؛ نیز سنن ابن ماجہ)

یعنی: توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

پھر جان لو کہ مردوہ ہے جو اپنی طاقت کو فاقہ وبھوک سے مٹاتا ہے اور خوابِ غفلت سے خود کو دُور رکھتا ہے، تاکہ بیدار رہے۔ جو بات بغیر ضرورت کے ہو، جہاں تک ہو سکے اُس سے بچے

اور خبردار (ایسی بات) نہ کرے۔ تمام اوقات میں خود کو نماز و روزہ سے آراستہ رکھے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

خود را بہ نماز و روزہ بگداختہ گیر
سجادہ بروئے آب اندوختہ گیر
چون حجرۂ باطنت صفائے بگرفت
برنقش و نگار آب ساختہ گیر

یعنی: خود کو نماز و روزہ میں پگھلائے رکھ، مصلاّ کو پانی کے اوپر بچھائے رکھ۔
❁ جب تیرے باطن کا حجرہ پاکیزہ ہو جائے تو پھر پانی پر نقش و نگار بنائے رکھ۔

حضور اور خواب و بیداری

حضرت امیر (حمزہؒ) بار بار فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم حاضر ہو تو سو رہو، اور اگر سوئے ہو تو اہلِ حسرت و مصیبت کے ساتھ مشغول رہو، کیونکہ (اہل) مصیبت کے لیے نیند نہیں۔ حاضرین کا حسرت میں قدم رکھنا بے ادبی ہے۔ لیکن اہل مجاہدہ کے لیے بھی نیند نہیں ہوتی:

خواب بیداریست چون با دانش است
وائے بیداری کہ با نادانش است

یعنی: نیند بیداری ہے جب علم کے ساتھ ہو، اور افسوس اُس بیداری پر جو جہالت کے ساتھ ہو۔

حقارت

جہاں تک ہو سکے کسی مخلوق کو حقارت کی آنکھ سے مت دیکھو، شاید کہ اسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں تم سے زیادہ قربت کا مقام حاصل ہو:

گر آفتاب ملکی و گر سایۂ الہ
در ہیچ کس بہ چشم حقارت مکن نگاہ
خواہی کہ چشم اہل دلے بر تو اوفتد
افتادہ باش در رہ غربت چو خاک راہ

یعنی: خواہ تو جہاں کا سورج ہے اور خواہ ظل الٰہی (پھر بھی) کسی آدمی کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ۔

❁ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ کسی صاحبِ دل کی تجھ پر نگاہ ہو جائے تو پھر غربت (عاجزی) کے راستے میں خاک کی طرح گرا پڑا رہ۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں پنہاں رکھا ہے، اس نے اپنے غضب کو گناہ میں چھپایا ہے، اپنی رضا کو اطاعت میں پوشیدہ رکھا ہے اور اپنی قدرت کو عاجزی میں پنہاں کیا ہے، تاکہ (لوگ) ایک دوسرے سے محبت کریں۔ اس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی آواز ہو۔ تم جان لو کہ یہ کام طریقت میں ایک اصل و بزرگی رکھتا ہے اور اس میں (طالبین) کو بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

حبِ دنیا واہلِ دنیا

کسی آدمی کی دنیا کے لیے تعظیم نہ کریں، تاکہ تمہارا دین دنیا کی نظر نہ ہو جائے، کیونکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک غیر معتبر ہے اور دنیا کی دوستی حقیر (چیز) ہے، بلکہ حقیر تر ہے۔ اپنے دین کو دنیا پر قربان مت کرو، کیونکہ اس آدمی سے زیادہ جاہل کوئی نہیں جو اپنے دین کو دوسروں کی دنیا کے لیے بیچ ڈالے۔ وہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم رہتا ہے اور اسی طرح کا بندہ دونوں جہانوں میں رسوا ہوتا ہے۔

جو کوئی خلقت کی رضا طلب کرے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دے، یہ اس طرح ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے غضب کو اختیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خلقت کو اُس سے ناراض کر دیتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خلقت کی ناراضگی سے نہیں ڈرتا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوتا ہے اور خلقت کو بھی اس سے راضی بنا ڈالتا ہے۔ اگر کوئی آدمی تم سے دشمنی کرے تو اس کے ساتھ مشغول نہ ہو، کیونکہ دشمنی کبھی ختم نہیں ہوتی، اور ہو سکتا ہے کہ تمہارا دین دشمنی کی وجہ سے ضائع ہو جائے۔ لوگوں کی دوستی پر بھی مغرور مت بنو کہ ان کی اس دوستی کو پائیداری حاصل نہیں۔ لوگوں کے لالچ اور لذت کو چھوڑ دو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمایا ہے، اس پر قناعت کرو۔ کیونکہ لالچی ہمیشہ غمگین رہتا ہے اور قناعت کرنے والا خوشحال رہتا ہے:

مرا بعز قناعت خدائے کرد عزیز
ازان بہ خصم وطمع دامن دلم پاک است

یعنی: مجھے اللہ تعالیٰ نے عزتِ قناعت کے ذریعے عزیز بنایا ہے، اس وجہ سے میرے دل کا دامن دشمنی اور لالچ سے پاک ہے۔

لالچ ایک بے مغز شے ہے، پس میں نے خلقت کو چھوڑ دیا ہے، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ طمع کے تینوں الفاظ کا درمیان کھوکھلا (بے مغز) ہے۔

غیبت وریا

جب تم غیبت میں مشغول ہو گے تو (یہ) اطاعت میں تکبر پیدا کرے گی۔ نماز کو یوں ادا کرو کہ خلوت وجلوت میں اس کا اہتمام کرو، یعنی لوگوں کے سامنے یوں مت پڑھو کہ ان کی نظر میں خود کو نیک بناؤ:

طاعت از بہر ریا شرک خفی است
یا خدا را باش یا عقبیٰ طلب

یعنی: دکھاوے کے لیے عبادت کرنا شرک خفی ہے، یا تو خدا کا ہو جا، یا (پھر) جنت کو طلب کر۔

لالچ ومدد اور عذر خواہی ومنافق

تجھے چاہیے کہ لوگوں اور اُن کے مرتبہ کا لالچ مت رکھ اور اُن کی مدد کا خیال چھوڑ دے، کیونکہ ایسا آدمی لوگوں کے سامنے رسوا ہو جاتا ہے۔ جو کوئی لوگوں کے لالچ سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، وہ دونوں جہانوں میں عزیز اور مکرم اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزیز بن جاتا ہے۔ جب کوئی تمہاری مدد نہ کرے تو (اللہ تعالیٰ کا) شکر کرو، مدد اللہ سے طلب کرو۔ اگر کوئی کوتاہی کرے تو شکایت مت کرو اور اس کی عذر خواہی خود سے کرو۔ ہمیشہ عذر خواہ بنو اور کسی کی عیب جوئی مت کرو۔ منافقوں کو جب نصیحت کے قابل نہ سمجھو تو انہیں نصیحت مت کرو، کیونکہ اگر (اس حالت میں) منافق کو ملامت کرو گے تو وہ نہیں سنے گا اور تمہارا دشمن بن جائے گا:

کسی را کہ بینی ز حق برگران
منہ باوے اے خواجہ حق درمیان

چو در وے نگیرد عدو داندت

برنجد بجان و برنجاندت

نگین خصلتے دار اے نیک بخت

کہ در موم گیرد نہ در سنگ سخت

یعنی: جس آدمی کو تو دیکھے کہ حق اس پر گراں ہے، اے خواجہ! اس کے سامنے حق مت پیش کر۔

- جب اس کا دل دشمنی سے پاک نہ ہو تو اس کا دل دکھی ہوتا ہے، (لہٰذا) وہ تجھے بھی دکھ دے گا۔
- اے نیک بخت! تو نگینہ کی صفت اپنا کہ وہ موم میں جگہ پکڑتا ہے، نہ کہ سخت پتھر میں۔

اندازِ نصیحت

اگر کوئی غلط بات کرے تو مجلس میں اسے کچھ مت کہو۔ ہاں جب تنہائی میں ہو اور اگر سمجھو کہ قابلِ نصیحت ہے تو پھر کہو۔ اگر وہ بات گناہ سے متعلق ہو تو پھر بھی نرمی کے ساتھ کہو:

گر نصیحت کنی بہ خلوت کن

کہ جز این شیوۂ نصیحت نیست

ہر نصیحت کہ برملا باشد

آن نصیحت بجز فضیحت نیست

یعنی: اگر تو نصیحت کرنا چاہتا ہے تو تنہائی میں کر، کیونکہ اس کے علاوہ نصیحت کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

- جو نصیحت برملا کی جائے، وہ نصیحت رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

عفوودرگذر اور دوسروں کا احترام

اگر لوگوں سے تمہیں کوئی دُکھ پہنچے تو تم معاف کر دو اور اس کے علاوہ کوشش کرو۔ اگر کوئی تمہارا احترام نہ کرے تو خبردار! تم اپنے دل میں یہ خیال مت کرو کہ فلاں آدمی نے میری تعظیم نہیں کی۔ خبردار! خود کو اس طرح کی باتوں سے محفوظ رکھو۔ اگر کوئی تمہارا احترام کرے اور تمہیں نیک

کہے تو تم اس کو خاطر میں مت لاؤ اور خود کو مغرور مت بناؤ کہ میں محترم آدمی ہوں، یا اس طرح کا دل رکھتا ہوں:

عیب است بزرگ برکشیدن خود را
و ز جملہ خلق برگزیدن خود را
از مردمکِ دیدہ بباید آموخت
دیدن ہمہ کس را و نہ دیدن خود را

یعنی: خود کو بزرگ بنانا عیب ہے اور خود کو سب خلقت سے ممتاز سمجھنا۔

❁ آنکھ کی پُتلی سے سیکھنا چاہیے، ہر کسی کو دیکھنا اور خود کو نہ دیکھنا۔

مدح و مذمت اور بیماری

خبردار! لوگوں کی ستائش اور مذمت میں خود کو ایک جیسا رکھو، تاکہ ہلاکتوں کے گڑھے میں نہ گر پڑو۔ اگر تمہیں کوئی دُکھ پہنچے یا بیمار ہو جاؤ تو خبردار! اللہ تعالیٰ سے راضی رہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ تم جتنے بھی بیمار ہو اور اُٹھ نہ سکو، پھر بھی نماز کو قضا نہ کرو۔ اگر نعوذ باللہ قضا ہو جائے تو جلدی کر کے اُس کی ادائیگی میں مشغول ہو جا اور سمجھ لے کہ وہ بیماری تیرے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی، کیونکہ جو مصیبت بھی بندہ پر نازل ہوتی ہے، اگر تو اُس پر صبر کرے اور توبہ کرے تو وہ سب (گناہوں) کو مٹا ڈالتی ہے۔

شرع و باطل

اگر تم لوگوں کے درمیان ہو تو وہ جو کچھ شریعت کے مطابق کہیں، وہ سنو اور اگر باطل کہیں تو مت سنو۔

خیر و بد

اگر لوگوں کی طرف سے کوئی بھلائی تمہیں پہنچے تو اس پر خوش نہ ہو، اور اگر وہ تمہارے ساتھ بدزبانی کریں تو اپنی زبان کو بند رکھو۔

انصاف

انصاف کرو اور انصاف مت طلبو۔

میانہ روی

ایک روز مولانا عارف دیگ گرانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب لوگوں کے ساتھ کشادہ روئی سے پیش آؤ اور (ان کا) لحاظ رکھو۔ پرہیزگار بنو اور اپنی زبان کو لوگوں سے محفوظ رکھو۔ تکبر مت کرو اور عاجز بنو، (مگر) اتنے نہیں کہ خوار ہو جاؤ۔ تمام کاموں میں میانہ رو رہو، کیونکہ حضرت رسالت (مآب) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا. (احیاء علوم الدین، ۳:۴۲؛ جامع الصغیر، ۱:۴۶)

یعنی: کاموں میں بہترین (کام) میانہ روی ہے۔

نیچے دیکھیں اور ہر طرف مت دیکھیں۔ جہاں لوگ زیادہ ہوں، ان کے ساتھ مت ٹھہرو۔

اگر ضرورت کے ساتھ بولنا پڑے تو آہستہ بولو، جیسا کہ کہا گیا ہے:

ناتوانی ہر کجا باشی زبان خاموش دار
زان سخن سودے نباشد کمتر آن را گوش دار
وانچہ گوئی گوش کن دیوار خانہ نشنود
زانکہ مر دیوار ہا را گوش باشد ہوش دار

یعنی: جتنا کر سکے تو جہاں بھی ہو، زبان کو خاموش رکھ، جس بات سے کوئی نفع نہ ہو اُس کو تو بہت کم سن۔

۞ جو کچھ تو کہتا ہے، یاد رکھ کہ گو گھر کی دیوار نہیں سنتی، کیونکہ دیواروں کے کان ہوتے ہیں، (لہٰذا تو) ہوش رکھ۔

اگر کوئی آدمی تمہارے ساتھ بات کرے تو اچھی طرح سنو اور اُسے مت بھلاؤ۔ جس بات پر لوگوں کو ہنسی آئے، خبردار! وہ نہ کرو۔ خود آرائی سے بچو۔ اگر ضرورت ہو تو لوگوں سے چیز مانگو، اس میں مبالغہ نہ کرو۔ کسی چیز کو ظلم اور گناہ پر دلیل مت بناؤ۔ اپنے گھر میں خوش اخلاق رہو۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ سختی کرے تو اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور بات کو سوچ کر کرو۔ اگر اہلِ حرمت میں

سے کوئی تمہیں قریب بلائے تو مغرور مت بنو۔ دنیا اور اہلِ دنیا سے گریزاں رہو۔ دنیا کو خود سے اور خود پر عزیز مت بناؤ۔

علم و جہالت

جہاں تک ہو سکے باعمل علماء کی صحبت اختیار کرو اور علم کی طلب سے ایک قدم (بھی) دور نہ ہو، کیونکہ عمل کے بغیر علم شیطان کا رومال ہے۔ اگرچہ علم کم ہو اور اُس پر عمل کریں تو وہ زیادہ ہوتا ہے۔ (حضرت) امیر (حمزہؒ) نے فرمایا ہے کہ جاہل ایک مزدور کی مانند ہے جو دن بھر کام کرتا ہے اور دن کے آخر میں اسے مزدوری دیتے ہیں۔ پس جان لو کہ علم و معرفت جتنا بڑھتا ہے، دکھ اتنا ہی کمتر اور ثواب زیادہ ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ سب کاموں کی اصل علم ہے اور بے عمل کسی مقام پر نہیں پہنچتا:

گر نیست سیم و زر چو ہنر ہست گو مباش

بر خوان فضل زہر خوری بہ بود بسے

یعنی: اگر مال و زر نہیں اور تیرے پاس ہنر ہے تو کوئی بات نہیں۔ فضل کے دسترخوان پر اگر تو زہر کھائے تو بھی تیرا زیادہ فائدہ ہوگا۔

آخرت کی کھیتی

جان لے کہ سب کاموں کی اصل پرہیزگاری ہے اور یقین کر کہ ایمان سے بہتر کوئی نعمت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے بہتر کوئی کام نہیں اور موت سے بہتر کوئی عبرت نہیں ہے۔ جان لے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، (لہٰذا) دنیا میں آخرت کے لیے عمل کرو تاکہ فلاح پاؤ، جیسا کہ حضرت رسالت (مآب) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنْیَا مَزْرِعَةُ الْاٰخِرَةِ. (احیاء علوم الدین، ۴:۱۴؛ کنوز الحقائق، ۶۴)

یعنی: دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

کنونت کہ دستے است تخمے فگن

دگر کے بر آری تو دست از کفن

نتابد دگر ماہ و پروین و زور

که سر بر نه داری ز بالین گور

یعنی: اب جب تیرے ہاتھ ہیں تو کوئی بیج بوتا رہ، کل تو کفن سے باہر ہاتھ کیسے نکالے گا؟

❁ پھر چاند، ستارے اور سورج نہیں چمکیں گے، کیونکہ تو موت کے سرہانے سے سر نہیں اٹھا سکے گا۔

بُری صفات

تجھے چاہیے کہ تو خود کو بڑائی، ریا، تکبر، حسد، غیبت، بخل، کینہ، دشمنی اور نفاق سے محفوظ رکھے، کیونکہ یہ انسان میں برائی کی علامت ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا (ہم ان سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں):

ریا و عجب کوہِ آتشین است

نمی دانی که کوهِ دوزخ این است

یعنی: ریا اور تکبر آگ کا پہاڑ ہیں، تو نہیں جانتا کہ دوزخ کا پہاڑ یہ ہیں۔

علم و جاہ طلبی

علم کو مرتبہ اور لوگوں کے لیے نہ سیکھیں، کیونکہ حضرت رسول (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (ارشاد) فرمایا ہے:

مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِغَرَضِ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ رِيحَ الْجَنَّةَ. صَدَقَ رَسُوْلَ اللّٰه.

(سنن ابن ماجہ، نمبر ۲۲۴؛ جامع الصغیر، جلد ۲: ۵۳)

یعنی: "جو دنیا کی غرض کے لیے علم سیکھے، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔" رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سچ فرمایا ہے۔

چاہیے کہ علم کو اِس لیے حاصل کرو تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت کو جان سکو۔ عبادت کرنے میں عالم بنو، جاہل نہ رہو۔ جیسا کہ نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (ارشاد) فرمایا ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ. صَدَقَ رَسُوْلَ اللّٰه.

(جامع الصغیر، جلد ۲: ۵۳)

یعنی: ''علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و مسلمان عورت پر فرض ہے۔'' اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے سچ فرمایا ہے۔

پاکیزگی دل و ترکِ دنیا

چاہیے کہ ہمیشہ دل کی پاکیزگی میں مشغول رہو۔ جب تک اپنے باطن کو گندگیوں سے پاک نہ کرو گے، اُس وقت تک مقصودِ حقیقی کو نہیں پاؤ گے۔ جان لو کہ تمام نیکیوں کی اصل دنیا کا ترک کرنا ہے اور تمام برائیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے:

دنیا مطلب کہ این و آنت یابد
دنیا طلب نہ این و آنت یابد

یعنی: دنیا مت طلب کر کہ یہ اور وہ مل جائے، دنیا طلب کرنے سے یہ اور وہ نہیں مل جاتا۔

عبرت کا گھر

اس طرح حضرت رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دنیا کو آخرت کی کھیتی فرمایا ہے۔ لہٰذا تجھے چاہیے کہ دنیا میں آخرت کا کام کر اور دنیا اور اُس کی نعمتوں سے دل نہ لگا۔ دنیا آرام کی جگہ نہیں، بلکہ عبرت کی جگہ ہے۔ حضرت رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسی طرح (ارشاد) فرمایا ہے:

اَلدُّنْیَا دَارُ الْعِبْرَۃِ وَ لَا لِلْعَمَارَۃِ.

یعنی: دنیا عبرت کا گھر ہے اور (یہ) رہنے کی جگہ نہیں ہے۔

دنیا چو رباط و ما در مہمانیم
تا ظن نہ بری کہ ما دروی مانیم
در ہر دو جہان یکے خدا ماند و بس
باقی ہمہ کُلٌّ مَنْ عَلَیْهَا[1] فانیم

یعنی: دنیا مسافر خانہ کی مانند ہے اور ہم اس کے مہمان ہیں، تا کہ تو (یہ) گمان نہ کرے کہ ہم اس

۱۔ اشارہ بہ آیت ۲۶، سورۃ الرحمٰن

میں رہیں گے۔

- دونوں جہاں میں صرف خدا ہی رہ جائے گا، باقی ہم وہ ہیں جو سب فنا ہو جائیں گے۔

تجھے چاہیے کہ حاجت کے مطابق قناعت کر اور باقی کو چھوڑ دے، اسی قدر جس سے تمہیں بندگی میں طاعت مل سکے، کیونکہ حضرت نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:

لَا بُدَّ مِنَ الْمَوْتِ كَمَا لَا بُدَّ مِنَ الْقُوْتِ.

یعنی: موت سے چارہ نہیں، جس طرح کھانے سے چارہ نہیں ہے۔

اگر اِس سے زیادہ دنیا اور اس کی نعمتوں میں مشغول ہوگا تو خود کو ہلاکت میں ڈالے گا۔

صحبت نیک و بد

تمہیں چاہیے کہ تم کم کھاؤ اور کم سوؤ، کیونکہ موت گھات لگائے بیٹھی ہے، معلوم نہیں کہ کب آ جائے؟ خبردار! اس سے غافل مت ہو۔ تمہیں چاہیے کہ حرام سے دُور رہو اور حرام کھانے والوں کے ساتھ مت بیٹھو، کیونکہ دنیاداروں کی صحبت دل کو سیاہ کر دیتی ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند
پسر نوحؑ با بدان بہ نشست
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند
پےٴ نیکان گرفت و مردم شد

با بدان کم نشین کہ صحبتِ بد
ہمہ پاکی ترا پلید کند
آفتابی بدین بزرگی را
ذرہٴ ابر نا پدید کند

یعنی: نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی، (اور) بُرے کی صحبت سے تو بُرا بن جائے گا۔

۞ (حضرت) نوح (علیہ السّلام) کا بیٹا بُروں کے ساتھ بیٹھا تو اپنے خاندان نبوت کو گم کر بیٹھا۔

۞ اصحاب کہف کا کتا چند روز نیکوں کے پیچھے چلا تو آدمی ہو گیا۔

۞ بُروں کے ساتھ کم بیٹھ کہ برے کی صحبت تیری ساری پاکیزگی کو ناپاک کر دے گی۔

۞ ایک سورج کو اتنا بڑا ہونے کے باوجود، ذرا سا بادل چھپا ڈالتا ہے۔

وبال حرام

کہا گیا ہے کہ جس کسی نے لقمۂ حرام کھایا، چالیس روز تک اس کی عبادت پردے میں رہتی ہے۔ جس خرقہ میں ایک دھاگہ حرام کا ہو، اُس کی عبادات قبول نہیں ہوتیں، جب تک کہ وہ دھاگہ اس کے خرقہ رہے۔ جب تک تم لقمہ اور خرقہ کو پاک نہ بناؤ، اس وقت تک تمہاری نماز، روزہ اور جہاد قبول نہیں ہوگا۔

صحبتِ مخالفِ مسلک

جو آدمی شریعت کے راستے میں تمہارا محرم نہیں، اس کے ساتھ مت بیٹھو:

با بد منشین و باش بیگانۂ او

در دام افتی اگر خوری دانۂ او

تیر از پۓ راستی کمان را کج دید

بنگر کہ چگونہ جست از خانۂ او

یعنی: برے کے ساتھ مت بیٹھو اور اس سے اجنبی بنا رہ کہ اگر تو اس کا دانہ کھائے گا تو جال میں گر پڑے گا۔

۞ تیر نے سیدھا ہونے کی وجہ سے کمان کو ٹیڑھا پایا، تو دیکھ لے کہ وہ اپنے گھر سے کتنا دور جا گرا۔

فصل پنجم

حضرت خواجہ امیر حمزہؒ کا وصال مبارک

جب آپ (حضرت خواجہ امیر حمزہؒ) یہ وصیتیں فرما چکے تو پھر خلوت گاہ میں آ گئے اور تین رات دن سر مراقبہ میں نیچے رکھا۔ جب سر (مبارک) اٹھایا تو فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، (سورۃ الفاتحہ:۱)۔ جیسا کہ ہمارے والد بزرگوار کو خوشخبری پہنچی تھی، ہمیں بھی اسی طرح کی بشارت ملی ہے۔ جس طرح کہ انہوں نے بیٹوں کو ہر آدمی کے سپرد فرمایا تھا، اسی طرح انہوں (امیر حمزہؒ) نے اس فقیر کو مولانا سیّد حسام الدین شاشی کے حوالے کیا۔

جب آپ یہ کلام بیان فرما چکے تو اُسی روز حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت کے جوار میں خراماں ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ. (سورۃ البقرہ:۱۵۶)۔ یہ یکم شوال ۸۰۰ھ (۱۷/جون ۱۳۹۸ء) کا دن تھا۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرمائے)۔

حضرت امیر کلالؒ کو اپنا نائب بنانا

حضرت امیر (حمزہؒ) نے (حضرت) امیر برہانؒ کے صاحبزادے حضرت امیر کلالؒ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی، جو حضرت امیر برہانؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے اور ان کے بعد آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اگر ہم ان کے کمال حال (کی تحریر) میں مشغول ہوں تو (کتاب) طولانی ہو جائے گی۔ حضرت امیر برہانؒ کے دو بیٹے تھے۔ پہلے آپ نے (ان کے) چھوٹے بیٹے کو نیابت کا اشارہ کیا، لیکن انہوں نے قبول نہ کیا، کیونکہ وہ زہد میں یوں مصروف تھے جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ یہاں تک کہ وہ کبھی کسی آدمی کو نہیں دیکھتے تھے اور خصوصاً اپنی کمزوریوں کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ ہر وقت لوگوں کی نظروں سے پردے میں رہتے تھے اور خلقت کے ساتھ اُنس نہیں رکھتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے امیر کلالؒ کو (اپنا) نائب بنایا اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کی خدمت میں مصروف ہو گئے تھے۔

وصل اوّل

حضرت خاتون کلانؒ دختر حضرت امیر حمزہؒ

حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی دختری اولاد (زندہ) رہ گئی تھی اور آپ نے ان کا نام (حضرت) خاتون کلانؒ رکھا تھا، جو اِس کتاب کے مصنف مولانا شہاب الدینؒ کی والدہ (ماجدہؒ) تھیں۔ ان خاتون کلانؒ کے حق میں حضرت امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے آخرت ان کو دے دی ہے اور دنیا اپنے دوسرے فرزندوں کو۔ آپ نے ان (خاتون کلان) کے آخرت کے محل (مرتبہ) کے بارے میں فرمایا کہ جو آدمی ہمیں پانا چاہے، اسے خاتون کلان کی خدمت کرنی چاہیے۔ اگرچہ ہم سب لوگ نرینہ اولاد پر فخر کرتے ہیں، لیکن ان (خاتون کلان) کا مقام یونہی (بلند) ہے۔ ہر وقت کلام اللہ (قرآن مجید) کی تلاوت میں مشغول رہتی تھیں۔ جب گھر آتیں تو مشغول ہو جاتیں اور وہ گھریاں روشن ہو جاتا کہ اُسے چراغ کی ضرورت نہ رہتی۔ جب سوت کاتتیں تو دھاگہ بٹ جاتا اور سوت سے رسّی بُن جاتی۔ جب شام کو نماز کے لیے اٹھتیں تو اُن کا چرخہ خود بخود گھومتا رہتا۔ جب دن ہوتا تو اُن کے باغات خود بخود سیراب ہوتے اور پرورش پاتے تھے۔ ان کے حال سے تمام محرم لوگ آگاہ تھے۔ اگر ہم ان کے واقعات کا ذکر کریں تو اس چیز کو آداب (کے مطابق) نہیں سمجھتے، کیونکہ خواتین پردے کے لائق ہیں اور ان کے حالات بھی جتنے پوشیدہ رہیں وہ بہتر ہیں۔ لیکن ان کے حالات سے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔

وصل دوّم

حضرت خواجہ محمد پارساؒ کے وصال کا اشارہ کرنا

جیسا کہ مذکور ہوا ہے، ان کے واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ (حضرت) خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے جانے لگے تو پہلے حضرت سیّد امیر (کلال) رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوئے، اور حضرت امیر کلالؒ سے پوچھا اور اُن سے اجازت حاصل کی۔ جب حضرت امیر کلالؒ کے پاس سے روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ (محمد پارساؒ) نے فرمایا کہ ہمیں پہلے (حضرت) سیّد امیر حمزہؒ کے گھر جانا چاہیے تھا اور اُن کی (گرامی قدر) صاحبزادی (صاحبہ) سے اجازت طلب کرنی چاہیے تھی، کیونکہ حضرت سیّد امیر حمزہؒ ان کے بارے میں بڑی (بلند) نگاہ رکھتے تھے، اور حضرت امیر حمزہؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگرچہ لوگ اپنے بیٹوں پر فخر کرتے ہیں، (لیکن) ہم اپنی اس بیٹی پر فخر کرتے ہیں۔ ہم اب جائیں اور اسی وقت ان سے اجازت حاصل کریں۔ جب وہ حضرت امیر حمزہؒ کے گھر میں پہنچے اور حضرت امیر حمزہؒ کے جماعت خانہ میں گئے تو (حضرت خاتون کلالؒ نے اپنے خادم کو) خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد (حضرت) خواجہ محمد پارساؒ نے ان کے خادم سے فرمایا: ''جائیں ان صالحہ سے مشورہ کر کے ہمارے لیے اجازت حاصل کریں۔'' وہ خادم گیا اور یہ بات ان کی خدمت میں عرض کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک تھال لایا جائے۔ پھر انہوں نے اس میں روئی بھری اور (یہ) خادم کو دیتے ہوئے فرمایا کہ خواجہ (محمد پارساؒ) کو کہیں کہ روئی کو اپنے ساتھ لے جائیں کہ وہاں کم (ہوتی) ہے۔ جب خادم باہر آیا اور اُس نے روئی کے تھال کو خواجہ (محمد پارساؒ) کے سامنے رکھا تو اُن کے ساتھ جو جماعت تھی، اس کے ہر آدمی کے دل میں خیال گزرا کہ روئی خواجہ محمد پارساؒ کے لیے کہاں مناسب ہے؟ (حضرت) خواجہ (محمد پارساؒ) روئی کا یہ تھال دیکھتے ہی مراقبہ میں چلے گئے۔ بعد ازاں سر اوپر اٹھایا اور فرمایا: ''اے دوستو! ہمیں اس کے ذریعے ایک چیز کی خبر دی گئی ہے اور ہم اپنے حال سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ اب اس روئی کو ایک جگہ مضبوط باندھ لو اور اپنے ساتھ رکھو کہ اسے (ساتھ) لے

جائیں گے۔"

جب خواجہ (محمد پارساؒ) خانہ کعبہ میں پہنچے اور طواف کیا۔ طواف کے بعد قافلہ کا سالار آیا اور اس نے (حضرت) خواجہ (محمد پارساؒ) سے عرض کیا کہ اے مخدوم! اب اجازت ہے کہ کل ہم روانہ ہو جائیں۔ (حضرت) خواجہ (محمد پارساؒ) نے فرمایا کہ تین روز اور صبر کرنا چاہیے۔ جب قافلہ رکا رہا اور ایک دن گزر گیا تو (حضرت) خواجہ (محمد پارساؒ) نے فرمایا کہ روئی کو لے آؤ۔ پھر اسے ہاتھ سے تہہ کیا اور اپنی تمام چیزیں جو درکار تھیں، ان کو آمادہ کیا۔ جب تیسرا دن آیا تو (حضرت) خواجہ (محمد پارساؒ) حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت کی طرف خراماں ہو گئے (یعنی انتقال فرمایا)۔

بارہا (حضرت) سیّد امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے جو کچھ ہمیں عنایت فرمایا تھا، ہم نے یہ اپنی اس بیٹی کے حوالے کر دیا ہے۔ اگر ہم ان کے تمام اوصاف کا ذکر کریں تو یہ طوالانی ہو جائے گا۔ ہم نے اس ادب کے تقاضے پر مختصر کیا ہے، کیونکہ اس جماعت کے حالات جتنے پوشیدہ رہیں، بہتر ہیں۔

وصل سوم

(حضرت) مولانا شہاب الدینؒ

ان (حضرت خاتون کلاںؒ) کے ایک صاحبزادے ''شہاب الدّینؒ'' نام کے ہیں۔ جب یہ بڑے ہوئے تو انہوں نے (ان کو) مولانا حسام الدین (شاشیؒ) کے حوالے کیا، کیونکہ مولانا شہاب الدّینؒ کو بچپن ہی میں حضرت سیّد امیر حمزہؒ نے مولانا حسام الدینؒ کے سپرد کیا تھا۔ حضرت امیر حمزہؒ کے اسی ارشاد کے مطابق والدہ ماجدہ نے بھی ان کو دوبارہ مولانا حسام الدین (شاشیؒ) کے حوالے کیا۔ (حضرت) مولانا شہاب الدینؒ تین برس حضرت مولانا (حسام الدین شاشیؒ) کی خدمت میں رہے۔ اس عرصے میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے انہیں یوں علم نصیب فرمایا کہ حضرت مولانا حسام الدین (شاشیؒ) نے فرمایا کہ اگر اس کے بعد ہمیں سبق پڑھاؤ تو یہاں رہو، ورنہ نہیں، (اب) ہم میں ہمت نہیں رہی کہ تمہیں مزید سبق دیں۔ پھر (حضرت) مولانا (حسام الدین شاشیؒ) نے فرمایا کہ تمہیں اپنے گھر کس لیے جانا چاہیے؟ (پس) تمہیں اسی جگہ رہنا چاہیے کہ تمہاری خیریت اسی میں ہے! اس کے بعد (مولانا شہاب الدینؒ) حضرت مولانا (حسام الدینؒ) کے ارشاد پر سوخار آ گئے اور خلقت کو (وعظ و) نصیحت کرنے میں مشغول ہو گئے۔ جمعہ کے دنوں میں (بھی) اسی موضع میں نماز ادا کرتے تھے اور ہمیشہ لوگوں کو مکرر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر پر بیٹھتے تو جو باتیں مکرر فرماتے تھے، وہ (پھر کبھی) بیان نہیں ہوتی تھیں۔ ان کے شاگرد اور محرم لوگ کہتے تھے کہ اے مخدوم! جو باتیں آپ نے مکرر وعظ فرمائی ہیں، ان میں سے کوئی بیان نہیں کر رہے؟ اس پر وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم منبر پر بیٹھتے ہیں تو ایسی باتیں خیال میں آتی ہیں کہ مجھے خود پر کوئی اختیار نہیں رہتا۔

وہ ہمیشہ علم اور علماء میں اوقات کو صرف فرماتے تھے، یہاں تک کہ ایک روز خلقت کو وعظ فرما رہے تھے۔ وعظ کے بعد فرمایا کہ اے عزیزو! میں چاہتا ہوں کہ تمہیں ایک وصیت کروں۔ تم اس پر عمل کرنا، تاکہ قیامت کے دن وہ تمہیں فائدہ دے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات خلاصہ موجودات

(حضرت محمد مصطفیٰ) عَلَیْہِ اَفْضَلَ الصَّلٰوۃَ وَاَکْمَلَ التَّحِیَّات (آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر افضل ترین درود اور اکمل ترین سلام ہو) نے موتی بکھیرنے والی اور شکر نچھاور کرنے والی (مبارک) زبان سے فرمایا ہے:

عَجِّلُوْا بِالصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْفَوْتِ وَعَجِّلُوْا بِالتَّوْبَۃِ قَبْلَ الْمَوْتِ.

(المنہج القوی، جلد۲: ۵۲۶، بحوالہ احادیث مثنوی، ص۶۴)

یعنی: نماز کے لیے جلدی کرو اِس کے فوت ہونے سے پہلے، اور توبہ میں جلدی کرو موت سے پہلے۔

اے دوستو! میں تمہیں دوسری وصیت (یہ) کرتا ہوں کہ نماز کی ادائیگی میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمانوں میں کمی مت کرو اور اس کے حکموں کا انکار نہ کرو۔ جیسا کہ حضرت رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے:

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنُ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنُ.

(الکاف الشاف، ص۴؛ الدررالمنتثرۃ، ص۱۰۴)

یعنی: نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے قائم کیا اُس نے دین کو قائم کیا، اور جس نے اسے ترک کیا اُس نے دین کو گرا ڈالا۔

فصل ششم

سلسلہ خواجگان[1]

ہم (اس کتاب کا) اختصار اِس خاندان پر کرتے ہیں۔ اب جان لے کہ سلسلہ خواجگان دوسرے تمام سلاسل پر فضیلت رکھتا ہے، اس لیے کہ یہ سلسلہ کل (کامل) ہے۔ کیونکہ طالبین کو شریعت اور طریقت و حقیقت میں جو مشکل (بھی) پیش آئے، اس کا اس میں حل موجود ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ ظاہر و باطن میں حضرت رسالت (مآب) صلّی اللہ علیہ وسلّم تک پہنچ جاتے ہیں۔ تمام طالبین کا مقصود نبی (کریم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اتباع ہے اور وہ گفتار، اعمال اور کردار میں بھی رسول (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیروی کرتے ہیں۔

کبار مشائخ رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے کہ لوگوں میں سے جو کوئی بھی حرم ایمان کا محرم بنتا ہے، اس میں طلب (حق) کا عزم پیدا ہوتا ہے اور اس کا شاہباز شرف پرواز کرتا ہے تو اُس کے دل میں علم کی محبت بھر دی جاتی ہے۔ (لہٰذا) اس (طالب) کے لیے واجب ہے کہ وہ مشائخ کے اسماء (گرامی) کو جانتا ہو، بلکہ حضرت بادشاہ (یعنی اللہ تعالیٰ) کے اس خاص الخاص راستے کے محققین کے لیے (یہ چیز) فرضِ عین (کا درجہ رکھتی) ہے۔ خاص کر کے اس شخص کے لیے، جس کا دل ان برگزیدہ ہستیوں سے ایک محبت و ارادت رکھتا ہو، وہ اپنی نسبت کے ذریعے توجہات، مراقبات اور روحانی رابطوں میں ان (بزرگوں) کی روحانیت کے پرتو سے فضل ربانی کے فیض کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس وجہ سے میں نے طریقت کے بادشاہ، حقیقت کی برہان، محققین کے قطب، سالکین کے انیس، روحانی مشاہدات اور جسمانی مکاشفات کے مالک، گفتار و عمل میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے منبع، حق کی طرف سے لوگوں کے مرشد، اور خلقت کی طرف سے حق کی دلیل، یعنی (حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدوانی نَوَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَرْقَدَهٗ (اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور

۱۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے لے کر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ تک اس سلسلہ کا نام سلسلہ خواجگان تھا۔ (رشحات، ص ٦٤)

فرمائے) کے سلسلہ (کو بیان کرنا) چاہا ہے۔ تجھے جاننا چاہیے کہ جس آدمی نے کسی مرد (حق) کے دامن میں ہاتھ ڈالا ہے تو اسے اس کے سلسلہ کو جاننے سے چارہ نہیں ہے۔

اب سمجھ لے کہ اس کتاب کے مصنف مولانا شہاب الدینؒ، جو حضرت سیّد امیر حمزہؒ کے نواسے تھے، وہ فقیروں و مسکینوں کی پناہ، نبیوں اور رسولوں کے وارث، بادشاہوں اور سلطانوں کے ناصح، ہمارے بزرگ، سردار اور استاد (حضرت) مولانا حسام الدین الشاشی طَيَّبَ اللّٰهُ ثَرَاهُ (اللہ ان کی قبر کو پاکیزہ بنائے) کے مرید تھے اور وہ قطب الاقطاب (حضرت) شیخ محمد سونجیؒ کے مرید تھے، جو اس فقیر کے جد (بزرگوار) سیّد السادات، منبع العز والعبادات حضرت امیر حمزہ طَيَّبَ اللّٰهُ ثَرَاهُ کے تربیت یافتہ اور مجاز و خلیفہ تھے۔ وہ (حضرت سیّد امیر حمزہؒ) اپنے والد (بزرگوار) حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، لیکن ان کو ایک اپنے دوست (حضرت) مولانا عارف دیگ گرانیؒ کے سپرد کر رکھا تھا۔ انہوں نے ان کے والد (بزرگوار) کی وفات کے بعد اُن کی تربیت فرمائی تھی۔ لیکن مولانا عارف (دیگ گرانیؒ) خود برگزیدہ کمال بے زوال حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ اور وہ رکن یمانی (حضرت) خواجہ محمد بابا سماسیؒ کے مرید تھے اور ان کی ارادت مسالک طریقت کے سالک (حضرت) خواجہ علی عزیزانؒ سے تھی۔ وہ اللہ کے بندوں کے مرشد (حضرت) خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے مرید تھے، اور اُن کی ارادت اسرار الٰہی کے محرم (حضرت) خواجہ عارف ریوگریؒ سے تھی، اور وہ قرآن القدس و برہان الرحیم کے اسرار کے محرم (حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے مرید تھے، اور اُن کی ارادت رکن یمانی (حضرت) شیخ یوسف ہمدانیؒ سے تھی، اور وہ شیخ طریقت (حضرت) شیخ ابوعلی فارمدی طوسیؒ کے مرید تھے، اور اُن کی ارادت سالکین کے رئیس زمین پر اللہ کے راز (حضرت) شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے تھی، اور وہ عارفوں کے بادشاہ، واصلوں کے قطب (حضرت) شیخ بایزید بسطامیؒ کے ارادتمند تھے، اور اُن کی ارادت پرہیزگاروں کے پیشوا، واصلین کے قطب، طریقت کے بادشاہ، حقیقت و سادات عظام کی دلیل، امام ابن امام (حضرت) محمد جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے تھی، اور وہ (حضرت) قاسم ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے ارادت رکھتے تھے، اور اُن کی ارادت خاندان حضرت رسالت (مآب) صلی اللہ علیہ وسلّم کے خادم خاص (حضرت) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے تھی، اور وہ یارِ غار، برگزیدہ ملک جبار (حضرت) امیر المومنین ابوبکر (صدیق) رضی اللہ عنہ سے ارادت رکھتے

تھے، اور اُن کی ارادت سیّد السادات ِ عالم اور سند سعادت ِ بنی آدم (حضرت) محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم سے تھی۔

حضرت امام جعفر (صادق رضی اللہ عنہ) کو باطن میں دو طرف انتساب (حاصل) ہے۔ ایک دوسری نسبت اپنے والد (بزرگوار حضرت) امام باقر رضی اللہ عنہ سے رکھتے ہیں، اور وہ اپنے والد (بزرگوار حضرت) امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے، اور وہ اپنے والد (بزرگوار حضرت) امام حسین رضی اللہ عنہ سے، اور وہ اپنے والد (بزرگوار حضرت) امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے، اور وہ حضرت رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم سے (ارادت رکھتے ہیں)۔

(حضرت) شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامیؒ) سے ارادت ان کی وفات کے دو سو ساٹھ سال بعد ہوئی ہے۔ وہ اس طرح کہ جب سلطان (العارفین) کا آخری وقت آیا تو اُن کے تمام بڑے بڑے احباب حاضر تھے اور وہ تین دن کے لیے خصوصی طور پر خلوت گاہ میں معتکف تھے۔ ان کے تمام احباب میں سے تقریباً ایک ہزار آدمی پیشوائی کے درجہ پر تھے اور ہر ایک کو اجازت و خلافت کی امید تھی۔ اچانک حضرت سلطان (العارفین) نے سر (مبارک) نکالا اور فرمایا کہ اے دوستو! ہر چند ہم نے کوشش کی کہ ہمارا خرقہ اور عصا تم میں سے کسی ایک کو مل جائے، (لیکن) فرمان نہیں ہوا اور ہمارا خرقہ و عصا خرقان کے ایک ہیرے کو دیا گیا ہے جو دو سو ساٹھ برس بعد ظاہر ہوگا۔ سلطان (العارفین) کی وفات ۲۶۵ھ میں ہوئی ہے اور (یہ) صحیح قول ہے۔

ایک روایت (کے مطابق حضرت) شیخ ابوالحسن (خرقانیؒ) ۴۲۸ھ میں (فوت) ہوئے ہیں۔ اور یوں منقول ہے کہ (حضرت) شیخ ابوالحسن (خرقانیؒ) بسطام اور خرقان کے درمیان ڈاکہ زنی کرتے تھے کہ اچانک ایک روز سحری کے وقت ایک ہاتف نے آواز دی، جو (حضرت) شیخ ابوالحسن (خرقانیؒ) کے کان میں پہنچی کہ محبوبی کا وقت ہے، لہٰذا صلح کرو اور مقصود تک پہنچ جاؤ۔ (حضرت) شیخ ابوالحسن (خرقانیؒ) نے جواب دیا کہ میں آ گیا۔ اور اسی وقت سلطان (العارفین) کے مزار کی طرف متوجہ ہو گئے۔ دس برس تک سلطان (العارفین) کی تربت پر (شب) بیدار رہے۔ ایک روز اچانک سحری کے وقت سلطان العارفین کی زیارت گاہ سے (حضرت) شیخ ابوالحسن (خرقانیؒ) کے کان میں آواز آئی کہ اے ابوالحسن! ہم نے تجھے پیشوائی کا مرتبہ دیا، اب

خلقت کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ۔ (حضرت) شیخ ابوالحسن (خرقانیؒ) نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ آواز رحمانی ہے یا نہیں۔ اسی وقت قبر میں حرکت ہوئی اور پھٹ گئی، اور سلطان (العارفین) کی صورت (مبارک) بحکم ''اَرْوَاحُنَا اَشْبَاحُنَا وَاَشْبَاحُنَا اَرْوَاحُنَا'' (یعنی ہماری روحیں ہماری صورتیں ہیں اور ہماری صورتیں ہماری روحیں ہے) ظاہر ہوئی، اور (انہوں نے) ابوالحسنؒ کا ہاتھ پکڑا اور (انہیں) خرقہ پہنایا اور عصا (مبارک) عطا کیا اور خلافت واجازت (عنایت) فرمائی۔ لیکن اس زمانے کے مشائخ نے زبان طعن دراز کی کہ روحانیت پر اِکتفا (کرنا) روا نہیں ہے، اور اگر (یہ) جائز ہوتا تو (حضرت) رسول (اکرم) صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روحانیت (مبارک) کے لیے مناسب تھا، کیونکہ مشائخ کے ارواح کا مظہر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی) کی روح (مبارک) ہے اور وہی ہوگی، اسی مقصد کی بنا پر شیخ (ابوالحسن) علی (خرقانیؒ) سے تجدید عہد و بیعت ہوتی ہے۔ لیکن محققین کے نزدیک ان کی (حقیقی) بیعت وہی ہے جو اوّل کی گئی ہے اور یہ عین اللہ تبارک و تعالیٰ (کی رحمت) سے خلافت واجازت ہے۔

(حضرت) شیخ یوسف ہمدانیؒ کے چار خلفاء تھے۔ (پہلے) خواجہ عبداللہ برقیؒ، (دوسرے) خواجہ حسن اندقیؒ، (تیسرے) خواجہ احمد یسویؒ اور (چوتھے) خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ تھے۔

(حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے بھی چار خلفاء تھے۔ پہلے خواجہ احمد صدّیقؒ، جن کی قبر وابکنی میں ہے، دوسرے اولیائے کبیرؒ، تیسرے خواجہ عارف ریوگریؒ اور چوتھے خواجہ سلطان کثیرؒ تھے، جن کی قبر کرمینہ میں ہے۔

(حضرت) خواجہ عارف ریوگریؒ کے پہلے خلیفہ (حضرت) خواجہ محمود انجیر فغنویؒ ہیں اور اُن کے مرید اِس بستی میں ہیں۔

(حضرت) خواجہ محمود (انجیر فغنویؒ) کے پہلے خلیفہ (حضرت) شیخ علی رامیتنیؒ ہیں، جن کی قبر خوارزم میں ہے۔ (ان کے) دوسرے خلفاء (حضرت) امیر حسنؒ اور (حضرت) امیر حسین وابکنیؒ ہیں، جن کی قبور اِسی جگہ ہیں۔

(حضرت) شیخ علی رامیتنیؒ کے پہلے خلیفہ (حضرت) محمد بابا سماسیؒ ہیں، جن کی قبر مبارک اسی جگہ ہے۔ (ان کے) دوسرے خلیفہ خواجہ حجاجی بلخیؒ ہیں اور اُن کی قبر بلخ میں ہے۔ (ان کے) تیسرے خلیفہ خواجہ محمد باوردیؒ ہیں، چوتھے خلیفہ خواجہ محمد کالا دولہؒ ہیں جو خوارزم میں ہیں، اور

پانچویں خلیفہ (حضرت) ابراہیم عزیزان ہیں جو اُن کے صاحبزادے ہیں۔

(حضرت) خواجہ محمد سماسیؒ کے پہلے خلیفہ حضرت سیّد امیر کلالؒ ہیں، دوسرے (خلیفہ) خواجہ محمد بابا صوفیؒ ہیں، جن کی قبر سوخار میں ہیں۔ تیسرے (خلیفہ) مولانا دانشمند علیؒ ہیں اور (چوتھے) ان کے صاحبزادے (یعنی) خواجہ محمود ابن خواجہ محمد سماسیؒ ہیں۔

حضرت امیر کلالؒ کے خلفاء بہت زیادہ ہیں۔ ان کے بڑے بڑے احباب سے منقول ہے کہ (ان کے خلفاء) ایک سو چار تھے۔ پہلے (حضرت) مولانا عارف دیگ گرانیؒ، (دوسرے) خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ، (تیسرے) خواجہ جمال الدین دھستانیؒ، (چوتھے) شیخ یادگارؒ، (پانچویں) شیخ وارزونیؒ، (چھٹے) مولانا جلال الدین کبشیؒ، (ساتویں) شیخ شمس الدین کلالؒ، بعدازاں ان کے چاروں صاحبزادے (آٹھویں) امیر برہانؒ، (نویں) امیر شاہؒ، (دسویں) امیر حمزہؒ، (گیارہویں) امیر عمرؒ، (بارہویں) مولانا طاہرؒ، (تیرہویں) مولانا محمد خلیفہؒ، (چودہویں) مولانا بہاء الدین طواسیؒ، (پندرہویں) پہلوان محمود حلاج سمرقندیؒ، (سولہویں) شیخ بدر الدین بدر میدانیؒ، (سترہویں) خواجہ محمد وابکنویؒ، (اٹھارویں) شیخ ایمن کرمینیؒ، (انیسویں) مولانا سلیمان کرمینیؒ اور ان کے علاوہ بہت سے (خلفاء) ہیں۔ اگر ہم ہر ایک کا بیان کریں تو یہ مسودہ دراز ہو جائے گا۔ اور انہی چند عزیزوں پر اِکتفا کیا گیا ہے، تاکہ آگاہی ہو جائے۔

اس فقیر کے نانا (بزرگوار حضرت) سیّد امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت زیادہ خلفاء ہیں۔ ان میں مقدم (۱) مولانا حسام الدین الشاشیؒ، (۲) مولانا کمال الدین بدر میدانیؒ، (۳) ان (حضرت امیر حمزہؒ) کے برادر گرامی امیر برہانؒ کے صاحبزادے (۴) امیر کلانؒ اور (۵) امیر خوردؒ۔ (ان کے علاوہ) دوسرے (۶) شیخ مبارکؒ، (۷) شیخ محمود سوزنیؒ، (۸) شیخ علی کدکیؒ، (۹) شیخ احمد خوارزمیؒ، (۱۰) مولانا عطاء اللہ سمرقندیؒ، (۱۱) مولانا مبارک کرمینیؒ، (۱۲) مولانا حمید کرمینیؒ، (۱۳) مولانا نور الدین کرمینیؒ، (۱۴) مولانا حسن کرمینیؒ، (۱۵) شیخ حسن نسفیؒ، (۱۶) شیخ حسام الدین نسفیؒ، (۱۷) شیخ علی خواجہ نسفیؒ، (۱۸) خواجہ محمود حمویؒ، (۱۹) مولانا سیف الدین کرمینیؒ، (۲۰) شیخ سیّد سماسیؒ، (۲۱) شیخ جلال پامانیؒ، اور ان کے علاوہ بہت سے (خلفاء) ہیں۔ اگر ہر ایک کے ناموں کا ذکر کیا جائے تو یہ مسودہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اور اسی پر اختصار کیا جاتا ہے۔

وصل اوّل

سالکین کی قسمیں

(حضرت) امیر حمزہ طَیِّبَ اللّٰہُ ثَرَاہُ (اللہ ان کی قبر کو پاکیزہ بنائے) بارہا فرمایا کرتے تھے کہ سالکین قَدَّسَ اللّٰہُ اَرْوَاحَھُمْ (ان کی روحوں کو پاکیزہ بنائے) دو قسم کے ہیں۔ ایک ظاہر قسم پر ہیں جو تمام حالات میں شروع حدود کو نگاہ میں رکھتے ہیں اور بقدر وسعت و امکان ان کی حفاظت کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے، ان سے بچتے ہیں۔ نفس کی خواہش کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنے اعضا اور جوارح کو تمام غیر شرعی اور ممنوعہ چیزوں سے پاک رکھتے ہیں۔ باطن کی پاکیزگی کے لیے کوشش کرتے ہیں کیونکہ تصوف کی اصل یہ ہے اور سب کاموں کی بنیاد یہی ہے۔ سلوک کی دوسری قسم باطن ہے، جس میں بُری نفسانی صفات کو مٹانے کے لیے پوری کوشش کرتے ہیں اور ذکر قلب کی بہت سعی کرتے ہیں، اتنی زیادہ کہ دل ذاکر ہو جائے:

دل ز ذکر دوست چو آگہ شود
رو خدا را خوان کہ وقت خوش شود

تا دل ز بد و نیکِ جہاں آگاہ است
دستت ز بد و نیک جہان کوتاہ است
زین پیش دلے بود ہزار اندیشہ
اکنون ہمہ لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ است

یعنی: دل جب دوست کے ذکر سے آگاہ ہو جائے (اس گھڑی) تو اللہ کو پکار، تا کہ تیرا وقت اچھا بن جائے۔

- جب تک تیرا دل دنیا کی برائی و نیکی سے آگاہ ہے، (اس وقت تک) تیرا ہاتھ جہان کی برائی و نیکی سے محفوظ ہے۔
- اس سے دل میں ہزاروں اندیشے ہوتے ہیں۔ اب سب کچھ "لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ" ہے۔

وصل دوّم

تلقینِ ذکر کی سند

جب دل پہاڑ (جیسا) بن جائے تو "لَا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ" (یعنی: انہیں خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی۔ سورۃ النور: ۳۷) کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، اس وقت اس (آدمی) کو اہلِ دل کہا جاسکتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ سب سے پہلے رسول (اکرم) صلی اللہ علیہ وسلّم نے (حضرت) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو تلقین (ذکر) فرمائی، اور اُن کے دل سے (حضرت) امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) شیخ تبریز (سری) سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) شیخ محمد مرتشع رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) شیخ حسن قصاب رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) شیخ رحمک رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) شیخ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) خواجہ علی عزیزان رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے (حضرت) خواجہ (محمد) سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی، اور اُن کے دل سے حضرت خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو ہوئی۔ اور اُن کے دل سے اُن کے تمام خلفاء کے دلوں میں پیدا ہوئی۔ قَدَّسَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَرۡوَاحَهُمۡ.

مآخذ ومنابع

۱۔ آگاہی سیّد امیر کلالؒ (فارسی)، تصنیف: مولانا شہاب الدینؒ، تصحیح: غلام مصطفیٰ خانؒ (ڈاکٹر)، کراچی: ادارہ مجددیہ، ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

۲۔ اتحاف السادۃ المتقین (عربی)، الزبیدیؒ، بیروت: تصویر، س.ن، جلد ۶، ۸، ۱۰

۳۔ احادیث مثنوی (فارسی، عربی)، جمع و تدوین: بدیع الزمان فروز انفر (دکتر)، تہران: مؤسسۂ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۶۱ھ ش

۴۔ احیاء علوم الدین (عربی)، تالیف: ابی حامد محمد بن محمد غزالیؒ، دمشق: درویشیہ، س.ن، جلد ۳، ۴

۵۔ برصغیر پاک و ہند میں تصوف کی مطبوعات (عربی و فارسی کتب اور اُن کے تراجم) (اُردو)، تالیف: محمد نذیر رانجھا، لاہور: میاں اخلاق احمد اکیڈمی، ۱۹۹۹ء

۶۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ (اُردو)، تالیف: علامہ محمد نور بخش توکلیؒ، گجرات: فضل نور اکیڈمی، چک سادہ شریف، ۱۹۸۰ء

۷۔ ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستانی (فارسی)، تالیف: اختر راہی (ڈاکٹر سفیر اختر)، اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء

۸۔ جامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر (عربی)، تالیف: جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطیؒ، بیروت: ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء، جلد ۱-۲

۹۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (عربی)، تالیف: حافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ اصبہانیؒ، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء، جلد ۴

۱۰۔ الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ (عربی)، تالیف: جلال الدین سیوطیؒ، مصر: عیسیٰ الحلبی، س.ن

۱۱۔ رشحات عین الحیات (فارسی)، تالیف: مولانا فخر الدین علی بن حسین واعظ کاشفیؒ، با مقدمہ

وتصحیحات وحواشی وتعلیقات: دکتر علی اصغر معینیان (تہران): بنیاد نیکوکاری نوریانی، ۲۵۳۶ش، جلد۱

۱۲۔ سنن ابن ماجہ (عربی)، تالیف: ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینیؒ، تحقیق: محمد فواد الباقی، بیروت: ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء

۱۳۔ شعب الایمان (عربی)، تالیف: امام ابی بکر احمد بن حسین بیہقیؒ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۰ء، جلد۲

۱۴۔ فہرست کتب فارسی مؤسسۂ علوم شرقی لینن گراد (روسی)، لینن گراڈ (روس): مؤسسہ علوم شرقی، ۱۹۷۵ء، جلد۱

۱۵۔ الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف (عربی)، ابن حجرؒ، بیروت: دار المعرفۃ، س.ن

۱۶۔ کشف الاسرار وعدۃ الابرار معروف بہ تفسیر خواجہ عبداللہ انصاریؒ (فارسی)، تالیف: ابوالفضل رشید الدین المیبدی، بسعی واہتمام: علی اصغر حکمت، تہران: مؤسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۷۶ھ، جلد۱، ۳، ۵

۱۷۔ کشف الخفاء (عربی)، تالیف: العجلونیؒ، بیروت، دار التراث، س.ن، جلد۲

۱۸۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (عربی)، تالیف: علامہ علاء الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوریؒ، بیروت: مؤسسۂ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، جلد۱۰

۱۹۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (عربی)، تالیف: حافظ نور الدین علی بن ابی ہیثمیؒ، بیروت: مؤسسہ المعارف، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء جلد۸

۲۰۔ مشکاۃ المصابیح (عربی)، تالیف: محمد بن عبداللہ خطیب تبریزیؒ/ محمد ناصر الدین البانی (تحقیق)، بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء، جلد۲

اشاریہ

اشخاص

مقامات

محمد نذیر رانجھا نامه

نذیر، من تویی رانجھائے جانان — محمد هستی و گوهر فشانان
دل تو مرکز مهر و محبت — زبان تو نشان پاک ایمان
نوشتی تذکرہ تاریخ نقشبند — به نقشبندی تویی پیوند خوبان
نسیم گلشن از تو گشته خوشبو — به شرح مثنوی داری دل و جان
اگر یعقوب چرخیؒ زنده گشتی — تشکر می نمود احسنت گویان
اگر ابدالیه خواهی بخوانی — به کوشش آمده تحقیق عرفان
نشان چرخی شیرازی ما — به فارسی آمده ''تفسیر قرآن''
به انس و اُنس و دانش بسته گشتی — ''رساله اُنسیه'' شور نیستان
تصوف بر دل رانجھا رسیده — به چاپ و نشر آثارش سخندان
نوائے دلبری از گل شنیدم — همان گل آمد از سوئے گلستان
رسیده نور حق بر قلب رانجھا — محمد پاک دل چون ماه تابان
به آبادی جلالش روح و رحمت — که زادگاهش بود در قلب انسان
اگر بحر الحقیقه ترجمه شد — صفائے زندگی را بسته پیمان
سریر کشور حسن خدایی — به مسجد داده او محراب رحمان
نماز و روزه اش پیوند الله — صفات حضرت حق را ثنا خوان
به درگاه خدا دست دعایش — به محراب و به مسجد در شبستان
طلوع زندگی در کار و کوشش — شود روشن همارہ قلب پژمان
امید هر کسی آینده او — همین آینده گوید مهد نیکان
به اخلاق خوش و شیرین زبانی — چراغ روشن رانجھا درخشان
محبّ مردمان گردیده رانجھا — دما دم نغمه هائے خوش نوازان
شدم من هم نشین رانجھائے گل — به گنج بخش کتاب و گنج احسان
سفر کردم به همراهش به گلزار — به گلزار خلیل و خانقاهان
الهی زنده و پاینده باشد — نذیر رانجھا امیر باغ و بستان

منم بنده رہا خدمتگر علم
زبان فارسی را نغمه خوانان

سرودۂ جناب آقائے دکتر محمد حسین تسبیحی
۱۳-شوال المعظم ۱۳۸۲ش/۳-جنوری ۲۰۰۴ء

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی سند میں ایک عظیم شخصیت قدوۃ السالکین حضرت خواجہ سیّد شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ بھی ہیں، جو اخلاص وللّٰہیت، عبادت و ریاضت، تقویٰ و پرہیزگاری کے مجسمہ تھے۔ حضرت مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ سیّد امیر کلال قدس سرہٗ کے صاحبزادے، خلیفہ اور جانشین حضرت خواجہ امیر حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے۔ وہ اپنے عہد کے شیخ و مرشد تھے اور اُس دَور کے اُمرا و حکام ان کے عقیدتمندوں میں شامل تھے۔

مصنف نے اس کتاب میں حضرت خواجہ سیّد امیر کلالؒ کے احوال و مناقب، اُن کے صاحبزادگان و خلفاء کا تذکرہ، اپنی والدہ محترمہ حضرت خاتون کلاںؒ کے مناقب اور بعض اپنے حالات بھی قلمبند کیے ہیں۔ آخر میں سلسلہ خواجگان، سالکین کی قسمیں اور تلقینِ ذکر کی سند کے بارے مختصر و جامع تحریر پیش کی ہے۔ کتاب اپنے موضوع کا بنیادی مآخذ ہے۔

Al-Fath Publications

Rawalpindi, Pakistan

US $ 14.
Rs. 200.

alfathpublications@gmail.com + 92 322 517 741 3

9789699400001

www.vprint.com.pk